طبقات الحجاج
یعنی
ان حجاج وزوار کے مقدس ومتبرک حالات جنکے کیف و ذوق
نے حج وزیارت کو اسلام کے ایک خاص کردار کی حیثیت سے پیش
کرکے ان کے دینی، روحانی اور اخلاقی منافع وفوائد سے دنیا کو فیض
پہونچایا ہے، اور حج وزیارت کی راہ کے ان عاشقانِ حرمین کے
نشانِ قدم آج تک رہروانِ دیارِ پاک کی رہبری کررہے ہیں۔
از
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

کے بود یارب! کہ رُو در یثرب و بطحا کنم
گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

طبقات الحُجّاج

یعنی

ان حجّاج وزوّار کے مقدس ومتبرک حالات جن کے کیف وذوق نے حج وزیارت کو اسلام کے ایک خاص کردار کی حیثیت سے پیش کر کے ان کے دینی، روحانی اور اخلاقی منافع وفوائد سے دنیا کو فیض پہونچایا ہے، اور حج وزیارت کی راہ کے ان عاشقانِ حرمین کے نشانِ قدم آج تک رہروانِ دیارِ پاک کی رہبری کر رہے ہیں۔

از

مورخِ اسلام

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

ناشر

نام کتاب : طبقات الحجاج

مصنف : مورخِ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

کمپوزنگ : مولانا مفتی محمد صادق مبارک پوری

پروف ریڈنگ : مولانا عبدالوافی صاحب مبارک پوری

طبع اول : ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء

طبع دوم : ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء

ناشر :

قیمت :

شجرۂ نسب خانوادۂ قاضیان
مبارکپور ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش انڈیا
قاضی شیخ علی
قاضی شیخ امام بخش
قاضی محمد رضا
قاضی شیخ حسام الدین
قاضی شیخ رجب
میاں جی حاجی لعل محمد
میاں جی ولی محمد
میاں جی محمد شفیع
میاں جی حاجی محمد عمر
میاں جی عبداللہ
میاں جی حاجی اسداللہ
میاں جی حاجی محمد حسین
میاں جی حاجی محمد حسن
مورخ اسلام
مولانا قاضی اطہر مبارکپوری
قاضی حیات النبی
قاضی ضیاء النبی
قاضی غلام النبی
قاضی عبدالعزیز
قاضی خالد کمال
قاضی ظفر مسعود
قاضی سلمان مبشر
قاضی حسان احمد
قاضی فوزان طارق
قاضی فرحان احمد
قاضی عدنان احمد
قاضی ریحان احمد
قاضی فیصل
قاضی محمد
قاضی ریان احمد

فہرست

نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
۱۹	امام احمد بن فرح اشبیلی دمشقی	۵۵
۲۰	حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادیؒ	۵۶
۲۱	امام ابو سعد احمد بن محمد اصبہانی بغدادیؒ	۶۱
۲۲	شیخ الاسلام ابو طاہر احمد بن محمد سلفی اصبہانیؒ	۶۳
۲۳	احمد بن محمد بشتی خارزنجیؒ	۶۴
۲۴	امام ابوالعباس احمد بن محمد بن رومیہ اشبیلیؒ	۶۶
۲۵	امام احمد بن محمد طلمنکی اندلسیؒ	۶۷
۲۶	امام احمد بن محمد ابن الاعرابی صوفیؒ	۶۹
۲۷	امام احمد بن محمد ابن شرقی نیساپوریؒ	۷۰
۲۸	صدر الائمہ امام احمد بن محمد نبردویؒ	۷۱
۲۹	احمد بن محمد شافعیؒ	۷۲
۳۰	احمد بن محمد سمنانی بیانانکیؒ	۷۴
۳۱	احمد بن محمد طبری مکی	۷۵
۳۲	احمد بن محمد بن علی مصریؒ	۷۷
۳۳	امام احمد بن محمد مصعبی مروزیؒ	۷۸
۳۴	شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالیؒ	۷۹
۳۵	امام احمد بن ہارون بردیجیؒ	۸۰
۳۶	ابوزرعہ احمد بن محمد استرآبادیؒ	۸۲
۳۷	اسحاق بن شیث صفارؒ	۸۳
۳۸	امام ابوسعد اسماعیل بن احمد اسماعیلی جرجانیؒ	۸۵

نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار تشکر

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين اما بعد!

والد محترم مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ''طبقات الحجاج'' ۱۳۷۷ھ میں انجمن خدام النبی ممبئ نے شائع کی تھی اور اب نصف صدی گذرنے کے بعد دوبارہ منظر عام پر آرہی ہے، **فالحمد لله على ذالك۔**

چوں کہ مصنف مرحوم نے چالیس برس کی علمی زندگی انجمن خدام النبی سے متعلق رہ کر ممبئ شہر میں گذاری ہے اور یہ انجمن حاجیوں کی خدمت اور رہنمائی کر رہی ہے، اس لیے ذمہ داران انجمن نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں اہل دل حجاج کرام کے دل پذیر اور عبرت آموز حالات درج ہوں۔

زیر نظر کتاب میں تقریبا دوسو اہل اللہ، علماء، محدثین، عباد وزہاد کے احوال حج نہایت دل پذیر انداز میں جمع کرکے ایک بڑی کمی کو مصنف ممدوح نے دور فرمایا ہے، اس کتاب کے مندرجات ماہنامہ البلاغ ممبئ میں شائع ہوتے رہے ہیں اللہ تعالی اس کتاب کو حجاج کرام کے لیے نمونہ عمل بنائے (آمین)

مورخ اسلام نے مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے، مگر عرب ہند کے

تعلقات کی تاریخ وروابط آپ کا خاص موضوع رہا ہے، جس پر انھوں نے عربی اور اردو میں ایک درجن کتابیں تصنیف کیں، جو اہل علم وتحقیق کے لیے سرمہ بصیرت ثابت ہوئیں، الحمدللہ ان کتابوں کی دوبارہ اشاعت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔

چنان چہ اب تک دو درجن کتابوں کے جدید ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، اور اشاعت کا دائرہ وسیع ہورہا ہے، اور آپ کی تصانیف کا اردو، عربی اور انگلش میں ترجمہ ہورہا ہے، ان شاء اللہ عنقریب رجال السند والہند کا اردو ترجمہ منظر عام پر آنے والا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول عام فرمائے اور حجاج کرام کو توفیق دے کہ ان احوال سے عبرت حاصل کریں اور مصنفؒ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

طالب دعا

قاضی سلمان مبارک پوری

مدیر اطہر اسلامک اکیڈمی

حجازی منزل مبارک پور اعظم گڈھ، یوپی (انڈیا)

المرقوم یوم عرفہ ۱۴۲۶ھ

مطابق ۱۰/جنوری ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفِ مصنف

نجم منور

از: مولانا محمد عثمان صاحب معروفیؒ (۱)

مورخِ اسلام الحاج مولانا عبدالحفیظ صاحب قاضی اطہر مبارک پوری، محلہ حیدرآباد، قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ میں ۴رجب ۱۳۳۴ھ ۷رمئی ۱۹۱۶ء بروز یکشنبہ صبح پانچ بجے پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا مولانا احمد حسین رسول پوریؒ متوفی ۱۳۵۹ھ نے عبدالحفیظ نام رکھا۔ مگر قاضی اطہر سے مشہور ہوئے، اطہر آپ کا تخلص ہے، جوانی میں کچھ دنوں خوب شاعری کی، برجستہ اشعار کہتے تھے، پھر شاعری چھوڑ دی، قاضی اس لیے کہے جاتے ہیں کہ آپ کے خاندان میں ایک عرصہ تک نیابتِ قضا کا عہدہ قائم رہا۔

خاندان

قاضی اطہر بن الحاج الشیخ محمد حسن متوفی ۱۳۹۸ھ ابن الحاج الشیخ لعل محمد بن الشیخ محمد رجب بن الشیخ محمد رضا بن الشیخ امام بخش بن الشیخ علی الشہید۔ شیخ علی کے اوپر کا حال نہیں ملتا، البتہ شیخ محمد رجب سے شیخ علی شہید تک چار پشت نائب قاضی ہونے کا ثبوت موجود ہے، ان نائب قاضیوں کا ایک ایک حلقہ متعین ہوتا تھا، اپنے اپنے

(۱) آپ فاضل دارالعلوم دیوبند، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید، کامیاب مدرس، باصلاحیت عالم دین، عمدہ مصنف، بہت سے علماء کے استاذ، اچھے خوش نویس، اور بھی بہت سی صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کی ولادت پورہ معروف کے ایک علمی گھرانہ میں ۴رنومبر ۱۹۲۸ء کو ہوئی اور وفات مظاہر علوم سہارن پور میں ۶رجون ۲۰۰۱ کو ہوئی۔

حلقہ میں اقامت و امامت جمعہ و عیدین، پیش آمدہ وقتی مسائل، نکاح، طلاق وراثت، اختلاف بین المسلمین کے قضایا وغیرہ کی انجام دہی نائب قاضیوں کے ذمہ ہوتی تھی، نائب قاضیوں کو سندیں اور احکامات قاضی القضاۃ کی طرف سے بھیجے جاتے تھے۔

دارالقضاء

انگریزوں کے آخری دور میں محکمۂ قضا ایک اعزازی محکمہ تھا، اس اطراف میں محمد آباد گوہنہ دارالقضاء تھا، یہاں کے قاضی القضاۃ قاضی محمد سلیم بن محمد عطا جعفری مچھلی شہریؒ متوفی ۱۲۶۶ھ، ربیع الآخر ۱۲۵۰ھ سے سولہ برس تک قاضی رہے، اعظم گڈھ مسجد دلال گھاٹ کے سامنے احاطہ میں ان کی قبر ہے، قاضی محمد سلیم سے پہلے قاضی محمد رؤف اور ان کے بعد قاضی محمد شاہ عالم محمد آباد گوہنہ کے قاضی رہے۔ ان تینوں قاضیوں کا زمانہ قاضی اطہر صاحب کے جدِ اعلیٰ شیخ امام بخش کو ملا، اور تینوں کی سند قضاء ان کو ملی، راقم الحروف نے قاضی محمد سلیم اور قاضی شاہ عالم کی سندیں قاضی اطہر صاحب کے مکان پر دیکھی ہیں، اسی طرح مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ بھی اپنے حلقہ میں قاضی محمد سلیم کے نائب قاضی تھے، قاضی سلیم کی ایک تحریر بنام مولانا محمد طاہر نائب القاضی ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۵۸ھ کی آپ کے خاندان میں محفوظ ہے، شیخ امام بخش نائب القاضی کا مکان راجہ مبارک شاہ کی مسجد سے متصل تھا، اس جامع مسجد کے امام بھی آپ ہی تھے۔

قصبہ مبارک پور

اس قصبہ کا نام پہلے قاسم آباد تھا، راجہ سید حامد شاہ مانک پوری، شیخ حسام الدین مانک پوری متوفی ۸۵۳ھ کے خلیفہ تھے اور شاہانِ شرقیہ کے دور میں جون پور آکر رہنے لگے تھے، انھیں کی اولاد میں راجہ مبارک شاہ بن راجہ سید احمد شاہ بن راجہ سید نور شاہ بن راجہ سید حامد شاہ مانک پوریؒ دسویں صدی ہجری شہنشاہ ہمایوں کے دور ۹۳۷ھ تا ۹۶۳ھ میں یہاں آکر قاسم آباد کے کھنڈروں پر اپنے نام سے مبارک پور قصبہ کی نئی تعمیر کی، اپنے ہمراہ کڑا مانک پور سے ایک علمی، دینی اور روحانی خانوادہ کو لاکر مبارک پور میں بسایا، جو قصبہ اور اطراف میں دینی امور کا معتمد و متولی بنا، اور نیابتِ قضاء کے منصب پر نسلاً بعد نسل فائز رہا، اسی علمی خانوادہ کے ایک روشن چراغ قاضی اطہر صاحب مبارک پوری تھے، اس خانوادہ کو راجہ مبارک شاہ اپنا جانشیں مقرر کر کے کڑا مانک پور چلے گیے، وہیں ۲؍شوال ۹۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

(تذکرہ علمائے مبارک پور، ماہ نامہ البلاغ بمبئی شوال ۱۳۸۸ھ)

ننہال

قاضی جی کی والدہ کا نام حمیدہ بنت مولانا احمد حسین رسول پوریؒ ہے، بڑی پابند صوم وصلاۃ تھیں، محلہ کے بچوں کو پڑھاتی تھیں، بچوں کو دینی کتابیں پڑھ کر سناتیں۔

قاضی جی کا دینی مزاج بنانے میں ان کو بڑا دخل تھا ۱۳۵۲ھ میں فوت ہوئیں، جب قاضی جی اٹھارہ برس کے تھے، آپ کی اسی سالہ نانی رحیمہ بنت حافظ نظام الدین سریانویؒ بڑی عابدہ، زاہدہ، پابند اوراد وظائف، پچاس برس تک اپنے مکان کو لوجہ اللہ مدرسہ بنا کر گاؤں بھر کے بچے بچیوں کو قرآن کریم اور کتب دینیہ کی تعلیم دیتی رہیں۔ ۲۶؍رمضان ۱۳۷۸ھ میں فوت ہوئیں، انھوں نے بھی قاضی جی کو دودھ پلایا تھا، اور انتہائی محبت سے تربیت کی تھی۔

آپ کے نانا حکیم الحاج مولانا احمد حسین بن عبد الرحیم رسول پوریؒ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم وفنون میں ماہر، عربی ادب کے صاحب دیوان شاعر، اعلیٰ مدرس ومفتی، بہترین مصنف، طبیب حاذق، عمدہ دوا ساز اور جلد ساز، زہد وتقویٰ کا نمونہ، ہمہ وقت کتب بینی یا کسی دوسرے عمل میں مصروف، ڈھاکہ میں طویل عرصہ تک صدارت تدریس کے منصب پر فائز، ہر ایک خط کے اعلیٰ خطاط وخوش نویس، یتیموں کے مربی، ۲۶؍رجب ۱۳۵۹ھ میں رحلت کی، اس وقت قاضی جی پچیس برس کے تھے، آپ نے نانا سے اور ان کی کتابوں سے بہت فیض حاصل کیا۔

آپ کے ماموں مولانا محمد یحییٰ بن مولانا احمد حسین رسول پوریؒ ۱۳۲۸ھ میں پیدا ہوئے، راقم کے استاذ تھے، عربی ادب کے ماہر اور اچھے شاعر، جامع المنقول و المعقول ذی استعداد عالم، خاندانی طبیب حاذق، علم ہیئت وفلکیات کے امام، صاحب تصنیف وتالیف، مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور، پھر احیاء العلوم مبارک پور کے

علیا کے استاد، نہایت سلیقہ شعار، بہترین جلد ساز، مستخرج دائمی اوقات صلاۃ، احیاء العلوم ہی میں بمرض سل ۱۱رصفر ۱۳۸۷ھ کو فوت ہوئے، ''مولانا محمد یحییٰ مدرس امجد جامعہ احیاء العلوم مبارک پور'' سے احقر نے تاریخ رحلت برآمد کی ہے، قاضی جی نے اپنے ماموں کی مشفقانہ ومربیانہ توجہات سے بہت بھی استفادہ کیا ہے، آپ کے نانا کے بڑے بھائی حکیم الحاج المفتی مولانا عبدالعلیم بن عبدالرحیم متوفی ۱۳۴۱ھ صدر مدرس چشمہ رحمت غازی پور، طبیب حاذق، اعلیٰ درجہ کے خطاط، خوداعتماد، زبردست عالم دین، عظیم مصنف، صاحبِ فتاویٰ، مناظر جلیل۔ آپ کے لڑکے حکیم مفتی مولانا محمد شعیب ۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۳۸۵ھ میں رحلت کی، چشمہ رحمت غازی پور، میں ۴۵ ربرس مدرس صدر مدرس اور مفتی شہر رہے، آپ کے تلامذہ میں مولانا عبید اللہ بلیاوی متوفی ۱۴۰۹ھ معتمد جماعت تبلیغ تھے، دوسرے لڑکے حکیم مولوی عبدالمجید بن مولانا عبدالعلیم متوفی ۱۳۸۳ھ بڑے ذاکر وشاغل تھے، تیسرے لڑکے مولانا عبد الباقی ایڈوکیٹ بن مولانا عبدالعلیم، اعظم گڈھ میں وکالت کرتے رہے ۱۹۴۷ء کے پہلے الیکشن میں ایم ایل، اے ہوئے، وکالت پر مولویت غالب رہی۔

قاضی جی کو ایسا علمی ودینی ننہال ملا تھا، وہ خود لکھتے ہیں کہ ''درحقیقت میرا علمی سرمایہ ننہال کی دین ہے، اور وہیں سے میں نے یہ دولت پائی ہے''۔

تعلیم

قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم گھر پر والدین سے پائی، پھر مدرسہ احیاء العلوم میں منشی

اخلاق احمد متوفی ۱۴۰۴ھ سے ریاضی پڑھی، کبوتر بازی کی وجہ سے ناغہ کرنے لگے تو والدمحترم نے خوب مارا، اور گھسیٹ کر مدرسہ لے گیے، پھر باقاعدہ مدرسہ جانے لگے، اور ایسا شوق ہوا کہ اردو کتابیں تلاش کر کے جمع کرنے لگے، مولانا نعمت اللہ مبارک پوریؒ متوفی ۱۳۶۲ سے فارسی پڑھی اور نسخ و نستعلیق خطاطی سیکھی، مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوریؒ متوفی ۱۴۰۴ھ سے عربی کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ مولانا شکر اللہ صاحب مبارک پوریؒ ۱۳۶۱ھ سے منطق و فلسفہ کی کئی کتابیں پڑھیں، منطق کی بعض کتابیں مولانا بشیر احمد صاحب مبارک پوریؒ متوفی ۱۴۰۴ھ سے پڑھیں، مولانا محمد عمر صاحب مبارک پوریؒ متوفی ۱۴۱۵ھ سے جلالین وغیرہ پڑھی، اور ماموں مولانا محمد یحییٰ رسول پوریؒ متوفی ۱۳۸۷ھ سے عروض و قوافی اور ہیئت کے بعض اسباق پڑھے، نحو میر اور علم الصیغہ پڑھنے کے بعد قوت مطالعہ سے جمعہ کا خطبہ سمجھنے لگے، مقامات حریری پڑھنے کے بعد ایسی نظر پیدا ہوئی کہ درسی و غیر درسی کتابیں سمجھ میں آنے لگیں، آپ نے شرائط دورہ تک تمام کتابیں احیاء العلوم مبارک پور میں پڑھیں ہمہ وقت درسی اور غیر درسی کتب کے مطالعہ میں مصروف رہتے، پڑھنے کے وقت بعض کتابیں طلبہ کو پڑھانے بھی لگے تھے، ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں جا کر دورہ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ بخاری شریف، ابو داؤد، ابن ماجہ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب متوفی ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲) سے، ترمذی مولانا سید محمد

میاں صاحب متوفی ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء سے اور مسلم شریف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی سے پڑھی، ۱۳۵۰ھ میں بھی صرف دو ماہ جامعہ قاسمیہ میں آپ رہے، اس وقت مولانا سید محمد میاں صاحب سے دیوان حماسہ باب اول اور مقامات زمخشری پڑھی، ان کے خلوص وتوجہ نے بڑی حوصلہ مندی اور ہمت افزائی کی۔

شاعری

آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے، اور برجستہ گو تھے، شاعری میں کوئی استاد نہ تھا طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ کی نظمیں "الفرقان" بریلی ۱۳۵۵ھ رسالہ "قائد" مرادآباد ۱۳۵۵ھ میں شائع ہونے لگیں، بعد میں لاہور کے اخبار "زمزم" اخبار "مسلمان" اخبار "کوثر" وغیرہ میں بکثرت اشعار چھپے اور یہی سلسلہ صحافت امرتسر، لاہور اور بمبئی لے جانے کے سبب بنے، شاہنامہ کے طرز پر اصحاب صفہ کے نام سے ایک منظوم رسالہ ۲۲۵ر اشعار پر مشتمل لکھا، جسے ۱۳۵۹ھ میں شباب کمپنی بمبئی نے طبع کرنے کے لیے لیا، مگر گم کردیا، بعد میں جب حالات نے آپ کو صحافی اور مصنف بنادیا، تو شاعری ترک کردی۔

مضمون نگاری

ابتدائی عربی درجہ میں ابھی پڑھ رہے تھے کہ مضمون نگاری شروع کردی، پہلا مضمون

بعنوان ''مساوات'' رسالہ ''مومن'' بدایوں ۱۳۵۳ھ میں طبع ہوا۔ احیاء العلوم میں جمعیۃ الطلبہ قائم ہوئی، جس کا ماہ وار قلمی رسالہ '' الاحیاء'' جاری ہوا، اس کے مدیر آپ بنائے گیے، انجمن میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں، اور علمی و ادبی رسائل و اخبارات منگائے گیے، ان سب کا آپ نے بالاستیعاب مطالعہ کیا، پھر کئی مضامین رسالہ '' پیام تعلیم'' دہلی، اخبار الجمعیۃ دہلی، رسالہ ''مومن'' بدایوں، ہفتہ وار '' العدل '' گوجرانوالہ پنجاب میں چھپے، پھر مستقلاً رسالہ '' قائد'' مرادآباد میں چھپنے لگے، ایک بار مضمون نگار کا نام مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارک پوری فاضل دیوبند لکھ کر آیا تو آپ نے جواباً لکھا کہ میں ابھی طالب علم ہوں، ہدایہ وغیرہ پڑھتا ہوں، بعد میں آپ کے مضامین ملک کے معیاری مجلات و رسائل ماہ نامہ "معارف'' اعظم گڈھ، ''برہان'' دہلی، ماہ نامہ '' دارالعلوم'' دیوبند وغیرہ میں چھپنے لگے، یہاں تک کہ بعض رسائل کی مجلس ادارت میں آپ شامل کر لیے گیے، ماہ نامہ ''البلاغ'' بمبئی کے عرصہ دراز تک مدیر تحریر رہے اخیر عمر میں آپ کی زیر سرپرستی ماہ نامہ ''انوار العلوم'' جہانا گنج جنوری ۱۹۹۶ء سے جاری ہوا۔

صحافت

صحافت اور اخبار نویسی میں آپ کی عمر کا بیشتر حصہ صرف ہوا۔ اس سلسلے میں پہلے امرتسر گیے، پھر لاہور جا کر اخبار '' زمزم'' کے کالموں کو مزین کیا، تقسیم ہند کے بعد لاہور چھوڑنا پڑا، تو بہرائچ جا کر '' انصار'' میں کام کیا۔ اس کے بعد بمبئی گیے، تو اخبار

"انقلاب" کے کالموں کا سجایا، اور ماہ نامہ "البلاغ" کی ادارت سنبھالی، اور اخیر میں شیخ الہند اکیڈمی دیو بند کے نگراں مقرر ہوئے، اس اکیڈمی سے آپ کی چند کتابیں شائع ہوئیں، صحافت کے دوران کسی نہ کسی درجہ میں تدریسی و تصنیفی مشغلہ بھی جاری رکھا۔

تدریس

ابھی آپ عربی درجات میں پڑھ رہے تھے کہ طلبہ کو بعض کتابوں کا درس دینے لگے، فراغت کے بعد احیاء العلوم مبارک پور میں درس دیا، یہیں احقر نے ۱۳۶۶ھ میں آپ سے مقامات حریری پڑھی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں کچھ دنوں تک استاذ الادب والتاریخ تھے، جب کہ وہاں شیخ الحدیث مولانا عبد الجبار صاحب معروفیؒ متوفی ۱۴۰۹ھ اور مولانا اسلام الحق صاحب کوپا گنجی متوفی ۱۳۹۲ھ بھی مدرس تھے۔ بمبئی میں بھی آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں، دیو بند میں سال میں چند مرتبہ، دو، دو ہفتہ کے لیے جاتے تھے، تو طلبہ دار العلوم آپ سے کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے، احقر محرم ۱۴۱۱ھ میں دیو بند گیا تو مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں طلبہ کو پڑھاتے ہوئے دیکھا،، درس و تدریس میں آپ روحانی سکون پاتے تھے، مبارک پور میں الجامعة الحجازية قائم کیا، جس کے بانی و مہتمم آپ ہی تھے۔

وعظ و خطابت

اصلاحی تحریکات، دینی اجلاس، سیاسی اسٹیج اور مدارس اسلامیہ کے جلسوں میں سیر

حاصل تقریریں کیا کرتے تھے، جلدی جلدی بولتے تھے، آواز بھی پست تھی، اس لیے بعض الفاظ دب جاتے تھے، مگر بیان مؤثر اور دل نشیں ہوتا تھا، تقسیم سے پہلے جمعیۃ علماء کے اسٹیج سے انگریزوں کے خلاف بہت گرم تقریریں کیا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف

تصنیفی وتالیفی کارنامے نے آپ کی شہرت ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عالم اسلام پھیلا دی، آپ کے علمی مقام کی بلندیوں کی طرف سر اٹھانے میں بڑے بڑے اہل علم کی ٹوپیاں گر جاتی ہیں، متعلمی کے دور ہی میں پانچ کتابیں، فراغت کے چار سال پہلے ١٣٥٥ھ میں سب سے پہلی کتاب عربی زبان میں قصیدہ بانت سعاد کی شرح " خیر الزاد فی شرح بانت سعاد " لکھی، جو غیر مطبوعہ آپ کے کتب خانہ میں ہے۔

٢۔ دوسری کتاب بھی عربی میں " مرآۃ العلم " نامی لکھی، جو غیر مطبوعہ موجود ہے۔

٣۔ " ائمہ اربعہ " کے نام سے ایک مختصر جامع کتاب لکھی، جسے شائع کرنے کے لیے سلطان کمپنی بمبئی نے لیا، پھر اس کا مالک پاکستان چلا گیا، اس کا مسودہ بھی گم ہو گیا، بعد میں اسے دوبارہ لکھا، جسے شیخ الہند اکیڈمی نے شائع کیا۔

٤۔ صحابیات کے سبق آموز واقعات " الصالحات " کے نام سے مرتب کیا، ملک دین محمد کشمیری بازار لاہور کو چھاپنے کو دیا، اس کا مسودہ گم بھی ہو گیا۔

٥۔ اصحابِ صفہ کے نام سے ایک منظوم کتاب لکھی، شباب کمپنی ممبئی نے اسے بھی ضائع کر دیا، یہ پانچ کتابیں پڑھنے کے زمانے میں لکھیں۔

۶۔ رجال السند والہند (عربی)

۷۔ العقد الثمین فی فتوح الھند ومن ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین (عربی)

۸۔ شرح وتعلیق جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول (عربی)

۹۔ الہند فی عہد العباسیین (عربی)

۱۰۔ عرب و ہند عہدِ رسالت میں، اس کا عربی میں ترجمہ کر کے العرب والھند فی عھد الرسالۃ کے نام سے مصر کے مشہور عالم عبد العزیز عبد الجلیل عزت نے شائع کیا۔

۱۱۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ڈاکٹر عبد العزیز عزت مصری نے اس کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے الحکومات العربیۃ فی الھند کے نام سے طبع کیا، ۶، ۷، ۹ کتابیں بھی مصر میں طبع ہو کر عالم اسلام اور بلادِ یورپ میں پہونچیں۔

۱۲۔ اسلامی ہند کی عظمت رفتہ

۱۳۔ خلافت راشدہ اور ہندوستان

۱۴۔ خلافت بنی امیہ اور ہندوستان

۱۵۔ مآثر و معارف

۱۶۔ تعلیمی و تبلیغی سرگرمیاں عہد سلف میں

۱۷۔ علی و حسین

۱۸۔ اسلامی نظام زندگی

۱۹۔ مسلمان

۲۰۔طبقات الحجاج

۲۱۔حج کے بعد

۲۲۔معارف القرآن

۲۳۔افادات حسن بصریؒ

۲۴۔تذکرہ علمائے مبارک پور

۲۵۔ائمہ اربعہ

۲۶۔بنات الاسلام

۲۸۔خیر القرون کی درس گاہیں

۲۹۔خلافت عباسیہ اور ہندوستان

۲۹۔تدوین سیر ومغازی

۳۰۔اسلامی شادی

پاکستان میں

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ آپ کی پانچ کتابیں مصر میں طبع ہوئیں، اسی طرح پاکستان کے نیم سرکاری ادارہ تنظیم فکر ونظر سندھ نے ۱۹۸۶ء میں آپ کی پانچ کتابیں اعلیٰ پیمانہ پر شائع کر کے ان کی افتتاحی تقریب میں آپ کو بلایا، زیر صدارت وزیر اعلیٰ سندھ عظیم الشان اجلاس ہوا، پاکستان کے بڑے بڑے دانشوروں اور ریسرچ اسکالروں نے آپ کی علمی وتحقیقی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو "محسن ہند" کے خطاب

سے نوازا، آپ پاکستان کی علمی و دینی تقریبات میں بار بار شریک ہو چکے ہیں صدر پاکستان نے بھی آپ کی علمی خدمات کا اعتراف تحائف و ہدایا کے ساتھ کیا، اس وقت آپ کی تصنیف ہند و پاک اور ممالک عرب میں مستند مآخذ ہیں، جن کے حوالے دیے جاتے ہیں۔

حکومت ہند کا اعزاز

۱۶ر مارچ ۱۹۸۵ء کو حکومتِ ہند کی طرف سے صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ نے آپ کی علمی و تاریخی تصانیف پر اعزازی ایوارڈ عطا کیا، احقر نے اس کی یہ منظوم تاریخ لکھ کر آپ کے پاس بھیج دی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم المجید المتین ۔ جشن زیبا قاضی اطہر مبارک پوری

۱۴۰۵ھ ۔ ۱۹۸۵ء

قاضی اطہر تو اک بحر ہے بیکراں! ۔ تیری خدماتِ علمی بروں از بیاں
اہل علم و حکومت کو تسلیم ہیں! ۔ تیری تصنیف و تالیف کی خوبیاں
تیرا موضوع ہند و عرب رابطہ ۔ تو مورخ ہے اسلام کا نوجواں
ہو مبارک حکومت کا ایوارڈ ۔ تمغۂ علم عزت کا روشن نشاں
جشن ایوارڈ کا لکھ دے عثماں سنہ ۔ وسعت کلک کا تو ہے سیل رواں

کتب خانہ قاضی

آپ نے لکھا ہے کہ ''تحصیل علم کی دھن کا یہ حال تھا کہ جامع ازہر میں اعلیٰ تعلیم

حاصل کرنے کا سودا ہر وقت سر میں سمایاں رہتا تھا، بلکہ بعد میں بھی یہ آرزو باقی رہی، مگر میں نے اپنے ذوق وشوق کی بدولت ناکامی کو کامیابی سے یوں بدل دیا کہ اپنے گھر کو جامع ازہر، جامع زیتون، جامع قرطبہ، مدرسہ نظامیہ، مدرسہ مستنصریہ بنالیا، ہر وقت بغداد و بخارا، اندلس وغرناطہ اور عالم اسلام کی قدیم درس گاہیں اور ان کے اساتذہ وتلامذہ کے مناظر سامنے رہتے تھے، اور میں ان کے حسنات و برکات سے مستفیض ہوتا رہتا تھا" چناں چہ اردو پڑھنے کے وقت ہی سے آپ نے کتابوں کی فراہمی شروع کر دی خود لکھتے ہیں کہ کتابوں کے ذوق وشوق کی وجہ سے بعد میں میرے پاس امہات کتب کا ایک عظیم الشان ذاتی کتب خانہ بن گیا، جس میں عربی زبان کی نادر ونایاب مطبوعات ومخطوطات کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اب اس کے رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے، اسی کتب خانہ میں بیٹھ کر آپ نے وہ شاہ کار تصنیفی کام کیا، جو دنیا کے سامنے نمایاں ہے، قلمی کتابوں میں بہت سی کتابیں خود آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، احقر نے آپ کے کتب خانہ کی بعض کتابوں، طبقات ابن سعد وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

تنگی وفراخی

آپ کی ابتدائی زندگی نہایت عسرت وتنگی میں گذری، ابھی آپ اٹھارہ برس کے تھے، کافیہ پڑھ رہے تھے کہ آپ کی والدہ محترمہ رحلت کر گئیں، تین بھائی، ایک بہن میں بڑے آپ ہی تھے، کسبِ معاش میں والد محترم باہر جانے لگے، بات یہ ہونے

لگی کہ آپ کی تعلیم بند کر کے ذریعہ معاش میں آپ کو بھی لگایا جائے، مگر آپ نے بڑے عزم واستقلال سے تعلیم بھی جاری رکھی، اور خانگی امور بھی خوب جان فشانی سے انجام دیئے۔

کتابوں کی فراہمی کے لیے جلد سازی شروع کر دی، تجلید کا سامان پا پیادہ شہر اعظم گڈھ سے لاتے، آمد ورفت بارہ میل کی مسافت چند گھنٹوں میں طے کر لیتے، اس طرح پیسے جمع کر کے آہستہ آہستہ کتابیں خریدیں، اسی تنگ دستی کی وجہ سے تحصیل علم کے لیے باہر نہ جا سکے، دورہ حدیث کے لیے صرف ایک سال ۱۳۵۹ھ میں مراد آباد گیے، تو پورے سال صرف پچاس روپئے گھر کے خرچ کیے، اسی عسرت بھری زندگی میں عمر کا بیشتر حصہ گزرا، صحافت واخبار نویسی کو ذریعہ معاش بنا کر علمی وتحقیقی تصنیف و تالیف کرتے رہے، پھر خدا نے فراخی بخشی، کئی حج کیے، اور قصبہ میں صاحب ثروت و حیثیت شمار ہونے لگے۔

ضعف بصر

بچپن میں آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے، نگاہ کمزور ہوگئی، چشمہ لگانے کے عادی ہوگیے، کتب بینی نہایت کثرت سے کیا کرتے تھے، کتاب بالکل نظر کے قریب کر کے پڑھتے تھے، آپ کے چشمہ کا پاور بھی بہت زیادہ ہوتا تھا، باوجود ان دشواریوں کے پڑھنے لکھنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

خوش خلقی وسادگی

آپ ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ہر چھوٹے بڑے سے اس کے

مرتبہ کے مطابق پیش آتے تھے، وقت ناوقت جب بھی کوئی آپ کے مکان پر جاتا، فوراً چائے ناشتہ، اس کے سامنے پیش کرتے اور تاکید کرتے کہ کھانا میرے ساتھ کھائیں ہمیشہ سادگی کے ساتھ صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھتے تھے، کتابیں اور ہر ایک سامان نہایت ترتیب اور سلیقہ سے رکھتے تھے۔

دائرہ ملیہ

آپ نے تصنیف وتالیف کے لیے مبارک پور میں ایک ادارہ بنام دائرہ ملیہ قائم کیا اس ادارہ سے آپ کی چند کتابیں شائع ہوئیں، ندوۃ المصنفین دہلی اور شیخ الہند اکیڈمی دیوبند نے بھی آپ کی کئی کتابیں شائع کیں، مصر سے بھی پانچ کتابیں آپ کی طبع ہوئیں۔ طبقات الحجاج وغیرہ کئی کتابیں بمبئی سے شائع ہوئیں۔

جمعیۃ علماء

جمعیۃ علماء ہند سے ہمیشہ آپ کا گہرا تعلق رہا، جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے نیز ریاستی دینی تعلیمی بورڈ کے صدر رہے، اکابر دار العلوم سے ہمیشہ گہرا رابطہ رکھا۔

مرض الوفات

ناک کے اندر کوئی زخم تھا، اعظم گڈھ میں اس کا آپریشن کرایا، کافی مقدار میں خون نکلا، ضعف بہت بڑھ گیا، بخار آتا جاتا رہا، علاج جاری تھا، غالباً جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ پھر ۹؍ شعبان کو، اس کے بعد ۲۲؍ محرم ۱۴۱۷ھ کو احقر آپ سے ملنے کے لیے حاضر ہوا، ہر بار پورے نشاط سے دیر تک باتیں کیں، الماری سے کئی کتابیں نکال کر دکھائیں،

میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی سوانح مرتب کروں گا؟ فرمایا کہ میرے حالات کچھ لکھے ہوئے ہیں، لیکن مصر وغیرہ کے میرے نام عربی میں کئی اہم خطوط ہیں، ان کو مرتب کرنا ہے، میں جوں ہی کچھ صحت مند ہوا، ان کو مرتب کرنے کے لیے خط لکھ کر چند روز کے لیے تم کو مبارک پور بلاؤں گا، میں نے ''سیرت الرسول'' نامی ایک کتاب مرتب کی ہے، اس پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی، کتاب دیکھ کر بہت خوش ہوئے، تقریظ لکھنے کا وعدہ کیا، میں نے اس کی یاد دہانی کا ایک خط لکھا تو اس کے جواب میں ۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کا آپ کا مکتوب موصول ہوا۔

''عزیز گرامی! السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته

کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ آپ سے وعدہ کیا ہے، اس کو کیسے پورا کروں، اسی درمیان میں پرسوں آپ کا خط ملا، افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اب تک لکھنے پڑھنے کے لائق نہیں ہوسکا ہوں، اس لیے اب کی بار آپ کی کتاب پر کچھ لکھنے سے معذور ہوں، حالاں کہ اس پر کچھ لکھنا سعادت مندی کی بات تھی، میری صحت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

والسلام علیکم

قاضی اطہر مبارک پوری

وفات حسرت آیات

یکشنبہ ۲۷ر صفر ۱۴۱۷ھ ۱۴ر جولائی ۱۹۹۶ء کا دن گزار کر شب میں دس بجے جوار

رحمت میں پہونچے، دوسرے روز دوشنبہ کو ۳ بجے دن میں مفتی ابوالقاسم صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے نماز جنازہ پڑھائی، بنارس جون پور، اعظم گڈھ، مئو، غازی پور، گورکھپور، وغیرہ کے علماء کرام و فضلاء کے عظیم مجمع میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلا ة والسلام على نبينا و سيدنا محمد و آله وأصحا به أجمعين .

رجب ١٣٧٤ھ کا زمانہ تھا، مدینہ منورہ علی ساکنہا الصلاۃ والسلام روانہ کرنے کے لیے تاریخ ورجال کی کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں، ان میں حافظ ابن حجر کی **الدر ر الكا منة في أعيا ن الما ئة الثا منة** بھی تھی، ایک دن بالکل اچانک طور پر خیال آیا کہ کچھ حجاج وزوار کے حالات حج وزیارت کو اگر یکجا جمع کر دیا جائے تو اس راہ کے لیے ایک اچھا زادراہ ہو جائے گا، اور مسلمانوں کو حج وزیارت کے کیف وذوق کو اس سے تقویت پہونچے گی، چناں چہ اسی وقت "الدررالکامنۃ" سے کام کرنا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ مجلہ البلاغ میں جاری ہو گیا، اور بعد میں مختلف کتابوں کی مدد سے سالوں تک چلتا رہا۔

الحمدللہ کہ یہ سلسلہ پسند کیا گیا اور سب سے پہلے جس ہستی نے پسندیدگی کی سند عطا فرمائی وہ مخدومنا ومحترمنا حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی ذات گرامی تھی، آپ نے اس کا پہلا نمبر دیکھتے ہی اپنی اعیان الحجاج جیسی بلند پایہ کتاب کی تدوین وترتیب شروع فرمائی اور البلاغ میں اس کے کچھ حصے اشاعت کے لیے روانہ فرمائے اور اس حقیقت کا اظہار آپ نے اپنے ان الفاظ میں فرمایا:

''ایک مدت سے جی چاہ رہا تھا کہ سلف وخلف میں سے کچھ ممتاز حجاج کا ایک تذکرہ لکھا جائے، جس میں ان حضرات کے مختصر تعارف کے ساتھ حج سے متعلق ان کے عبرت خیز واقعات درج کیے جائیں، مگر بہت سے موانع کی بنا پر اب تک یہ خیال نقوش وحروف کی صورت اختیار نہ کرسکا تھا۔ ماہ اپریل ۱۹۵۶ء کے البلاغ (بمبئی) میں عزیز گرامی قاضی اطہر صاحب مبارک پوری کا مقالہ ''طبقات الحجاج'' نظر آیا عنوان پڑھتے ہی طبیعت میں ایک شدید قسم کا تقاضا پیدا ہوا کہ اب وہ خیالی تذکرہ کتابی شکل میں موجود ہونا چاہیے، چناں چہ آج تمام موانع کو بالائے طاق رکھ کر اپنے منتشر محفوظات کو سمیٹ رہا ہوں، اور ان کو صفحۂ قرطاس پر مرتسم کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔''

اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا، جسے ناظرین البلاغ نے بہت پسند کیا، اسے یکجا کتابی شکل میں شائع کرنے کے لیے بہت سے مخلصوں نے مشورہ بھی دیا، الحمد اللہ اس سلسلہ کو نئی ترتیب کے ساتھ اب کتابی شکل میں ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہورہی ہے۔

افسوس کہ عدیم الفرصتی اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے اس پر نظر ثانی نہ ہوسکی، اور ضروری تغیر وتبدل بھی نہ ہوسکا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے، اور مصنف اور مسلمانوں

کو اس سے دینی فائدہ پہونچائے ورنہ اس قسم کے مضامین اور مقالات، کتابوں کا مطالعہ کر کے اچھے الفاظ میں لکھ دینا کوئی خاص بات نہیں ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری، بمبئی

۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

۸/ جون ۱۹۵۸ء

طبقات الحجاج

حج وزیارت اسلام کے اہم ارکان ومحاسن سے ہیں اور خوش نصیب ہے وہ مسلمان جسے اللہ تعالیٰ یہ دولت نصیب کرے، اور اس کی توفیق عطا فرمائے، تاریخ ورجال کی کتابوں میں ایسے دین دار ارباب ثروت ودولت کے حالات ملتے ہیں، جن کے بارے میں مورخین اور تذکرہ نگاروں نے تصریح کی ہے کہ اگر وہ حج کے لیے جانا چاہتے تو ان کے معتقدین ومتوسلین اپنی آنکھوں پر انھیں حرمین شریفین لے جاتے مگر ان کی قسمت میں سب کچھ ہونے کے باوجود یہ دولت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کا فیضان ان پر نہ ہوسکا۔ اور دنیا سے گئے تو اس دولت سے ان کا دامن خالی تھا، اور ان کے مقابلہ میں بے شمار ایسے خوش قسمت اللہ کے بندے ملتے ہیں، جن کے پاس ظاہری اسباب مفقود تھے، مگر توفیق الٰہی نے ان کو حج وزیارت کی دولت سے نوازا، اور وہ دنیا کی دولت وثروت سے محروم ہونے کے باوجود اسلام و ایمان کی اس دولت سے بھرپور گئے۔

اللہ تعالیٰ جس مومن کے دل میں حرمین شریفین کی تڑپ پیدا کردیتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح توفیق پاجاتا ہے، ان ہی توفیق پانے والوں میں سے چند بزرگوں کی داستانیں پڑھئے اور ان کے حالات وواقعات سے عبرت حاصل کیجئے۔

اللّٰھم اجعلہ سعیا مشکورا

ابراہیم سلمانیؒ

حضرت امام سلمانی رحمۃ اللہ علیہ، زبردست عالم دین اور باخدا بزرگ گذرے ہیں، آپ نے علم وفضل کی بساط اپنے وطن سے نکل کر اس بقعۂ مبارکہ میں بچھائی جہاں کی خاک اہل بصیرت کی آنکھوں کے لیے سرمہ نور علیٰ نور ہے، اور جہاں اہل دل سکون وراحت کی حقیقی راحت پاتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

نزيل المدينة المنورة أقام بها مدة يشغل با لعلم.

ابراہیم سلمانی مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور وہیں مدت دراز تک علمی خدمات میں لگے رہے۔

ابراہیم سلمانیؒ نے حج کیا، پھر دربار رحمۃ للعالمین ﷺ میں حاضری دی اور چوں کہ ان کے اندر علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی متاع گراں مایہ تھی، اس لیے سرزمین طیبہ نے ان کے دامن ودل کو اپنی طرف کھینچ لیا، اور انھوں نے اپنے مولد ومنشا، خاندان واہل خانہ اور دوست احباب کو اس پاک سرزمین کے لیے تج دیا۔ اور مدتوں اس مقدس فضا میں قال اللہ وقال الرسول کا درس دیا، جس میں ایمان واسلام کی روح پرورش پا رہی ہے، اور جہاں پہونچ کر اہل دل کا گلستان قلب وروح ایمان کے رنگ وبو کی بے پناہ دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم سلمانیؒ کو مسجد نبوی شریف سے اس قدر شغف تھا کہ

انہوں نے اپنی علمی یادگاروں کو اس میں رکھنے میں اپنی سعادت سمجھی، اور بڑی عمد
عمدہ کتابیں حرم نبوی میں پڑھنے پڑھانے کے لیے وقف کر دیں۔

وكانت له كتب نفيسة وقفها با لمسجد النبوى ۔

ان کے پاس نہایت نفیس نفیس کتابیں تھیں، جن کو انھوں نے مسجد نبوی
شریف کے کتب خانہ پر وقف کر دیا۔

آج بھی باب الرحمۃ اور باب السلام کے درمیان خوخہ ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ سے متصل حرم نبوی شریف کا نادر و نایاب کتب خانہ موجود ہے اور جواب
غالبًا اسی کے قریب ہی ایک مستقل عمارت میں رکھا جائے گا، اس کتب خانہ میں شیخ
ابراہیم سلمانیؒ نے اپنی کتابیں وقف کی تھیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آٹھویں صدی
کے علمی نوادرات اب بھی محفوظ ہیں یا نہیں۔ آپ ۷۵۵ھ میں فوت ہوئے۔

ابراہیم بن سلمان قونویؒ

شیخ ابراہیم بن سلمان رومی قونویؒ ترکی علماء میں بلند مرتبہ فقیہ ہیں، آپ کا
لقب رضی الدین ہے، روم کے شہر قونیہ کے رہنے والے تھے، بعد میں دمشق میں
مستقل قیام اختیار کر لیا تھا۔

ملا علی قاریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان عالما، فاضلاً نحوياً مفسراً متدينا متواضعا.

آپ عالم، فاضل، نحوی، مفسر قرآن، نہایت دین دار اور بہت ہی نیک

اور سیدھے تھے، علم وفضل کے ساتھ ساتھ آپ کی دین داری کا یہ عالم تھا:

وحج سبع مرات.

آپ نے سات حج کیے تھے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ شیخ ابراہیم بن سلمان کے دل میں حرمین شریفین کی لگن کس قدر زیادہ تھی اور سات حج کر لینے کے بعد بھی ان کی تڑپ کا کیا عالم تھا، بعض لوگ ایک حج کر لینے کو بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں، مگر اللہ کے نیک بندے حج پر حج کرتے ہیں پھر بھی اپنے کو کم نصیب گردانتے ہیں۔ آپ نے امام محمدؒ کی کتاب الجامع الکبیر کی شرح چھ جلدوں میں لکھی ہے، ۳۲۷ھ میں فوت ہوئے۔

(الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ ص ۱۰)

ابوبکر ابراہیم بن رستم مروزیؒ

حضرت ابوبکر ابراہیم بن رستم مروزیؒ امام دار الہجرت حضرت امام مالکؒ کے شاگرد ہیں دوسرے بھی بہت سے علمائے زمانہ سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی تھی، آپ متعدد بار مرو سے بغداد آئے، اسی دوران حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے آپ سے پڑھا، خلیفہ مامون نے آپ کو قضاء کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

مات بنیسا بور قدمها حا جاًسنة احدیٰ عشرةً ومأتین .

(الفوائد البهية في تراجم الحنفية ص ۱۰)

آپ شہر نیسا پور میں ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے، آپ یہاں حج کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے۔

حضرت امام ابوبکر ابراہیم مرد سے حرمین شریفین پہونچے اور حج وزیارت سے مشرف ہونے کے بعد گھر کی راہ لی، راستہ میں نیسا پور آیا جو اس دور میں خراسان کا سب سے اہم علمی اور اسلامی شہر تھا، اس شہر نے علم وفضل کے جوہر کو اپنے دامن میں چھپالیا اور آپ کو حج سے واپسی میں وطن جانا نصیب نہیں ہوا۔ اللہ کی راہ کا یہ شہید محشر کے میدان میں اسی شان وشوکت سے آئے گا، جن کے ساتھ حاجی مسرور ہوکر اپنے وطن لوٹتا ہے۔

امام ابراہیم بن طہمان ہروی نیسا پوریؒ

حضرت امام حافظ سعید ابراہیم بن طہمان ہروی نیسا پوری متوفی ۱۶۳ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عالم خراسان تھے، امام اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ پورے خراسان میں ان سے بڑا کوئی صحیح حدیث کا حافظ نہیں ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں ہیں، ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں آپ کا ذکر آیا تو اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے، اور فرمانے لگے کہ صلحاء کے ذکر کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں ہے، حالاں کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے ٹیک لگایا تھا۔

علامہ ذہبیؒ آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

كان ابراهيم قد جاور بمكة في أواخر عمره.

(تذكرة الحفاظ ص ۱۹۹)

حضرت ابراہیم بن طہمان آخر عمر میں مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

اپنے دور کے مسلم "عالم خراسان" نے آخری زندگی میں دنیا بھر میں علوم دینیہ کی اشاعت کر کرا کے مکہ معظمہ میں اقامت کی، اور اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں رہ کر عبادت وریاضت اور تعلیم وتعلم کی زندگی بسر کی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کن کن مبارک جذبات اور کیسی کیسی پاک تمناؤں کی بنا پر امام ابراہیم طہمان نے کعبۃ اللہ کی مجاورت اختیار فرمائی تھی، اللہ ہم سب میں یہی جذبہ پیدا کردے، اور ہماری پُر مصیبت زندگی کے آخری لمحات کو حسین وجمیل ساعتوں میں بسر کرنے کی توفیق بخشے۔

ابراہیم بن محمد امیوطیؒ

امام ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم بن ابراہیم بن یحییٰ بن احمد لخمی امیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب جمال الدین ہے آپ ۷۱۵ھ میں پیدا ہوئے، وقت کے علماء فضلاء سے علوم دینیہ کو حاصل کیا، فقہ، نحو، صرف اور عربی ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے مدتوں قاہرہ میں نائب الحکومت کے عہدے پر مامور رہے، مگر جب اس ملازمت سے جی اچٹ گیا، اور حکومت وسلطنت کی دنیا پسند نہ آئی تو ۷۷۶ھ میں قاہرہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے اور حج ادا کر کے پچھلی زندگی کا یوں کفارہ ادا کیا کہ اس ارض پاک کے ہو کر مسجد حرام کی مقدس ساعتوں میں عبادت وریاضت کرنے لگے، ساتھ ہی تعلیم وتدریس کا کام بھی جاری فرمایا، حرم شریف میں باب الصفا کے قریب آپ کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا، جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی تھی۔ تقریباً پندرہ سال

تک آپ نے اس مقدس مقام پر یہ مقدس زندگی بسر کی، وہ بھی اس طرح کہ حج و عبادت کے ساتھ تعلیم و تدریس کا کام بھی جاری رہتا تھا۔ رجب ۷۹۰ھ میں اس پاک سرزمین میں فوت ہوئے۔ (الدرر الکامنہ ج۱ص۶۱)

جب آدمی کی آنکھ کھلتی ہے تو اسے کہاں کہاں کا راستہ دکھائی دیتا ہے، دیکھئے کہ ایک حاکم جو سلطان وقت کا نائب بن کر قاہرہ میں حکومت کر رہا تھا، جب اس نے اپنے علم پر نظر ڈالی اور اسلامی زندگی کے لیے سوچا تو قاہرہ سے نکل کر سیدھے اللہ کے گھر پہونچا، حج کیا اور حرم پاک کا ہو کر رہ گیا، اب نہ حکومت و سلطنت کا دربار تھا، نہ خدم و حشم کی فوج تھی، اور نہ دولت و ثروت کا دور دورہ تھا، بس اللہ کی یاد تھی، اللہ کا گھر تھا، اور اللہ و رسول کے بخشے علوم کی تعلیم و تدریس تھی، کتنی پاک زندگی تھی، اور کتنا پاک شغل تھا، ایسے لوگ مقبولِ بارگاہِ حرم ہوتے ہیں، اور ایسے لوگوں کو حرم اپنے سینے سے اس طرح لپٹا لیتا ہے کہ قیامت کے دن یہ لوگ اس کی آغوش سے اٹھ کر میدانِ حشر کی طرف چلیں گے۔

ابراہیم بن محمد مصریؒ

حضرت ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن ابوبکر مصری رحمۃ اللہ علیہ ''ابن وحیہ'' کی کنیت سے مشہور ہیں، ۶۹۳ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے جن نفوس قدسیہ سے علم دین اور احادیثِ رسول کو حاصل کیا، ان میں دو بنات اسلام بھی شامل ہیں، اللہ کی یہ دونوں باندیاں اپنے وقت کی بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، علم حدیث میں ان کا مقام روایت

و درایت بہت بلند تھا، اور اچھے اچھے محدث و فقیہ ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے
ایک حضرت زینب بنت سلیمان اسعدی اور دوسری حضرت ست انوراء ہیں۔ ابتداء
میں حضرت ابراہیم بن محمد مصری قاہرہ میں ایک سرکاری عہدہ پر ''امین الحکم'' تھے، اور
فیصلوں کی نگرانی کرتے تھے، مگر بعد میں جب آنکھ کھلی تو اس سے کنارہ کشی کر کے
کعبۃ اللہ کا رخ کیا اور حج کرنے کے بعد وہیں کے ہو رہے، حتیٰ کہ وہیں پوری
زندگی بسر کر کے ابدی نیند سوئے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

حج و جاور فمات بمكة ٧٦٩ھ في وسطها .

(الدرر الكامنة ج١ ص ٦١)

آپ نے حج ادا کیا اور اس کے بعد اللہ کے جوار میں مقیم ہو گئے، اور مکہ
مکرمہ ہی میں ۷۶۹ھ کے درمیان میں وفات پائی۔

آپ بھی اللہ کے ان ہی برگزیدہ بندوں میں سے ہیں، جو زندگی میں حکومت
و امارت کا کام کرتے تھے، مگر جب خوش بختی نے یاوری کی تو سب کچھ چھوڑ کر اللہ
کے حرم پاک کی راہ لی، اور وہیں پہونچ کر ان کو ابدی سکون اور دائمی راحت نصیب
ہوئی، اور اس طرح اللہ کے جوار اور پڑوس میں پڑ گئے کہ پھر وہاں سے ٹل نہ سکے
حتیٰ کہ وہیں موت آئی، اور اس مقدس سرزمین میں سپرد خاک ہو گئے جس کے لیے
بہت سے اہل دل تمنا کرتے کرتے رہ جاتے ہیں، مگر ان کو اس کی زیارت تک کا

موقع نہیں ملتا، ان آسودگان خاک حرم پر اللہ کی رحمتیں ہوں اور اللہ کے یہ پڑوسی اپنی خوش بختی کی داد پاتے رہیں۔

ابراہیم بن یحییٰ عزازیؒ

حضرت ابراہیم بن یحییٰ بن احمد بن عبداللہ عزازی بصری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب عماد الدین ہے، اور ابن الکیال کی کنیت سے مشہور ہیں، بہت بڑے محدث اور امام ہیں، رجب ۶۴۵ھ میں پیدا ہوئے، وقت کے بڑے بڑے علماء فقہاء اور محدثین سے تحصیل علم فرمایا اور فارغ ہونے کے بعد حکومت کے فوجی شعبہ میں ملازم ہوکر ''دیوان الجیش'' میں کام کرنے لگے، اس زمانے میں ایک نہایت پریشان کن خواب دیکھا، جس کی وجہ سے اس ملازمت سے تائب ہوگئے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے متعلق فرماتے ہیں اسے ذبح کردو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، اس پر مجھے آپ نے معاف فرمادیا۔

بس اس خواب کا دیکھنا تھا کہ ابراہیم بن یحییٰ کی قسمت جاگ گئی، اور خوابِ غفلت سے چوکنے ہونے پر معلوم ہوا کہ ''دیوان الجیش'' میں میرا مقام نہیں ہے، بلکہ میری جگہ وہی ہے، جسے اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا میں بہترین جگہ بتائی چناں چہ آپ نے یہ کام چھوڑ کر سب سے پہلے حج ادا فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کے در اقدس پر حاضری دی، اور اس کے بعد ایک مسجد میں تلاوتِ قرآن اور عبادتِ

الٰہی میں زندگی گذار دی۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

و حج ۷۰۸ ھ و ترک الخدم و انقطع في مسجد يتلو و يعبد ربه وبقي علىٰ ذٰلك نحو عشرين سنة .

آپ نے ۷۰۸ھ میں حج ادا کیا اور شاہی نوکری چھوڑ کر ایک مسجد میں گوشہ نشیں ہو گئے، جہاں قرآن کی تلاوت اور اللہ کی عبادت کرتے تھے، اسی عالم تقریباً بیس سال کی مدت گذاری دی۔

آپ کا وصال ۷۳۲ھ میں ہوا۔ (الدررالکامنہ ج ۱ ص ۶۱)

اسے کہتے ہیں توفیق الٰہی اور قسمت کی بیداری! دیکھو جب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں آکر ابراہیم بن یحییٰ کی تنبیہ فرمائی تو انہوں نے توبہ استغفار کے بعد حج ادا فرمایا اور اپنی تمام پچھلی لغزشوں کو حج کر کے ختم کیا اس کے بعد ایک مسجد میں گوشہ نشیں ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے، یہ ہے حج کی مقبولیت اور یہ ہے، حج کا اثر! جو لوگ صدق دل سے توبہ کرتے ہیں، اور سچے جذبہ سے حج وزیارت کی دولت حاصل کرتے ہیں، ان کو اسی طرح کھلا نفع ہوتا ہے، اور پوری زندگی نیکی کے قالب میں ڈھل جاتی ہے۔

ابراہیم بن یحییٰ ضہاجیؒ

حضرت ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن حمود بن ابو بکر ضہاجی زتوزیؒ کا لقب

برہان الدین ہے، آپ مغرب اقصیٰ کے رہنے والے ہیں تقریباً ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے اپنے ملک مغرب اقصیٰ سے نکل کر مشرقی دنیا کا چکر کاٹا، آپ کے علمی سفر کی آخری منزل مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین ہوئی جہاں آپ نے حج ادا کرنے کے بعد مدتوں اقامت فرمائی۔

وأقام بمكة دهرا نحو خمسين سنة.

آپ نے مکہ مکرمہ میں ایک زمانہ تک یعنی تقریباً پچاس سال قیام کیا۔

دو چار نہیں پچاسوں سال تک حرم شریف کے جوار میں رہ جانا کس قدر خوش نصیبی اور خوش بختی کی بات ہے، یہ دولت انہی مقربانِ بارگاہِ خداوندی کو ملتی ہے، جو اپنے جسم روح کے اعتبار سے پاک وصاف ہوتے ہیں، اور جن کے دل اللہ کی یاد سے معمور ہوتے ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس پچاس سال کی مدت میں امام ابراہیم بن یحییٰ ضہاجیؒ نے کیا کیا نیکیاں کی ہوں گی، اور کیسے کیسے درجاتِ عالیہ ان کو ملے ہوں گے، مقبولیت واجابت کی کون کون گھڑیاں ان کو ملی ہوں گی، اور انہوں نے کیا کیا حاصل کیا ہوگا۔

آپ اسی کے ساتھ ساتھ نہایت نیک، صالح اور متقی بزرگ تھے، ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے علم کے ساتھ ساتھ اپنی صالحیت اور تقویٰ کی دولت سے بھی حرم میں پاک میں رہ کر دنیا کو فیض یاب کیا ہوگا، آپ نویں ذی الحجہ ۷۹۶ھ کو فوت ہوئے۔

اللہ کے ان نیک بندوں کی زندگیاں کتنی پاکیزہ رہی ہوں گی، ان کی موتیں کس

قدر قابل رشک رہی ہوں گی، اسے وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں، جن کو اسلاف کی دولت ایمان وعمل اور وراثتِ صلاحیت وتقویٰ سے کچھ حصہ ملا ہو۔

ابونصر احمد بن اسحاق صفار بخاریؒ

حضرت ابونصر احمد بن اسحاق بن شیث صفار کا وطن بخاری تھا، آپ کے تذکرہ نویس لکھتے ہیں:

انه ما رأى مثله في حفظ الفقه و الأدب ببخا را .

آپ نے بخاری میں اپنے جیسا کوئی دوسرا فقہ اور ادب میں نہیں دیکھا۔

آپ کا خاندان علمی تھا، اس میں نسلاً بعد نسل اہل علم پیدا ہوتے رہے، آپ نے اپنے وقت کے بہت سے مروجہ علوم وفنون حاصل فرمائے اور علم حدیث میں خاص امتیاز چاہا۔

امام ابوعبداللہ حاکم نے تاریخ نیسا پور میں لکھا ہے:

أبونصرالفقيه الأديب البخارى الصفارقدم علينا حا جا وقد طلب الحديث فى أنواع من العلم و سكن أبو نصر هذا مكة و كثرت تصا نيفه و انتشر علمه ومات با لطا ئف و قبره بها .

(الفوائد البهية ص)

امام ابونصر صفار بخاری فقیہ وادیب تھے، حج کو جاتے ہوئے ہمارے یہاں نیساپور آتے تھے، آپ نے دوسرے انواع واقسام کے علوم کے ساتھ علم حدیث بھی

حاصل کیا تھا، ابو نصر حج کے بعد مستقل طور سے مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہو گئے، وہاں پر آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، اور آپ کا علم خوب پھلا پھولا آپ طائف میں فوت ہوئے اور وہیں مزار ہے۔

حرم شریف انسان کی استعداد و صلاحیت کو پوری طرح اجاگر کر دیتا ہے، اور جس میں جو قابلیت ہوتی ہے وہاں رہنے سے وہ کامل و مکمل طور پر نمایاں ہو جاتی ہے، امام ابو نصر صفار بھی وہیں پہنچ کر پھلے پھولے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، دنیا کو اپنے علم و فضل سے سیراب کیا، اور دین و دیانت اور علم و عمل کی بہترین زندگی بسر کی اور طائف شریف میں جا کر فوت ہوئے، جہاں آپ کا مزار موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی کامیاب زندگی اور ایسی اچھی موت والے کی قبر نور سے معمور رکھے۔

(آمین)

قاضی ابو سعید احمد بن حسین بروعیؒ

حضرت قاضی ابو سعید احمد بن حسین بروعی رحمۃ اللہ علیہ آذر بائیجان کے رہنے والے تھے، آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا، زبردست فقیہ اور محدث تھے جب حج کے لیے وطن سے نکلے تو اس وقت مشہور علمی اور تمدنی شہر بغداد میں پہونچے، اس وقت بغداد میں امام داؤد ظاہری کا بڑا زور تھا، آپ نے ان سے ایک علمی مسئلہ میں مناظرہ کیا اور کھلی ہوئی فتح پائی، اس کے بعد بغداد میں رہ گئے اور درس وتدریس کا

مشغلہ جاری کیا۔

اسی سفر میں قرامطہ نے دوسرے بیشمار حجاج کی طرح آپ کو بھی قتل کر ڈالا، یہ حادثہ ۳۱۷ھ میں پیش آیا۔(الفوائد البہیۃ ص ۱۳) قرامطہ ملحدوں اور بددینوں کا ایک عظیم الشان منظم گروہ تھا، جو مسلمانوں کو لوٹتا اور قتل کرتا تھا، خاص طور سے یمن شام اور عراق میں اس گروہ کا فتنہ عام تھا، اس کا دستور تھا کہ جب کسی بستی میں جاتا تو قتل وغارت شروع کر دیتا۔ یہ ملحد گروہ ۳۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں عین حج کے موسم میں اپنے پیشوا ابو طاہر قرمطی کی قیادت میں داخل ہوا، اس گروہ میں نوسو ظالم وسفاک موجود تھے، اس ملحد گروہ نے بیت اللہ پر ہلہ بول دیا اور حرم شریف میں تیرہ ہزار حجاج کو قتل کر دیا، ابو طاہر قرمطی نے کعبہ کے دروازوں پر چڑھ کر کہا! میں اللہ ہوں، میں نے یہ مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور میں ہی ان کو فنا کر دوں گا، یہ بدمعاش اسی سال حجر اسود شریف کو بیت اللہ سے نکال کر اپنے معبد میں جو کہ مقام ہجر میں ہے، لے گئے اور اسے توڑ ڈالا، حجر اسود ان ظالموں کے ہاتھ میں تقریبا بیس سال تک رہا، اس کے بعد وہ خود ہی لاکر رکھ گئے۔

ان میں رفض وشیعیت کو ظاہر کرتے تھے اور بعض الحاد وبدینی کا اظہار کرتے تھے غرض کہ قرامطہ کا فتنہ اسلام کے لیے ایک عظیم الشان فتنہ تھا، جو اللہ کے گھر تک پہونچ کر قتل وغارت کرتا تھا، مگر کچھ ہی دنوں کے بعد اللہ تعالی نے ظلم وستم کی جڑ وبنیاد کھود دی، اور آج ان ملحدوں اور بددینوں کا کہیں نشان باقی نہیں۔

امام احمد بن حسین ابوزرعہ رازیؒ

حضرت امام ابوزرعہ صغیر احمد بن حسین بن علی بن ابراہیم بن حکم رازی متوفی ۳۹۰ھ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے زبردست عالم تھے اور احادیث کی عالی سندوں کے لیے بہت سے علمی اسفار کیے، آپ کے حدیث کے اساتذہ اور شیوخ میں ہندستان کے ایک محدیث ابوالفوارس سندی مصریؒ بھی ہیں، چودہ سال کی عمر میں پہلا علمی سفر ۳۲۴ھ میں عراق کا کیا، آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وبلغنا انه مات بطريق مكة سنة خمس وسبعين وثلاث مائة رحمه الله تعالىٰ۔ (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۹٤)

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ مکہ مکرمہ کے راستہ میں ۳۷۵ھ میں فوت ہوئے، اللہ کے گھر کی راہ میں جان دینے والے پر اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے گا، اور وہ قیامت کے دن اللہ کے گھر کی راہ میں سے اٹھ کر اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

امام ابوبشر احمد بن حمدان حلوائیؒ

حضرت امام حافظ احمد بن حمدان بن علی بن سنان نیسا پوری حیری متوفی ــــــ کے متعلق امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

الحافظ، الزاهد القدوة المجاب الدعوة.

آپ حافظ حدیث، زاہد، مستجاب الدعا، پیشوائے دین تھے۔

آپ کے صاحبزادے ابو عجرد کا بیان ہے کہ والد محترم نے بڑھاپے میں امام ابو یعلی کی خدمت میں محمد بن عباد عن ابن عیینہ کی حدیث کے لیے موصل کا سفر کیا، اسی طرح عمران بن موسی بن مجاشع کے پاس تحویل قبلہ کی ایک حدیث کے بارے میں جرجان کا سفر کیا، میرے والد شب بیدار تھے اور ان کے تمام اولاد عابد وزاہد تقی، ان کے تذکرہ میں آپ کے نواسے فوت ابو بشر حلوانی کے بارے میں ہے کہ

وکا ن ابن بنت الشیخ أبو بشر الحلوا ني اوحدوقته و شیخ الحرم بقي الیٰ سنة ست وثما نین وثلا ث مائة.

(تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۹٤)

شیخ احمد بن حمدان کے نواسے ابو بشر حلوانی یکتائے روزگار اور شیخ الحرم تھے وہ ۳۸٦ھ تک حرم محترم کی مشیخیت پر باقی رہے۔

حضرت امام احمد بن حمدان حیری خود بہت بزرگ عالم دین تھے، اللہ کے یہاں ان کی مقبولیت کا حال یہ تھا کہ وہ قبولیت دعا میں مشہور ہو گئے تھے، انہوں نے اپنی اولادوکو اپنی راہ پر چلایا اور ان کی ایسی تربیت کی کہ سب اولاد آپ کے نقش قدم پر چلی، پھر حسن تربیت کا یہ سلسلہ اولا در اولاد منتقل ہوا، چناں چہ آپ کے صاحبزادوں نے اس ورثہ کو اپنے لڑکے ابو بشر حلوانی تک اس طرح منتقل کیا کہ

نانا کے تذکرہ میں نواسے کا ذکران کے مفاخر ومناقب میں شمار ہونے لگا، جن آباء واجداد نے اپنی اولاد کی تربیت اس طور پر کی کہ ان کی اولاد میں شیخ الحرم پیدا ہوں ان کی خوش قسمتی اور حسن نیت کا کیا کہنا؟ اے مسلمانو! اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دو کہ وہ اسماعیلی راہ پر چل کر حرم محترم کو آباد کریں، اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ان کے بیٹے اسماعیلؑ نے تعمیر حرم میں حصہ لیا اس طرح تمہاری اولاد اس کی تعمیر میں حصہ لے۔

امام احمد بن شعیب نسائیؒ

حضرت امام شیخ الاسلام قاضی ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی سنان بن بحر خراسانی نسائی متوفی ۳۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سنن نسائی'' حدیث کی مشہور کتاب عام طور سے پڑھی پڑھائی جاتی ہے، اور آپ اپنے وطن نسا سے نکل کر مصر میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تھے، زقاق القنادیل میں رہتے تھے، بڑے خوب صورت اور حسین وجمیل آدمی تھے، آپ کے چار چار بیویاں تھیں، ان کے ساتھ باندیاں بھی تھیں۔

علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے، ایک مرتبہ جہاد کے شوق میں امیر مصر کے ہمراہ نکلے تو اس سفر میں بھی تمام سنت تک کی پابندی کرتے رہے، آپ نے اس سفر میں عیسائیوں کی قید سے مسلمان قیدیوں کے چھڑانے میں نمایاں کام کیے نیز امیر مصر کی مجلس اور اس کے

دستر خوان سے ہمیشہ بچتے رہے، اس علمی، دینی اور مخلصانہ زندگی کے ساتھ دمشق میں یہاں تک رہے کہ خوارج نے آپ کو شہید کر دیا، آپ آخری عمر میں مصر سے دمشق گئے تھے، وہاں خوارج نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں جو آپ کی کتاب سنن نسائی کی احادیث ہیں سوالات کیے اور آپ کے دونوں خصیوں کو تکلیف پہونچاتے رہے، یہاں تک کہ آپ کو مسجد سے باہر نکال دیا، امام دار قطنی کا بیان ہے کہ آپ حج کے ارادے سے چلے دمشق میں جا کر آپ کو ایک سخت فتنہ سے دوچار ہونا پڑا، اور اسی میں شہید ہوئے۔

فقال احملونی الی مكةفحمل وتوفی بها وهو مدفون بین الصفاوالمروة.(الدرر الكامنة ص ٣٤١)

آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے مکہ اٹھا کر لے چلو چنانچہ اسی حال میں آپ کو مکہ لایا گیا اور یہیں پر آپ کی وفات ہوئی، آپ صفا اور مروہ کے درمیان دفن کیے گئے۔

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی علم و فضل میں گزاری، اپنا وطن چھوڑ کر مصر میں مقیم ہوئے، وہاں سے دمشق پہنچے جہاں خوارج نے حضرت معاویہؓ کے فضائل احادیث کا بہانہ کر کے آپ کو جامع دمشق میں اتنا مارا کہ اسی میں آپ کی شہادت ہوگئی، شہادت سے پہلے آپ نے وصیت کی کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اللہ کے جوار میں لے جا کر دفن کیا جائے، آپ کی اس آخری اور مقدس آرزو کو پورا کیا گیا، آپ مکہ شریف لائے گئے، جہاں آپ کا وصال ہوگیا، صفا اور مروہ کے

مابین مدفون ہوئے، افسوس کہ آپ کی قبر کا آج صحیح نشان نہیں ملتا ہے، صفا سے مروہ جاتے ہوئے دائیں ہاتھ پر مسعیٰ سے کچھ دور ایک گلی میں غالبا آپ کا مزار واقع ہے۔ محترم حافظ محمد صدیق الیمنی نے ۱۳۷۵ھ کے ایام حج میں ایک مرتبہ ادھر سے گزرتے ہوئے مجھ سے فرمایا تھا کہ یہیں کہیں حضرت امام نسائی مدفون ہیں، اللہ تعالی امام نسائی کی قبر پر رحمت کی بارش کرے اور انہیں کروٹ کروٹ نوازے۔

شیخ الاسلام احمد بن عبدالرحمٰن مقدسیؒ

شیخ الاسلام قاضی القضاۃ احمد بن عبدالرحمٰن مقدسیؒ صالحی حنبلی متوفی ۶۸۹ھ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور کمسنی میں حدیث کا سماع کیا جب کہ عام طور سے سماع نہیں کیا جاتا، دمشق کی جامع مظفری میں آپ کے وعظ کا حلقہ ہوتا تھا اور جامع دمشق میں حنابلہ کے حلقہ کی امامت آپ کے سپرد تھی، بڑی آن بان کے بزرگ تھے، آپ کے خاص خاص اوصاف یہ تھے:

وکان یرکب الخیل ویلبس السلاح ویحضر الغزوات وحج مرارا. (طبقات الحنابلة ج۲ ص۳۲۲)

آپ گھوڑے کی سواری فرماتے ہتھیار پہنتے، اور جہاد وغزوات میں شریک ہوتے تھے، آپ نے متعدد بار حج بھی کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن عبدالرحمٰن مقدسی ایک طرف جامع مظفری کے سب سے بڑے واعظ اور مذکر تھے تو دوسری طرف جامع دمشق کے امام تھے، ان دو اہم

خدمات کے ساتھ ساتھ دینی علوم وفنون کی ترویج واشاعت وتعلیم وتدریس کا مقدس مشغلہ بھی جاری تھا۔ جب کہ قاضی القضاۃ کے منصب پر رہ کر مسلمانوں کے قضایا ومعاملات کا فیصلہ بھی کرنا پڑتا تھا، اوران تمام دینی مشاغل کے ساتھ اللہ کی راہ میں لڑنے کا شوق اس قدر تھا کہ معمولی خدمت گذار کی طرح نہیں بلکہ اسلام کے جری سپوت کی طرح جنگی اسلحہ جات کے ساتھ میدان جنگ کے شہ سوار بھی تھے، اور قلم کا یہ دھنی تلوار کے جوہر بھی دکھاتا تھا، مسند درس کا یہ معلم میدان جنگ میں بہادر سپاہی بھی تھا۔ اور سب سے آخری اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ آپ نے دونہیں متعدد حج ادا فرمائے، اور حرمین شریفین کی بار بار حاضری سے تقدیس و روحانیت حاصل فرمائی اور یہی علمی وعملی جامعیت تھی، جس نے آپ کو شیخ الاسلام کا نہایت موزوں ومناسب خطاب بخشا۔

امام احمد بن خطیب بغدادیؒ

محدث شام وعراق، امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بغدادی متوفی ۴۶۰ھ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۹۲ھ میں ہوئی، آپ کے والد عراق کے ایک قصبہ درزنجان کے خطیب تھے، قرآن وحدیث کے عالم تھے اور اس علمی تعلق کی بنا پر انہوں نے اپنے لڑکے کو بچپن ہی میں ۴۰۳ھ میں حدیث کا سماع کرایا، بچپن کے علمی شوق وذوق نے خطیب بغدادی کا سینہ علم کی دولت کے لیے کھول دیا اور وہ طالب علمی کے لیے مختلف ملکوں کا سفر کر کے اسلوبی علوم میں یکتائے

زمانہ ہوئے، خاص طور سے اسلامی تاریخ اور علوم حدیث میں انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں اورامت مسلمہ کے علمی ورثہ میں بہترین سرمایہ چھوڑا، علامہ سمعانی نے ان کی چھوٹی بڑی ۵۶ تصانیف کا شمار کرایا۔

خطیب بغدادی نے ۴۱۲ھ میں بغداد سے بصرہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے احادیث کا سماع کیا، اسی طرح مصر، نیسا پور، اصبہان، دینور، ہمدان، کوفہ رے، حرمین شریفین، دمشق، قدس، اور صور وغیرہ میں گھوم گھوم کر وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا۔

وكان مجيئه إلى دمشق سنة خمس وأربعين وأربع مائة ثم حج، ثم قدم الشام سنة احدى و خمسين فسكنها احدى عشرة سنة.

(تذكرة الحفاظ ج٢ ص٣١٣)

آپ ۴۴۵ھ میں دمشق تشریف لائے، پھر فریضہ حج ادا فرمایا اور ۴۵۱ھ میں شام آکر گیارہ سال تک مقیم رہے۔

خطیب بغدادی ۴۴۵ھ میں دمشق آئے اور حج کر کے ۴۵۱ھ میں شام لوٹے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کم وبیش چھ سال تک حرمین شریفین میں بسر کر کے علم وفضل سے اکتساب کیا، مکہ مکرمہ کی مقدس ساعتوں میں تحصیل علم وفضل کا اندازہ علامہ سمعانی کی اس روایت سے ہوتا ہے۔

وقرأ بمكة على كريمة الصحيح في خمسة أيام .

(تذكرة الحفاظ ج۲ص ۳۱٤)

خطیب نے مکہ مکرمہ میں صرف پانچ دن میں محدثہ کریمہ سے صحیح بخاری پڑھی۔

ابوالفرج اسفرائینی کا بیان ہے:

کان الخطیب معنا فی الحج فکان یختم کل یوم قریب الغیاب قراء ة ترتیل ثم یجتمع علیه الناس وهو راکب فیقولون حدثنا فیحدث .

خطیب بغدادی ہمارے ساتھ حج میں تھے، وہ روزانہ سورج ڈوبتے ڈوبتے قرآن شریف ختم ترتیل اور قرأت کے ساتھ پڑھ لیا کرتے تھے، جب وہ ختم قرآن سے فارغ ہوجاتے تو لوگ ان کے پاس جمع ہوجاتے، وہ اپنی سواری پر ہوتے اور لوگ حدیث بیان کرنے کے لیے گذارش کرتے تو حدیث بیان کرتے تھے۔

خطیب بغدادی نے مکہ مکرمہ میں علم وفضل کی تحصیل وتبلیغ میں جس انداز سے کام کیا ہے، اس کا نقشہ مذکورہ بالا تصریح سے بخوبی ہوسکتا ہے، ایک واقعہ خود خطیب کی زبانی سنیئے۔

ان الخطیب ذکر أنه لما حج شرب من ماء زم زم ثلا ث شربات وسأل الله ثلاث حا جا ت أخذا با لحدیث ماء زم زم لما شرب له فا لحا جة الأولیٰ أ ن یحدث بتا ریخ بغدا د بها الثا نیة أن علی الحدیث بجا مع المنصور الثا لثة أ ن یدفن عند بشر

الحافي فقضیٰ الله له ذلك.

(تذكرة الحفاظ ج ٣ ص ٣١٦)

خطیب کا بیان ہے:

جب انھوں نے حج کیا تو زم زم کا تین گھونٹ پی کر اس حدیث کی رو سے کہ جس نیت سے زم زم پیا جائے، وہ پوری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے اپنی تین مرادیں مانگی (۱) اپنی تاریخ بغداد کی روایت بغداد میں کر سکیں (۲) جامع منصور بغداد میں حدیث کا درس دے سکیں (۳) حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تینوں مرادیں پوری کیں۔

ان پاک آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے قدرت کی طرف سے کیا کیا عجائبات ظاہر ہوئے، اس کی تفصیل بہت دلچسپ ہے، تاریخ بغداد کے پڑھانے کا واقعہ حضرت مکی رمیلی کی زبانی سنیے، ان کا بیان ہے کہ میں ۱۲/ ربیع الاول ۴۶۳ھ کی رات میں سویا تھا، خواب میں دیکھا کہ حسب عادت ہم لوگ خطیب کے پاس تاریخ بغداد پڑھنے کے لیے موجود ہیں اور امام شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی ان کے دائیں جانب ہیں اور شیخ نصر بن ابراہیم کے دائیں جانب ایک صاحب تشریف فرما ہیں، مجھ سے ان کے بارے میں کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تاریخ سننے کے لیے تشریف لائے ہیں، اس نے اس خواب کی تعبیر نکالی کہ یہ ابوبکر خطیب بغدادی کی جلالت شان ہے، یاقوت حموی نے تاریخ بغداد کو بغداد میں بھی پڑھانے کی

تصریح کی ہے۔(معجم الادباء ج۴ ص۱۶)

آپ کی یہ کتاب تاریخ بغداد اورتاریخ مدینۃ السلام چودہ جلدوں میں ہزاروں صفحات پر مصر میں نہایت آب وتاب سے شائع ہو چکی ہے، الحمدللہ کہ اس کتاب سے استفادہ اوراس کے مطالعہ کی سعادت ہمیں بھی متعدد بار حاصل ہو چکی ہے، اوراس طرح خطیب بغدادی کی دعا کے کچھ چھینٹے اپنے دامن داغ دار پر بھی آ چکے ہیں، اللہ تعالی اپنی رحمت سے ہمارے دامن جسم وروح کو معصیت کے داغوں سے پاک وصاف فرمائے، آمین۔

علامہ یاقوت حمویؒ نے ''معجم الادباء'' میں خطیب بغدادی کے تذکرہ میں ان کے جامع منصور میں حدیث کے املاء کرانے کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ خطیب کی حج وزیارت سے واپسی کے بعد ان کو حدیث کا ایک جزء مل گیا جس میں خلیفۂ وقت القائم بامر اللہ عباسی کا سماع موجود تھا، خطیب اس جزو کو لے کر خلیفہ کے پاس گئے، اور خلیفہ سے اس جزء کی اجازت طلب کی، خلیفہ نے کہا کہ یہ علم حدیث میں بہت بڑے آدمی ہیں، ان کو میرے سماع کی حاجت نہیں ہے، شاید کوئی دوسری ضرورت ہو، اور اس کے لیے وسیلہ ڈھونڈ رہے ہوں، ان سے معلوم کرو کہ کیا ضرورت ہے، جب معلوم کیا گیا تو خطیب نے کہا کہ مجھے جامع منصور میں حدیث املاء کرانے کی اجازت دی جائے، خلیفہ نے نقیب النقباء کو کہلا بھیجا کہ خطیب کو جامع منصور میں حدیث کے املاء کی اجازت دے دو، چناں چہ نقیب نے آپ

کے پاس آکر اجازت دی۔

(معجم الادباء ج ۴ ص ۱۶)

اسی پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ خطیب کی روایت واملاء اور مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ رئیس الرؤساء نے تمام قصاص وو عاظ کو ہدایت کردی کہ کوئی شخص اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث مجمع میں پیش نہ کرے، جب تک کہ اسے ابوبکر خطیب کے سامنے پیش کر کے سند نہ لے لے، اس ہدایت کے نتیجہ میں خطیب جس حدیث کے بیان کرنے کا حکم کرتے واعظ اور قاص اسے بیان کرتے اور جس سے منع کرتے اس کو چھوڑ دیتے۔ (معجم الادباء ج ۴ ص ۱۶)

یہ تو خطیب کی حدیث میں مقبولیت اور سند عام ہوئی اب ذرا ان کے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہونے کی دعا کی قبولیت کی داستان بھی سنئے۔

خطیب کی وفات سے بہت پہلے سے ابوبکر بن زہرا صوفیؒ نے بشر حافیؒ کی قبر کے پہلو میں اپنی قبر تیار کر رکھی تھی۔ ان کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ وہاں جاتے، اس میں قرآن کی تلاوت کرتے اور سوتے تھے، خطیب نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ انہیں بشر حافیؒ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ محدثین کی ایک جماعت ابن زہرا صوفی کے پاس گئی اور کہا کہ آپ اپنی تیار کردہ قبر میں خطیب کو دفن کرنے کی اجازت دیں اور ایثار سے کام لیں، انھوں نے صاف انکار کردیا، لوگ وہاں سے

نا امید ہو کر ابو سعد صوفیؒ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا، انھوں نے ابن زہرا کو بلا کر فرمایا کہ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے آپ اپنی قبر خطیب کو دے دیں لیکن یہ فرمایئے کہ اگر حضرت بشر حافیؒ زندہ ہوتے اور آپ ان کے پہلو میں بیٹھے ہوتے اور اسی حال میں خطیب آجاتے تو کیا وہ پیچھے بیٹھتے، اور کیا آپ کے لیے یہ مناسب ہوتا کہ آپ خطیب سے اعلیٰ ہو کر بیٹھیں، ابن زہرا نے کہا کہ نہیں بلکہ میں فوراً کھڑا ہو جاتا اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتا۔ ابو سعد نے کہا کہ اس وقت بھی آپ کی طرف سے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ یہ بات سن کر ابن زہرا نے ہنسی خوشی کے ساتھ لوگوں کو خطیب کو اپنی قبر میں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔ زم زم شریف پیتے وقت کی دعا کی قبولیت و اجابت امام خطیب بغدادی کے بارے میں جس طرح ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح اللہ کے بے شمار بندوں کے حق میں بھی ظاہر ہو چکی ہے۔

خطیب بغدادی نصف رمضان میں بیمار پڑے اور دوا علاج کے باوجود مرض بڑھتا ہی گیا حتیٰ کہ ذی الحجہ میں آپ کی طرف سے بالکل نا امیدی ہوگئی، آپ نے ابو الفضل بن خیرون کو بلایا اور اپنی تمام کتابیں وقف کر کے ان کی تحویل میں دیں، اور تمام دوست علماء و محدثین میں اور دیگر کار خیر میں خرچ کر دی۔

جس وقت آپ کا جنازہ مدرسہ نظامیہ کے قریب ایک حجرہ سے نکالا گیا تو علماء، فقہاء اور عوام کا ایک عظیم الشان مجمع پیچھے پیچھے چلا، نہر معلیٰ پار کرنے کے بعد دجلہ کے پل سے گذرا، اور جامع منصور میں پہنچایا گیا، جہاں نماز ادا کی گئی، آپ کا

جنازہ جس شان سے نکلا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے جنازہ کے آگے آگے ایک جماعت یہ کہتے ہوئے چلتی تھی۔

هذا الذي كان يذب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
هذا الذي كان ينفى الكذب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
هذا الذي كان يحفظ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم .

(تذکرۃ الحفاظ، معجم الادباء)

یہ اس محدث کا جنازہ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کرتا تھا، یہ عالم رسول اللہ ﷺ کی ذات سے جھوٹ اور افتراء کو دور کرتا تھا، یہ بزرگ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا حافظ تھا۔

جب ارباب علم و فضل اور دین اسلام کے خادم دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا اسی طرح ان کا ماتم کرتی ہے۔ اور بستی کی بستی اپنی محرومی پر آنسو بہاتی ہے۔ علماء اسلامی بلاد کی رونق ہوتے ہیں، ان سے مسلمانوں کی بستی میں نور و سرور ہوتا ہے اور دین و دیانت کا نظام حاکم رہتا ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی علثیؒ

حضرت ابوبکر احمد بن علی علثی متوفی ۵۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم دین ہونے کے ساتھ بڑے باخدا بزرگ اور عابد و زاہد ہیں۔ قاضی ابویعلی حنبلی سے احادیث کا سماع کیا اور ان ہی سے کچھ فقہ حنبلی کی کتابیں پڑھیں، اس عالم دین اور

باخدا بزرگ کا ذریعہ معاش یہ تھا۔

وکان یعمل بیدہ یجصص الحیطان.

اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے، دیواروں کو چونے سے گچ بناتے تھے۔

کچھ زمانہ کے بعد یہ کام ترک کر کے یہ زندگی اختیار کر لی۔

ولازم المسجد یقرئ القران و یؤم الناس.

پھر مسجد میں بیٹھ گئے قرآن کے درس دیتے تھے اور لوگوں کی امامت کرتے تھے۔

اس زمانہ میں قناعت، توکل اور ایک دنیا سے بے نیازی کا عالم یہ تھا کہ آپ بڑے ہی پرہیزگار تھے کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی سے اپنی کسی دنیاوی ضرورت کے بارے میں سوال کرتے تھے اور اپنے کام سے کام رکھتے تھے، رات دن اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے تھے، نماز، روزہ بہت زیادہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں بہت آگے تھے۔ ان ہی اوصاف کے باعث آپ تمام لوگوں کے نزدیک یکساں قوم کے مکرم تھے۔

لکھا ہے کہ آپ ہر رات کو تن تنہا دریائے دجلہ کے کنارے تشریف لے جاتے اور اس سے ایک کوزہ پانی لے کر روزہ افطار فرماتے تھے۔ اپنی ضروریات کے لیے خود دوڑ دھوپ فرماتے اور کبھی کسی سے مدد نہیں چاہتے تھے۔

جس باخدا، متدین، خوددار، عابد و زاہد اور توکل علی اللہ کی زندگی بغداد میں اس شان سے گذرتی تھی اس کا حج کس شان کا ہوتا رہا ہوگا۔ اس کو صاحب طبقات

الحنابلہ کی زبان سے سنئے۔

وکان اذا حج یزور القبور بمکة ویجئ الیٰ قبر الفضیل بن عیاض و یخط بعصاہ ویقول یا رب ھھنا یارب ھھنا .

جب آپ حج فرماتے تو مکہ مکرمہ میں مزارات کی زیارت کرتے تھے۔اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مزار کے پاس جاکر اپنی چھڑی سے لے کر کھینچتے اور فرماتے اے رب! یہاں پر،اے رب! یہاں پر۔

مکہ مکرمہ میں اللہ کے پاک بندوں کے ساتھ سونے اور ان ہی کے ساتھ اٹھنے کی یہ مقدس آرزو کس طرح پوری ہوتی ہے۔ یہ حسین داستان بھی اسی راوی کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے۔

فاتفق انه خرج فی سنة ثلاث و خمس مائة الیٰ الحج وکان قدوقع من الجمل فی الطریق دفعتین و شھدعرفة محرماً وبه بقیة من ألم الوقوع وتوفی عشیة ذالك الیوم . یوم الأربعاء یوم عرفة فی أرض عرفات فحمل الی مکة فطیف به البیت ودفن یوم النحر الی جنب الفضیل ابن عیاض رضی الله عنه .

(طبقات الحنابلة ج۱ص ۱۰۵)

اتفاق کی بات کہ جب آپ ۵۰۳ھ میں حج کے لیے نکلے تو راستے میں اونٹ پر سے دو مرتبہ گرے اور بحالت احرام وقوف عرفہ فرمایا، حالانکہ چوٹ کی

تکلیف ابھی تک باقی تھی ، چنانچہ اسی روز چہار شنبہ شام ہوتے ہوتے میدان عرفات میں فوت ہوئے ، وہاں سے آپ کی نعش مبارک مکہ مکرمہ لائی گئی ، اور اسے بیت اللہ شریف کا طواف کرایا گیا اور دسویں ذی الحجہ کو حضرت فضیل بن عیاضؒ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

اللہ اکبر ! ارباب دل اور اہل صفا کی آرزوئیں کیسی اہتمام و شان سے پوری ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو کس کس طرح سے نوازتا ہے۔ سوچو کہ امام ابوبکر علشیؒ کی مقدس آرزو کو پورا کرنے کے لیے کیا بہانہ ڈھونڈھا گیا۔ اب کے بار ایک نہیں دو مرتبہ آپ کجاوہ سے گرے، حالاں کہ اس سے پہلے متعدد حج فرمائے ، مگر کبھی یہ حادثہ پیش نہیں آیا، چوٹ ، زخم اور درد و الم کے باوجود آپ نے ذوق شوق سے وقوف عرفہ بحالت 'احرام' فرمایا۔ یوم عرفہ کو جب اللہ کی رحمت لاکھوں انسانوں کو نوازتی ہے تو امام علشی کو اس سے کیا حصہ ملا ؟ یہ کہ عرفات کے مقدس میدان میں شام کے وقت جب کہ حجاج کے ڈیرے اکھڑتے ہیں۔ اور وہ قافلہ در قافلہ مزدلفہ کی مقدس رات میں شب باشی کے لیے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں ۔ عین اسی وقت حضرت امام علشیؒ کی روح نے ملاء اعلیٰ کا رخ کیا اور مزدلفہ کی متبرک رات جوار رحمت کے حظیرۂ قدس میں بسر کی، اس عاشق صادق کا جنازہ اس دھوم دھام سے نکلا کہ کعبہ کا طواف کرایا گیا، گویا یہ ان کے لیے طواف زیارت تھا، پھر ان کی دیرینہ تمنا اور مقدس آرزو پوری ہوگئی کہ حضرت امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو

مبارک میں جگہ ملی۔قربان جایئے! ایسی موت کے اور قربان جایئے ایسی موت والے کے۔

احمد بن ابو حفص نسفیؒ

ابو اللیث احمد بن ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسمٰعیل نسفی رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم دین تھے۔وعظ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

امام سمعانی فرماتے ہیں:

كان فقيهاً ، فاضلاً واعظاً كاملاً. آپ فقیہ، فاضل، واعظ، اور کامل تھے.

آپ حج وزیارت کے ارادے سے اپنے وطن شریف سے نکلے اور ۵۵۱ھ میں بخارا تشریف لائے۔پھر بغداد پہنچ کر دو ماہ قیام فرمایا، پھر وہاں سے نصفہ پہنچے۔

فلما وصل الى قوص خرج جماعة من أهل القلاع و قطعوا الطريق على القافلة فقتل يوم الاثنين السابع والعشرين من الجمادى الاولى سنة اثنتين و خمسين و خمسمائة بقرية كوف من نواحي بسطام . (الفوائد البهية ص١٦)

اور جب آپ مقام قوص میں پہنچے تو وہاں کے قلعہ جات سے ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے نکل کر قافلہ پر ڈاکہ مارا۔اسی میں آپ دوشنبہ ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۵۵۲ھ کو بسطام کے قریب کوف نامی ایک گاؤں میں شہید کردیئے گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت احمد بن ابو حفص نسفی حج زیارت سے واپس ہو رہے تھے اور وطن کی راہ میں بسطام کے قریب ڈاکوؤں نے آپ کو شہید کیا۔ اگلے زمانہ میں سفر کی جو تکالیف تھیں ان کا اندازہ اس قسم کے واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں حج و زیارت کے لیے نکلنا واقعی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر نکلنا ہوتا تھا اور وہی لوگ اس راہ میں نکلتے تھے، جن کو اپنی جان سے پیارا اپنے اللہ و رسول کا فرمان ہوتا تھا۔ اور حج زیارت کی برکتوں کو حاصل زندگی سمجھتے تھے۔ مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں ہر خطرے سے بالاتر ہو کر نکلے اور اس راہ میں موت آجائے تو اپنے کو کامیاب اور خوش نصیب سمجھے۔

امام احمد بن فرح اشبیلی دمشقیؒ

حضرت امام حافظ زاہد شیخ المحدثین شہاب الدین ابو العباس احمد بن فرح بن احمد لخمی اشبیلی شافعی متوفی ۶۹۹ھ رحمۃ اللہ علیہ اندلس کے رہنے والے تھے اور دمشق میں مستقل قیام ہو کر نزیل دمشق ہو گئے تھے۔ علامہ ذہبی کے استاذ ہیں آپ کا ایک مستقل حلقہ درس تھا۔ جس میں آپ حدیث اور اس کے تمام فنون کی تعلیم دیتے تھے، علم و فضل، عقل و فہم، دین و دیانت، متانت و سنجیدگی میں اپنا جواب آپ تھے۔

واسرته الفرنج ثم نجاه الله وحج.

(تذکرة الحفاظ ص۲۶۷)

آپ کو فرنگیوں نے قید کرلیا تھا۔ پھر اللہ نے نجات دی تو آپ نے حج ادا فرمایا۔

چھٹی ساتویں صدی میں مسلمانوں اور مسیحیوں کی مذہبی لڑائیوں کا میدان ارض مقدس کا علاقہ تھا۔ جہاں ہمیشہ باہمی جنگ و جدال رہا کرتی تھی۔ رومی درندے وقتاً فوقتاً اسلامی سرحدوں پر ڈاکے مارتے تھے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرتے تھے۔ اور ان کو پکڑ لے جاتے تھے۔ امام شہاب الدین اشبیلی بھی ایک مرتبہ اس کی زد میں آگئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو جلدی نجات دی تو انھوں نے فوراً حج ادا فرمایا۔

حج جب فرض ہوجاتا ہے تو اس میں تاخیر کی گنجائش رہتی ہے۔ مگر معلوم نہیں، کب کیا ضرورت درپیش آجائے، اس لیے اسے جلد سے جلد ادا کرنا چاہئے۔ امام شہاب الدین نے نصاریٰ کی قید سے چھوٹ کر فوراً ہی اس لیے حج ادا فرمایا کہ معلوم نہیں کب کیسا وقت آجائے اور حج وزیارت بھی نصیب ہو یا کہ نہ ہو، اس لیے حج وزیارت سے سبکدوش ہونا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادیؒ

حضرت امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اسلام کے اہم ترین مفاخر اور عظیم الشان برکات میں سے ہے، آپ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کوایک لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، تقویٰ، خداترسی، دینداری، زہد عبادت اور علم وعمل میں آپ کی ذات بے مثل تھی۔ مسئلہ خلق قرآن کے فتنہ میں آپ کی ذات اسلام کے حق میں فتنہ کے مقابلہ میں لوہے کی دیوار ثابت ہوئی اور اسلام کی طرف سے دفاع کرکے آپ نے رمضان میں ارباب جاہ وحشمت کے اسی کوڑے کھائے۔ آپ کے جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئی تھیں۔ آپ کے صاحب زادے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے:

وحج أبي خمس حجات ثلاث حجج ماشيا واثنتين راكبا، وانفق في بعض حجاته عشرين درهماً.

(صفة الصفوة ومناقب الامام أحمدبن حنبل جوزي)

میرے والد نے پانچ حج ادا فرمائے ہیں ان میں سے تین حج پیدل چل کر ادا کیے اور دو سواری سے جاکر، اور ایک مرتبہ پورے سفر حج میں صرف بیس درہم (کم وبیش پانچ روپئے) خرچ کیے۔

بغداد سے مکہ مکرمہ کا سفر امام احمد بن حنبل جیسے تارک الدنیا بندہ خدا کے لیے وہ بھی نہایت عسرت اور تنگ دستی میں، خدا ہی جانتا ہے کہ کتنا پر لطف اور اطمینان بخش رہا ہوگا۔ اور اجابت وقبولیت منزل بمنزل کس اندازہ سے ان کا استقبال کرتی رہی ہوگی۔ اس کا ندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں، جن کے پاس دل ہو اور جو اللہ کے لیے پیدل نکلیں اور اس سفر کے تمام حقوق اور آداب کی پوری پوری

رعایت کریں۔

امام علی بن مدینی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ جا رہا تھا، امام احمد بن حنبلؒ نے اس موقع پر بڑے حسرت وافسوس کے ساتھ فرمایا:

إنی لاحب ان اصحبك الی مكة وما یمنعنی من ذالك الا انی أخاف ان أملك او تملنی.

میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ہمراہ مکہ چلوں، مگر اس ڈر سے نہیں چلتا کہ ایسا نہ ہو کہیں میں آپ پر یا آپ مجھ پر بار نہ محسوس ہونے لگیں۔

جب میں ان کو خدا حافظ کہنے کے لیے گیا تو کہا کہ ابو عبد اللہ! آپ کچھ وصیت فرمایئے تو آپ نے یہ جامع وصیت فرمائی۔

الزام التقویٰ قلبك والزام الاٰخرة أمامك .

(صفة الصفوة ج۲ص ۱۹۲)

ہاں دل میں تقویٰ رکھو، اور اپنا نصب العین آخرت کو بناؤ۔

اللہ اکبر! اپنے دوست کے ہمراہ اس کے مکہ مکرمہ کا سفر کرنا ایک دوسرے کے لیے کسی طرح سے بار نہ بن جائیں اور سفر وحضر میں کسی قسم کی گرانباری نہ ہو، تقویٰ اور خدا ترسی کی انتہائی منزل ہے اور سفر کے اسلامی آداب وحقوق کا انتہائی پاس ہے۔

اس سے اندازہ لگایئے کہ جو لوگ سفر حج میں قافلہ والوں سے لڑائی جھگڑا

کرتے ہیں اور بات بات پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں، وہ اس مقدس سفر کی عظمت واہمیت سے کس قدر غافل ہیں، حالانکہ قرآن حکیم میں صاف موجود ہے کہ

فلا رفث و لا فسوق ولا جدال فی الحج .

حج کے اندر بیہودہ بات، اور فسق وفجور اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔

حضرت امام احمد نے شاید اسی آیات مبارکہ کے پیش نظر غایتِ تقویٰ کی بنیاد پر ساتھ لانے سے معذرت فرمائی تھی۔

پھر آپ نے اپنے دوست علی بن مدینی کی خواہش پر جو نصیحت فرمائی ہے، وہ حج وزیارت کی روح ہے۔ اور اس پر عمل کے بغیر اس عبادت کی حقیقت سے مسلمان ناواقف رہ جاتا ہے، اگر زمانۂ حج وزیارت کے لیے تقویٰ اور مستقبل کے لیے آخرت کا تصور ہو تو یہ سفر اور عبادت اجابت وقبولیت سے معمور ہو جائے اور ان دونوں بتوں کے بعد اس مقدس عبادت کا اصلی رنگ آدمی پر چڑھ جائے۔

امام اسحاق ابن راہویہؒ کا بیان ہے کہ میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا، ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔

تعال حتیٰ أریك رجلاً لم تر عیناك مثله .

آؤ! میں تمہیں ایک ایسے آدمی کو دکھاؤں کہ اس جیسا ولی تمہاری آنکھوں نے نہیں دیکھا ہے۔

اس کے بعد آپ نے مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۹۲)

حج میں اہل علم وفضل ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اور سعادت مند روحیں ایک دوسرے کی زیارت سے مسرور ہوتی ہیں۔

اس واقعہ سے امام احمد اور امام شافعیؒ دونوں حضرات کے مقام علم وفضل کی بلندی کا پورا اندازہ ہوتا ہے، اور اللہ کے گھر کی برکت سے دلوں کی نورانیت کا صحیح علم ہوتا ہے۔

زمانۂ طالب علمی میں آپ کے قیام مکہ کا واقعہ آپ کے ایک ساتھی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ میں حضرت سفیان ابن عُیینہ کے یہاں مقیم تھے اتفاق سے کئی دن تک ہمیں امام احمد بن حنبل نظر نہ پڑے۔ آخر جب ہم لوگ ان کی تلاش کے لیے نکلے تو گھر والوں نے کہا کہ وہ گھر کے فلاں کمرے میں موجود ہیں۔ جب ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور ان کے جسم پر دو پھٹے پرانے کپڑے ہیں۔ ہم نے پوچھا کہ ابوعبداللہ! کیا بات ہے، کئی دن سے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا، آپ نے جواب دیا کہ میرے کپڑے چوری ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ کچھ دینار میرے پاس ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو قرض لے لیں۔ اگر چاہیں تو یوں ہی دوستانہ میں نے لے لیں۔ آپ نے انکار کیا۔ آخر میں میں نے کہا اچھا اجرت پر کچھ میرے لیے کتابت کر دیجئے، تب آپ نے ہاں کہا۔ میں نے دینار نکال کر دینا چاہا۔ تو انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جاؤ تم ہی

میرے لیے ایک کپڑا خرید لاؤ اور اسے دو ٹکڑے کردو تا کہ ایک کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنالوں، چناں چہ میں نے ایسا ہی کیا۔

راوی نے وہ کتاب بھی اس موقع پر دکھائی جسے امام صاحب نے اجرت پر لکھا تھا۔ اور کہا کہ امام کے ہاتھ کی یہ تحریر اسی وقت کی ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۹۴)

امام ابوسعد احمد بن محمد اصبہانی بغدادیؒ

حضرت امام حافظ محدث ابوسعد احمد بن محمد بن حسن بن علی اصبہانی ابن بغدادی متوفی ۵۴۰ھ رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ میں پیدا ہوئے اپنے وطن سے تحصیل کر کے سولہ سال کی عمر میں بغداد کا علمی سفر کیا، بڑے زبردست امام حدیث اور عابد وزاہد بزرگ ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔

حج ابن سعد ؟ احدى عشرة حجة و تردد مراراً، و سمعت منه كثيراً ورأيت أخلاقه اللطيفة و محاسنه الجميلة .

ابوسعد نے گیارہ حج ادا فرمائے اور بار بار حرمین شریفین آتے گئے، میں نے ان سے بہت کچھ حدیثیں سنی ہیں۔ اور ان کے اخلاق جمیلہ اور محاسن لطیفہ کا تماشہ دیکھا ہے۔

حضرت ابوسعد بغدادی کے گیارہ حج کی، کیا کیفیت تھی اور کس وجد و ذوق

کے عالم میں آپ یہ اسفار کرتے تھے۔اس کا اندازہ علامہ ابوسعد سمعانی کے اس بیان سے ہوسکتا ہے۔

رأيته في طريق الحج وقد تغير ويبس شدقه من الصوم في القيظ وكان يملي في بعض الأوقات وقد نزع قميصه .

میں آپ کو سفر حج میں دیکھا کہ آپ بالکل متغیر ہو گئے تھے، سخت گرمی میں روزہ رکھنے کی وجہ سے آپ کا کلہ سوکھ گیا تھا، اس عالم میں بھی بعض اوقات کرتا اتار کر حدیث کا املا کراتے تھے۔

ابوسعد سمعانی کا بیان ہے کہ امام ابوسعد ابن بغدادی حج سے واپس آئے تو اصبہان کی خلق کثیر نے آپ کا استقبال کیا۔آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مجمع کی رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔جب اصبہان کا شہر بالکل قریب آگیا تو آپ نے گھوڑے کو ایڑ ماری اور جلدی سے شہر میں داخل ہو گئے۔اس کی وجہ فرمائی کہ میں نے اس عمل سے سنت پر عمل کرنا چاہا۔بڑے عابد وزاہد اور نیک سیرت عالم تھے، میں نے ان سے حرمین شریفین میں احادیث کا املاء کیا ہے اور انہوں نے بھی مجھ سے وہاں احادیث لکھی ہیں۔امام ابوسعد بغدادیؒ کی وفات بھی حج ہی کے راستہ میں ہوئی۔علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

توفي في رجوعه من الحج بنهاوند في ربيع الاول سنة أربعين وخمس مائة و حمل الىٰ أصبهان . (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص٧٧،٧٨)

آپ حج سے واپس ہوتے ہوئے نہاوند میں ربیع الاول ۵۴۰ھ میں فوت ہوئے اور آپ کی نعش مبارک اصبہان لائی گئی۔

غربت و مسافرت کی اس موت میں امام ابوسعد کو کیا کچھ مزہ آیا ہوگا اس کا اندازہ وہ یا پھر اہل دل ہی کر سکتے ہیں۔ جو اس سفر حج کی لذتوں اور اس کی سعادتوں سے واقف ہیں۔

شیخ الاسلام ابوطاہر احمد بن محمد سلفی اصبہانی ؒ

شیخ الاسلام عماد الدین امام ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم اصبہانی متوفی ۵۷۶ھ رحمۃ اللہ علیہ، سلفی کے لقب سے مشہور ہیں، سلفہ ان کے دادا احمد کا لقب تھا، جس کے معنی موٹے ہونٹ والے کے ہیں۔

آپ نے سترہ سال کی عمر میں جب کہ چہرہ پر بال بھی نہیں اگے تھے لوگوں کو حدیث کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ چھٹی صدی کے تمام دینی و علمی مرکزوں میں جا کر تحصیل علم کی اور وہاں کے علماء اور محدثین سے احادیث کا سماع فرمایا۔

و بمكة من الحسين بن علی الطبری وبالمدينة ابا الفرج القزوينی .

چناں چہ مکہ مکرمہ میں حسین بن علی طبری سے اور مدینہ منورہ میں ابو الفرج قزوینی سے روایت کی۔

ابتداء میں سخت محتاج تھے مگر اسکندریہ میں ایک ایسی عورت سے شادی کی

جس کے پاس باغات تھے، اس کے بعد سے آپ کو فراخی اور دولت و شوکت کی کثرت سے ہوئی، پھر ایک امیر نے شہر اسکندریہ میں آپ کے لیے ایک مدرسہ بنوایا اور اس پر اوقاف مقرر کیے۔

امام سلفی کتابوں کے جمع کرنے کے لیے بڑے شیدائی تھے جو کچھ مال و دولت ہاتھ میں آجاتا، کتابوں کی قیمت میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپ کے پاس کئی کتب خانے تھے۔ جن میں آپ ہمیشہ مطالعہ کیا کرتے تھے۔ چونکہ اسکندریہ سمندر کے کنارے واقع ہے اور وہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے اس لیے اکثر کتابوں میں عفونت پیدا ہوگئی۔ اور کتابیں پلٹ گئیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۹۱، ۹۵)

ہمارے علماء کے ذاتی کتب خانے اتنے زبردست اور شاندار ہوا کرتے تھے کہ آج کل کی بڑی بڑی لائبریریاں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہیں۔ اب مسلمانوں علم کا ذوق کم ہو رہا ہے۔ تو یہ عظیم الشان کتب خانے بھی اٹھتے جارہے ہیں اور بڑے بڑے علماء کی ناخلف اور نالائق اولاد ان کو ردی کے بھاؤ بیچ کر اپنا کام چلاتی ہے۔

احمد بن محمد بشتی خارزنجیؒ

آپ علم و ادب وغیرہ میں اپنے زمانہ کے امام تھے اور آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ یاقوت حموی معجم الادباء میں ان کے علم و فضل اور امامت و تقدم کی دلیل یوں بیان کرتے ہیں۔

فان فضلاء عصره شهدوا له لما حج بعد الثلاثين و ثلث

مائة و شهد له ابو عمر الزاهد صاحب ثعلب و مشائخ العراق بالتقدم۔

جب آپ نے ۳۳۰ھ کے بعد حج کیا تو آپ کے زمانہ کے علماء اور فضلاء نے آپ کے علم و فضل کی گواہی دی، خاص طور سے حضرت ابوعمر زاہد و تلمیذ ثعلب اور مشائخ عراق نے آپ کی برتری کی شہادت دی۔

نیز اس مسئلہ سفر میں جب آپ بغداد گئے تو اہل بغداد باوجود یہ کہ علم و فن میں بہت آگے تھے اپنی عربیت اور لغت دانی پر سخت تعجب کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ خراسانی عالم کبھی کسی عربی صحرا میں نہیں گیا، لیکن آج وہ ادب عربی کا امام ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان کو جواب دیا کہ میں دو عرب علاقوں کے مابین رہتا ہوں ایک بست اور دوسرا طوس۔ آپ رجب ۳۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

(معجم الادباء ج ۴ ص ۲۰۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۰۵)

حج و زیارت کے مبارک سفر میں ہر شخص کھل جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی کی مخفی قدریں اجاگر ہو کر لوگوں کے سامنے آجاتی ہیں تمام نیک لوگ نیکی میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ اور برے لوگ برائی میں کھل جاتے ہیں۔ اور اثنائے سفر ہی میں سب کی قلعی کھل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک سفر کو ہمارے لیے حجت بنائے، اور ہم پر اسے حجت نہ گردانے۔ (آمین)

امام ابوالعباس احمد بن محمد بن رومیہ اشبیلیؒ

حضرت امام حافظ ناقد ابوالعباس احمد بن محمد بن مفرج بن عبد اللہ اموی اندلسی اشبیلی دہری متوفی ۶۳۷ھ ،نباتی اور عشاب کی نسبت سے مشہور ہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے یہاں گھاسوں اور جانوروں کے چاروں کی تجارت ہوتی تھی ۔اباد کا بیان ہے ۔

وكان له بالنبات الحشائش معرفة فاق بها أهل العصرو جلس فى دكان يبيعها سمع منه اجل أصحا بنا .

آپ کو سوکھے چارے میں بڑیا معلومات تھیں،علمی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ آپ اپنی دکان میں بیٹھ کر چارہ بیچا کرتے تھے،ہمارے بڑے بڑے حضرات نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے،آپ مقابلہ میں سب سے آگے رہتے تھے ۔

اندلس کے علمائے حدیث وفقہ سے علم کی تحصیل کے بعد مشرقی عالم کا رخ کیا پہلے حج کیا پھر مختلف بلاد سے علم کی دولت جمع کی ۔

ثم حج ورحل الى العراق وسمع من أصحاب الفرادى و ابى الوقت .

پھر آپ نے حج ادا کر کے عراق کا سفر کیا اور وہاں پر امام فرادی کے شاگردوں سے اور ابوالوقت سے حدیث کا سماع کیا ۔

اللہ تعالیٰ نے اس گھسیارے کو علم وفضل کی جس دولت سے نوازا تھا، اس پر ہماری تمہاری زندگیاں قربان ہوں ۔ چارہ فروش میں علم دین کی جو خدمت امام ابوالعباس اشبیلی نے انجام دی ہے، وہ امت مسلمہ کے عظیم الشان کارناموں میں ایک روشن شاہکار ہے ۔ سچ ہے علم وفضل تجارتوں اور پیشوں سے بالاتر ہے ۔

امام احمد بن محمد طلمنکی اندلسیؒ

حضرت امام حافظ، مقری ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ معافری اندلسی متوفی ۴۲۹ھ رحمۃ اللہ علیہ ''عالم اہل قرطبہ'' کے لقب سے پکارے جاتے ہیں ۳۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور حدیث کی پہلی روایت ۳۶۲ھ میں کی، اندلس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مشرق کا رخ کیا تو سب سے پہلے حج ادا کر کے حرمین شریفین کے علماء سے اکتساب علم فرمایا۔

وحج فا خذ عن أبی الطاهر محمد بن محمد الجعفی و یحیٰ بن الحسین المطلبی و بالمدینة عن ابی بکر القاسم الجوهری وأبی العلاء بن ماهان .

آپ نے حج ادا کر کے ابو طاہر محمد بن محمد بن جعفی اور یحیٰ بن حسین مطلبی سے مکہ مکرمہ میں روایت کی اور مدینہ منورہ میں ابوبکر قاسم جوہری اور ابوالعلاء بن ماہان سے روایت کی ۔

اس کے بعد دمیاط اور قیروان وغیرہ سے تحصیل علم کرتے ہوئے کثیر علوم

لے کر اندلس پہنچے، ذہبیؒ کا بیان ہے۔

وکان راسافي علم القرآن حروفه واعرابه ناسخه و منسوخه وأحكامه و معانيه ، وكان ذاعناية تامة بالحديث و معرفة الرجال ، حافظاً للسنن ، اماماً،عارفاً با صول الديا نة عالی الاسناد ، ذاهدی ، وسمت واستقا مة . (تنکرة الحفاظ ج۳ص ۲۸۰)

آپ قرآن کے علوم، اس کے حروف، اعراب، ناسخ و منسوخ، احکام، معانی میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ساتھ ہی علم وحدیث اور اسماء الرجال کے عالم، سنت کے حافظ، اصول دیانت کے عارف، عالی اسناد اور بڑی اونچی صفت کے حامل بزرگ تھے۔

آپ بدنیتوں اور ہوا پرستوں کے حق میں شمشیر برہنہ تھے، شریعت کے معاملات میں نہایت غیور اور سخت تھے، مدتوں ایک مسجد کے امام رہے اس کے بعد لوگوں کو اپنے علم سے فیض پہونچایا۔

جن لوگوں نے حرمین شریفین کو اپنے علم کا مرکز بنایا اور وہاں کے علماء سے اخذ علم فیض کیا، وہ اس طرح دیندار اور مسلمانوں کے لیے نفع بخش رہے۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی علمی برکتوں کو بڑھائے اور وہاں اچھے اچھے علماء وفضلاء پیدا ہوں تاکہ حرمین کی علمی تاریخ پھر اپنے کو دہرائے۔

امام احمد بن محمد بن الاعرابی صوفیؒ

حضرت امام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم بصری صوفی متوفی ۳۴۰ھ رحمۃ اللہ علیہ، کی کنیت "ابن الاعرابی" ہے۔ اور اس سے آپ مشہور ہیں، آپ کا تذکرہ امام ذہبی یوں شروع کرتے ہیں۔

الإمام، الحافظ، الزاهد، شيخ الحرم .

آپ امام، حافظ الحدیث، زاہد اور شیخ الحرم ہیں۔

آگے چل کر کہتے ہیں۔

وكان ثقةً، ثبتاً، عارفاً، عابداً، ربا نياً، كبير القدر، بعيد الصيت . (تذكرة الحفاظ ج٣ص٦٦)

آپ نہایت ثقہ، ثبت، اور عارف باللہ اور عابد ربانی تھے، بڑے جلیل القدر اور مشہور روزگار تھے۔

آپ نے شیخ وقت حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت ابو احمدؒ کی صحبت سے روحانی فیض اٹھایا تھا، اور علم حدیث میں امام اور حافظ و ثقہ عابد ربانی تھے، فرماتے تھے معرفت کی حقیقت جہالت کا اعتراف کر لینا ہے، تصوف کی پوری حقیقت فضول باتوں کا چھوڑ دینا ہے، اور زاہد کی حقیقت بقدر ضرورت چیزوں کا استعمال کرنا ہے، اور معاملہ کی حقیقت اچھائی کا درجہ بدرجہ استعمال کرنا، اور رضا کی حقیقت اعتراض کو

چھوڑ دینا ہے، اور عافیت کی حقیقت تکلف کو بلا تکلف ترک کر دینا ہے۔

آپ نے بصرہ کی ایک بڑی تاریخ لکھی تھی، جس میں بصری علماء کے حالات تھے، اسی طرح آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب ''طبقات النساک'' تھی۔

ان تمام خصوصیات میں جو خصوصیت نمایاں ہے، وہ آپ کا شیخ الحرم ہونا ہے، اللہ کے گھر میں مشیخت اور پیشوائی کا عہدہ مل جانا، ہر عالم اور زاہد و متقی کے نصیب میں نہیں ہوتا، اور جن کے نصیب میں ہوتا ہے، وہ ہر جگہ اور ہر دور میں نہیں پائے جاتے۔

امام احمد بن محمد بن شرقی نیساپوریؒ

حضرت امام حافظ، حجت ابو حامد احمد بن محمد بن حسن نیساپوری متوفی ۳۲۵ھ رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم کے شاگرد رشید ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

وكان وحيدعصره حفظا واتقاناً و معرفة، حج مرات .

(تذكرة الحفاظ ج۳ ص۳۹)

آپ حافظ اور علمی بصیرت میں یکتائے روزگار تھے، کئی مرتبہ حج ادا فرمایا۔

ایک مرتبہ امام ابن خزیمہ نے ابو حامد ابن شرقی کو دیکھا تو بے ساختہ فرمایا، ابو حامد کی ذات کذب علی الرسول اور لوگوں کے مابین پردہ بن گئی ہے، یعنی ابو حامد کی ذات کو ہوتے ہوئے کسی انسان کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی جھوٹ بات کی نسبت کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

زندگی میں بار بار حج کرنے کے علاوہ طالب علمی کے دور میں بھی آپ نے مکہ مکرمہ جا کر وہاں کے علماء سے حدیث کی روایت کی، چناں چہ عبداللہ بن ابومیسرہ سے آپ نے وہیں تعلیم حاصل کی۔

صدر الائمہ امام احمد بن محمد بن نبردویؒ

حضرت صدر الائمہ امام ابوالمعالی احمد بن محمد بن نبردوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد صدر الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں، آپ مدت دراز تک بخارا کے قاضی تھے۔

وكان إماماً، فاضلاً، مفتياً، مناظراً.

آپ بہت بڑے امام، فاضل، مفتی، اور مناظر تھے۔

اس زبردست عالم دین کی وفات کہاں ہوئی، کیسے ہوئی؟ اور تدفین کہاں ہوئی؟ ان تمام باتوں کو چند لفظوں میں سنئے۔

توفي بسرخس سنة اثنين وأربعين و خمس مائة منصرفامن الحجاز، بعد الحج، ثم حمل الى بخارا و دفن فيها.

(الفوائد البهية ص١٩)

امام صدر الائمہ ۵۴۲ھ میں سرخس میں فوت ہوئے، جب کہ آپ حج کر کے حجاز سے واپس ہو رہے تھے، آپ کی نعش مبارک سرخس سے بخارا لے جائی گئی اور وہیں تجہیز و تکفین ہوئی۔

آپ نسف میں پیدا ہوئے، حجاز گئے راستہ میں واپسی پر بیمار ہوئے، سرخس میں فوت ہوئے اور وہاں سے بخارا لاکر دفن کردیئے گئے۔ ذرا غور کرو انسان کہاں پیدا ہوتا ہے، کہاں کہاں رہتا ہے، اور کہاں دفن کیا جاتا ہے۔ اللہ کی اس قدرت کا پورا پورا ظہور سفر حج ہوا کرتا ہے، اللہ کے بہت سے وہ بندے جن کی مٹی مکہ کی ہوتی ہے، کس کس طرح اس پاک سرزمین میں دفن ہوتے ہیں، موت مکہ مکرمہ میں آئے یا مدینہ منورہ میں، کسی کو جنت المعلی نصیب ہو یا جنت البقیع، یا حجاز پاک کے کسی مقام پر موت آئے یا پھر اس مقدس سفر میں آتے جاتے فرشتۂ اجل آجائے، بہرحال موت کی یہ تمام منزلیں قابل رشک ہوتی ہیں اور اجر وثواب کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ حضرت صدر الائمہ نے مبارک سفر حج میں اپنے غریب الوطنی کی بیماری، غریب الوطنی کی شہادت کو جس انداز میں جمع کیا ہے، اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے، جو زندگی بھر گھر سے قدم نہ نکالتے ہوں، اور جہاں پیدا ہوتے ہیں، وہیں مرنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔

احمد بن محمد شافعیؒ

حضرت احمد بن محمد بن احمد بن محمد شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے ادیب اور فقیہ تھے، ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے، آپ کی زندگی کی امتیازی شان یہ ہے۔

وکان کثیر الحج والمجاورة له .

آپ نے حج بہت زیادہ کیے ہیں، اور اللہ کے حرم میں بہت قیام کیا ہے۔

ایک ادیب وشاعر کی یہ زندگی بڑی ہی قابل رشک ہے کہ صرف ایک دو حج نہ کرے بلکہ ''کثیر الحج'' ہو اور ساتھ ہی حرم پاک کے جوار میں زندگی کے لمحات کو اکثر وبیشتر گذارا بھی ہو، جب ہی تو حضرت احمد بن محمد شافعی کی اس امتیازی شان کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے گنبد خضرا کے مکین ﷺ کی محبت سے بھی خوش نصیبی کا بڑا حصہ پایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں نہایت عمدہ عمدہ قصائد لکھے ہیں۔

آپ ایک زمانہ میں مصر میں حکومت وقت کی طرف سے شکر بنانے کے کارخانوں کے افسر مقرر کیے گئے اور ان شوگر فیکٹریوں کی نگرانی کرتے تھے، نیز مدتوں درس وتدریس کی خدمت بھی انجام دی ہے، اور ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری کے بعض اجزاء کی شرح بھی لکھی ہے، جمادی الاخری ۷۸۸ھ میں فوت ہوئے۔

(الدرر الکامنہ ج۱ ص ۲۴۹)

فیکٹریوں اور کارخانوں کے چلانے والے اور روزگار کرنے والے حضرات کے لیے ایسے بزرگوں کے اندر عبرت وبصیرت کے بڑے بڑے مواقع موجود ہیں۔ حضرت احمد بن محمد شافعی ادیب وشاعر بھی ہیں اور شوگر فیکٹریوں کے افسر اعلیٰ بھی، مدرس ومعلم بھی ہیں اور مصنف وشاعر بھی، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ آپ ''کثیر الحج والمجاورۃ'' بھی ہیں، زندگی کے جھمیلے میں

اللہ ورسول کی اطاعت کس طرح کی جاتی ہے۔حرمین شریفین کی قدر و قیمت کس طرح محسوس ہوتی ہے اوران سے محبت وعقیدت کا طور وطریقہ کیا ہوتا ہے۔ان تمام باتوں کا جواب ہمیں ایک احمد بن محمد شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے مل سکتا ہے۔

احمد بن محمد سمنانی بیانانکیؒ

حضرت احمد بن محمد سمنانی بیانانکی کا لقب علاء الدین اور رکن الدین ہے۔

آپ ذی الحجہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کے بارے میں امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ علوم وفنون کے بہت بڑے امام اور جامع تھے،قرآن حکیم کی تلاوت اکثر کیا کرتے تھے۔عوام وخواص میں علم وفضل اور زہد وکمال کی وجہ سے ان کی بڑی عزت تھی۔آپ کی سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں خوبی یہ تھی:

وحج مراراً. آپ نے بار بار حج ادا کیے۔

بار بار حج ادا کرنا اس تعلق کی وسعت و کثرت کی دلیل ہے، جو ایک مسلمان کو اللہ کے گھر سے ہوتا ہے اور جس کی طرف بشرط وسعت عمر میں ایک مرتبہ جانا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے بار بار حج و زیارت کرنے والوں کی زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے گھروں سے بہت مانوس ہوتی ہے۔ایسی زندگی جنت الفردوس کی وارث ہوتی ہے۔

حضرت احمد سمنانی کے پاس کافی جائداد اور ملکیت تھی، اس سے سالانہ

ے ہزار کی آمدنی ہوتی تھی، جسے آپ اپنے اقرباء اور رشتہ داروں پر خرچ فرماتے
تھے۔ اور فراخی سے حج وزیارت کا موقع ملتا تھا۔ جو لوگ دل والے ہیں اور اللہ نے
ن کو جائداد، زمین داری یا دوسری دولت دی ہے، وہ اس طرح سے اللہ کے بندوں
خرچ کرتے ہیں، اللہ کی راہ میں اسے لگاتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ بدنصیب
ں وہ زمین دار، مال دار اور خوش حال جو ہر قسم کی آسانی ہونے کے باوجود حج و
یارت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات بھی کچھ کم نہیں ہیں، تین سو سے
ئد کتابیں ہیں آپ نے مختلف ملکوں اور شہروں کی سیر وسیاحت بھی کی اور ''تاتار''
تبریز'' اور بغداد وغیرہ میں سکونت کی ہے، رجب ۷۳۶ھ میں فوت ہوئے۔

(الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۲۵۱)

جائداد اور زمین رکھ کر علمی اور تصنیفی کام کرنا اور پھر حج پر حج کرنا نیز اس
، ساتھ سیر وسیاحت کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو دل زندہ رکھتے ہیں اور دین و
ن کی ذمہ داری کا پاس رکھتے ہیں۔ ورنہ بہت سے یہ سکون کی زندگی پا کر بھی کچھ
ں کرتے۔

احمد بن محمد طبری مکیؒ

حضرت امام احمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ طبری مکی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب
ں الدین ہے۔ آپ ۶۹۳ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے بڑے بڑے فقہاء و
ثین سے تعلیم حاصل کر کے بہت سے لوگوں کو فقیہ و محدث بنایا، بہت بڑے

گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔خود بھی ذاتی وجاہت، اور سرداری و سیادت کے مالک تھے، مگر نفس میں ذرہ برابر برتری کا خیال نہیں تھا۔ نہایت صالح و فاضل بزرگ تھے۔ مصر میں سعید السعداء کی خانقاہ میں قیام کرنے کی سعادت حاصل فرمائی، بعد میں مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حج کے بعد ان مقدس مقامات کو اپنے اطمینان وسکون کا سہارا سمجھا، جہاں دنیا کے بے کل لوگوں کو سکون وراحت کی دولت ملتی ہے۔

ورجع الیٰ مکة فانقطع، و جاور بالمدینة من سنین ۳۷ الیٰ ۴۱ فاقام بمکة الی ان حضرا جله .

آپ مصر کی خانقاہ سے مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور یہیں پر رہ کر دنیا سے الگ تھلگ ہوگئے، نیز مدینہ منورہ میں چار سال تک ۳۷ھ سے ۴۱ھ تک مجاورت اور اقامت اختیار کی، پھر مکہ مکرمہ آکر مقیم ہوگئے۔ اور وہیں وفات پائی۔

آپ نے مکہ مکرمہ میں ذی قعدہ ۴۲ھ میں وفات پائی۔

(الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۲۴۴)

امام احمد بن طبری مکیؒ کو نہ خاندانی جاہ وحشمت بھاسکی، نہ ذاتی عزت و وقار کی دنیا راس آئی۔ علم و عمل کے ساتھ ساتھ تقویٰ پہلے ہی سے موجود تھا، مصر کی ایک مشہور خانقاہ میں گئے مگر دل کی منزلیں اور کہیں تھیں، وہاں سے مکہ مکرمہ آئے، حج ادا کیا اور دنیا کی شان وشوکت سے برطرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو اپنے کاروان حیات کی آخری منزل بنالیا۔

مکہ مکرمہ میں رہے تو دل مدینہ منورہ کی طرف کھنچتا رہا اور مدینہ منورہ گئے تو دل حرم مکی کے لیے بے قرار رہا۔ اس اضطراب و بے قراری کے عالم میں آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی اور مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین میں دفن کیے گئے۔

احمد بن محمد بن علی مصریؒ

حضرت امام احمد بن محمد بن علی مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب نجم الدین ہے اور ''ابن الرفعہ'' کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ۶۴۵ھ میں پیدا ہوئے، فقہ کی تعلیم اپنے وقت کے بڑے بڑے ائمہ علم وفن سے حاصل کی اور یکتائے زمانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ فقہ میں آپ ضرب المثل بن گئے، اس کے علاوہ آپ عربی ادب اور اصول وغیرہ میں بھی ماہر تھے۔ ابتدا میں مصر میں سرکاری محکمۂ احتساب کے صدر بنائے گئے۔ جس میں عوام کے اخلاق و عادات اور دینی معاملات کی جانچ پڑتال ہوتی تھی۔ پھر ترقی کرکے نائب الحکومت بنادیے گئے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد دل نے آواز دی کہ اے ابن الرفعہ! تیرا منصب یہ نہیں ہے، تو اور کسی کام کے لیے ہے۔ اس احساس کے پیدا ہوتے ہی آپ سرکاری کاموں کو چھوڑ کر دینی کاموں میں لگ گئے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد ۷۰۷ھ میں ایک بڑے قافلے کے ساتھ حج ادا فرمایا۔

آپ جس طرح باطن میں نہایت حسین اور پاکیزہ تھے۔ اسی طرح ظاہری

شکل وصورت کے اعتبار سے بھی بہت ہی حسین وجمیل تھے۔طلبہ پر بڑی کرم کی نگاہ رکھتے تھے۔اوران کی ہر ضرورت کو پورا کرتے تھے۔حج وزیارت کے بعد جب زندگی کا رخ بدلاتو محسوس کیا کہ اس مقدس راہ میں خدمت خلق کرنا بڑی عبادت ہے۔ اور حاجیوں کے لیے راستہ سے مشکلات کا دور کرنا ایمان کی علامت ہے۔ چنانچہ اس پاک جذبہ اور لطیف احساس کے ماتحت امام احمد بن محمد مصریؒ نے نہر سویز کے قریب مصری اور مغربی حجاج کرام کے لیے ایک مسافر خانہ بنوا کر اسے وقف کر دیا۔ آپ نے رجب ۷۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الدرر الکامنہ ج اص ۲۸۵)

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کے مدینۃ الحجاج سے حاجیوں کو کس قدر آرام پہنچا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خدمت کا کیا صلہ دیا ہوگا، اس کا اندازہ کرنا ہو تو بمبئی شہر میں حجاج کرام کے لیے حاجی صابو صدیق مسافر خانہ کو دیکھو کہ یہ مسافر خانہ حجاج کی خدمت کے لیے شان دار موقع کی شکل میں موجود ہے۔ جہاں ہر سال کتنے ہزار حجاج آکر ٹھہرتے ہیں، کچھ اندازہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو جس بانی نے بنوا کر اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے اسے کتنا اجر وثواب ملتا ہوگا۔ اور آج جو لوگ حجاج کرام کی خدمت کرتے ہیں، ان کو اس کا کیا صلہ ملے گا۔ آپ کی انجمن خدام النبی اور البلاغ بھی اس سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

امام احمد بن محمد مصعبی مروزیؒ

حضرت امام فقیہ ابو بشر احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب بن بشر بن فضالہ

مروزی متوفی ۳۲۳ھ رحمۃ اللہ علیہ سنت کی ترویج اور بدعت کی رد میں بڑی شیریں زبانی سے کام لیتے تھے۔ یکتائے زمانہ ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک آپ حدیث وضع کرنے میں مشہور ہیں۔ لیکن چونکہ اس ایک عیب کے مقابلہ میں آپ کے محاسن بہت ہیں، اس لیے محدثین نے آپ کی روایات میں تحقیق سے کام لیا، مگر آپ کے احترام پر حرف نہیں آنے دیا۔

جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں پر محمد بن مظفر بزاز تھے، آپ نے حدیث بیان کی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴)

حضرت امام مصعبیؒ نے اپنے پیش رو علماء اور محدثین کی طرح حج کے مقدس اجتماع میں تعلیم و تعلم کا مشغلہ جاری رکھا۔

شمس الدین احمد بن موسی خیالیؒ

حضرت شیخ شمس الدین احمد بن موسی خیالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، پھر ترکی کے مشہور عالم مولیٰ خضر بیگ کی خدمت میں پہنچے، جو ان دنوں بردسا کے شاہی مدرسہ میں مدرس تھے۔ بعد میں آپ بھی وہیں ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب رمنیق کے ایک مشہور عالم اور مدرس حضرت تاج الدین ابن خطیب کا وصال ہوا تو سلطان محمد خاں کے سامنے وزیر محمود پاشا نے علامہ خیالی کے نام کو مدرس کے لیے پیش کیا، سلطان نے کہا کہ اسی عالم نے ''شرح عقائد'' کا حاشیہ لکھا ہے، جو خیالی کے نام سے مشہور ہے،

جس میں تمہارا نام درج ہے، وزیر موصوف نے کہا ہاں! یہ سن کر سلطان نے کہا کہ یہ عالم ابن خطیب کی جگہ مدرسہ زنیق میں مدرس کے مستحق ہیں۔

ادھر وزیر سلطان سے علامہ خیالی کے لیے اس عہدہ جلیلہ کی سفارش کر رہا تھا اور سلطان کو ان کے حق میں راضی کر رہا تھا، اور ادھر ان ہی دنوں میں علامہ خیالی حج کی تیاری میں مصروف تھے۔ اتفاق سے اسی درمیان میں علامہ خیالی قسطنطنیہ تشریف لائے، جب وزیر نے اس واقعہ کی خبر دی تو اس وقت علامہ خیالیؒ نے جو جواب دیا ہے، اسے سنیے:

فقال ان أعطيتني وزارتك وأعطاني السلطان سلطنته لا أترك هذا السفر.

(الفوائد البهية ص ۲۰ تذكرة الحفاظ ج ۲ ۲۸۱)

اب اگر تم مجھے اپنی وزارت دے دو، یا سلطان ترکی اپنی سلطنت دیدے تب بھی اس مبارک سفر کو ملتوی نہیں کرسکتا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حج و زیارت سے واپسی کے بعد مدرسی قبول کی، مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۸۲۰ھ کے اوائل میں فوت ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۳ رسال کی تھی، رات دن علم وعبادت میں لگے رہتے تھے، حد درجہ نحیف تھے رات دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔

اللہ اکبر! حج وزیارت کے بدلے وزارت وسلطنت بھی منظور نہیں تھی۔ بھلا!

اللہ ورسول کے ان نیاز مندوں کی بے نیازی کا اندازہ ہم گرفتارانِ ہوا و ہوس کیا کر سکتے ہیں؟ حرمین وشریفین کی دید وزیارت وسلطنت کی قربانی سچے مسلمان ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔ حافظ شیرازی نے اپنے محبوب کے خدوخال پر سمرقند و بخارا نثار کیا اور اپنے شاعرانہ حوصلہ مندی کی داد حاصل کی تو علامہ خیالی نے حرمین شریفین کی متاع گراں مایہ پر وزارت وسلطنت نثار کر کے اللہ کے یہاں اپنا مقام پیدا کرلیا، آج اس دل وجگر کا کہیں نام ونشان بھی ہے، اور کوئی متقی سے متقی مسلمان اس قربانی کے لیے تیار ہے؟

امام احمد بن ہارون بردیجیؒ

حضرت امام حافظ ابوبکر احمد بن ہارون بن روح بردیجی متوفی ۳۰۱ھ رحمۃ اللہ علیہ بعد میں مستقل طور سے بغداد میں رہنے لگے اور نزیل بغداد کہلائے بڑے بڑے ائمۂ حدیث نے آپ سے استفادہ کیا اور ان کے بارے میں نہایت عمدہ رائے ظاہر کی ہے، مشہور امام حدیث ابوعبداللہ حاکم کا بیان ہے:

سمع منه شيخنا أبو علي الحافظ بمكة سنة ثلاث و ثلاث مائة .

امام بردیجی سے ہمارے استاد حافظ ابوعلی نے مکہ مکرمہ میں ۳۰۳ھ میں حدیث کا سماع کیا۔

تحقیق یہ ہے کہ امام بردیجی اس سے دو سال پہلے ہی ۳۰۱ھ میں وفات پاچکے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حاکم کے استاد حافظ ابوعلی نے آپ سے

مکہ مکرمہ میں حدیث کا سماع کیا مگر سن کی تعیین بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ بہر حال امام احمد بن ہارون بردیجی نے اپنے وطن سے نکل کر بغداد میں سکونت اختیار کی اور اسی دوران مکہ مکرمہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ معلوم نہیں یہ سلسلہ درس صرف ایام حج میں تھا یا مستقل طور سے کچھ زمانہ تک قائم رہا۔ مکہ مکرمہ کی مرکزیت اور اس کی برکت کا یہ پہلو بہت نمایاں ہے، کہ ہر زمانہ میں وقت کے فضلاء وہاں موجود رہا کیے ہیں۔

افسوس کہ حجاز میں ترقی کے اس نیک دور میں حرمین شریفین میں علمائے سلف جیسے فضلائے روزگار بہت کم ملتے ہیں، بلکہ نہ ملنے کے برابر ہیں۔

ابوزرعہ احمد بن محمد استرآبادیؒ

امام ابوزرعہ احمد بن محمد بن احمد ہارون جرجانی استرآبادی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث وفقیہ ہارون بن احمد کے بھتیجے ہیں۔ آپ جرجان کے شہر استرآباد میں رہتے تھے۔ مگر وہاں دین ودیانت کی روح کو سکون نصیب نہیں ہوا، اور تسکین قلب کے لیے آپ نے مکہ مکرمہ کی راہ لی، حج ادا فرمایا، اور وہیں بود وباش اختیار کر لی۔ پھر ایک زمانہ کے بعد معلوم نہیں کن حالات میں مجبور ہو کر مکہ مکرمہ سے استرآباد کے لیے روانہ ہوئے، اور بصرہ کی راہ سے وطن لوٹے، مگر راستہ سے آپ کا پتہ نہ چلا آپ کیا ہوئے، یہ حادثہ ۳۸۰ھ سے پہلے کا ہے۔

انتقل الیٰ مکة و تاهل بها ثم خرج من مكة على طريق

البصرة، قبل الثمانين و ثلاثمائة فافقد.

(تاریخ جرجان ص۴۶۹)

آپ استرآباد سے منتقل ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں اہل وعیال کے ساتھ رہنے لگے، پھر بصرہ کے راستے سے مکہ مکرمہ سے ۲۸۰ھ سے پہلے واپس ہوئے مگر راستے میں کہیں کھو گئے۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ علم وفضل اور تقویٰ کا یہ جوہر مکہ مکرمہ کی آب وتاب لے کر واپس ہوتے ہوئے بصرہ کی راہ میں کہاں گم ہو گیا۔ بادیۃ العرب کے ریگستان نے اسے چھپا لیا، یا تشنگی نے اسے آگے بڑھنے نہ دیا، یا ریگستانی ڈاکوؤں نے اس متاع گراں مایہ کو لوٹ لیا۔ اللہ تعالیٰ دین ودیانت اور علم وفضل کے اس کاروان گم شدہ پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔

واقعہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ کی بات ہو یا آج کل کا معاملہ ہو، سفر بہرحال سفر ہے اور معلوم نہیں غریب الوطنی میں کس وقت کیا حادثہ پیش آجائے، ویسے بھی انسان کو ہر وقت مرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور حرمین شریفین کے راستہ کی موت تو بڑی قابل رشک ہوتی ہے۔

اسحاق بن شیث صفارؒ

شیخ اسحاق بن شیث رحمۃ اللہ علیہ صفار کی نسبت سے مشہور ہیں، ہماری زبان میں ٹھٹھیرا کہتے ہیں۔ جو تانبے، پیتل وغیرہ کے برتن بناتے اور بیچتے ہیں۔

آپ کے یہاں بھی یہی کام ہوتا تھا، آپ کے بارے میں مورخوں کا قول ہے:

كان ثقة ، فاضلًا.

آپ علم میں نہایت ثقہ اور بڑے فاضل تھے۔

آپ کے صاحب زادے، ابونصر احمد بن اسحاق صفار کا ذکر ہو چکا ہے۔

قدم بغداد حاجاً سنة خمس وأربعمائة ، و حدث بها عن نصر بن اسماعيل الكيساني. (الفوائد البهية ص ۲۰)

سحاق بن شیث صفار ۴۰۵ھ میں حج کے سلسلہ میں بغداد آئے اور یہاں پر امام نصر بن اسماعیل کیسانی سے حدیث پڑھی۔

جیسا کہ متعدد حجاج کے تذکرے میں گزر چکا ہے۔ آپ سفر کی دشواریوں کے پیش نظر سفر حج میں مختلف اسلامی اور علمی شہروں کا دورہ فرما کر بغداد آئے اور وہاں کے سب سے بڑے محدث حضرت امام نصر بن اسماعیل سے حدیث پڑھی، واقعہ یہ ہے کہ سفر حج ہر طرح دینی، روحانی اور علمی فوائد کے حصول کے لیے بڑا سازگار ہوتا ہے اور ایک سفر میں انسان متعدد مقاصد پورے کر لیتا ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ سفر حج میں جو مقاصد دین سے متعلق ہوتے ہیں اور کسی بھی درجہ میں ان کا واسطہ دین سے ہوتا ہے، نہایت حسن و خوبی سے انجام کو پہنچتے ہیں۔ بخلاف جو لوگ سفر حج میں سراسر دنیاوی فوائد و منافع کے پھیر میں رہتے ہیں، وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں، بعد میں ان کے حج کا بھرم جاتا

رہتا ہے۔زبان خلق ایسے لوگوں کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار نہیں کرتی۔

امام ابوسعد اسماعیل بن احمد اسماعیلی جرجانیؒ

حضرت امام ابوسعد اسماعیل بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس اسماعیلی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں فقہ، اصول فقہ، عربیت، کتابت، شروط اور علم کلام میں سب سے آگے تھے۔ اصول فقہ میں ایک بہت بڑی کتاب ''تہذیب النظر'' کے نام سے لکھی ہے، مدت دراز تک فقہ کا درس دیا ہے، جرجان، طبرستان اور دوسرے شہروں کے بہت سے علماء ان کے یہاں سے پڑھ کر نکلے ہیں، بے شمار خصائل حمیدہ اور صفات محمودہ کے مالک تھے۔تقویٰ، پرہیزگاری، خوش خلقی، خوش روئی، سخاوت اور کھانے کھلانے اور مال لٹانے میں مشہور زمانہ تھے۔

امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم السہمی متوفی ۴۲۷ھ تاریخ جرجان میں لکھتے ہیں:

و حججت معه سنة أربع و ثمانين حيث رجع من نصف البادية و حج فی سنة خمس و ثمانين الی أن رجع الی وطنه كنت معه لم ارأه تغير عن خلقه النفيس كان معظماً مبجلا فی جميع البلدان. (تاريخ جرجان ص ۲۷)

میں آپ کے ساتھ ۳۸۴ھ میں حج کے لیے نکلا، جب کہ آپ نصف صحراء طے کرنے کے بعد واپس ہو گئے تھے، پھر میں نے ۳۸۵ھ میں آپ کے

ساتھ حج کیا، اس مرتبہ آپ حج کر کے وطن لوٹے، میں پورے سفر میں آپ کے ہمراہ تھا میں نے کبھی آپ کی عمدہ عادت میں تغیر نہیں پایا اور جس جس شہر میں آپ گئے ہر جگہ عزت واحترام کی نظر سے دیکھے گئے۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ امام ابوسعد اسماعیل ۳۸۴ھ میں حج کے لیے نکلے اور جرجان سے نکل کر ریگستان کی کٹھن منزل پار کرتے کراتے کیوں رہ گئے اور حج نہ کر سکے، ہوسکتا ہے کہ بادیہ العرب کے ڈاکوؤں کی وجہ سے آگے جانا ممکن نہ رہا ہو، اور جان و مال کے خطرہ سے یہ حادثہ پیش آیا ہو۔ جب دوسرے سال آپ نے حج ادا فرمایا تو اس شان سے کہ آتے جاتے جس جس بستی سے گزرتے تھے، لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے، اور آپ کی زیارت کو اپنے لیے باعث فخر جانتے تھے۔ اس پورے سفر میں امام سہمی جیسے ثقہ عالم ومحدث ساتھ تھے، ان کا بیان ہے کہ کبھی آپ کی عاداتِ کریمہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور خوش خلقی، خوش روئی، سخاوت اور کھانا کھلانا پلانا اور مال لٹانا کم نہ ہوا، اور ان معمولات میں کوئی کمی نہیں ہوئی، یہ بڑی خاص بات ہے کہ اس مقدس سفر میں آدمی اپنے اخلاق پر حرف نہ آنے دے، بہت سے حجاج اس مبارک سفر میں طرح طرح کی کم ظرفی اور تنگ ذہنی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بات بات پر لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، جو اس مبارک سفر میں قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔

امام ابوسعد اسماعیلؒ کا وصال بھی نہایت مبارک طریقہ پر ہوا ہے، حسن

خاتمہ کا یہ منظر قابل دید وشنید ہے۔ آپ مغرب کی نماز میں ایاك نعبد و ایاك نستعین. پڑھ رہے تھے کہ روح پرواز کر گئی، اور اپنے معبود حقیقی سے جا ملی۔ وصال سے کچھ پہلے دنیاوی علاقے یوں ختم ہو گئے کہ جس قدر مال و جائداد اور پونجی تھی سب کی سب ضایع ہو گئی، روئی سے بھرا ہوا ایک جہاز جو باب الابواب جا رہا تھا، سمندر میں غرق ہو گیا، آپ کا سامان تجارت اصبہان سے آرہا تھا کہ راستہ میں کردی ڈاکوؤں نے سب کو لوٹ لیا، خراسان سے غلہ آرہا تھا، جسے ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے لوٹ لیا، کوسکرا نامی گاؤں میں آپ کی جائداد اور زمین داری تھی، قابوس بن دشمکیر کے حکم سے وہاں جس قدر درخت اور باغات تھے، سب کے سب ویران کر کے جڑ سے اکھاڑ دیے گئے، اور جتنے کنویں تھے سب برباد کر دیے گئے اور پوری زمین داری پر قبضہ کر لیا گیا۔

آپ کا وصال مغرب کی نماز میں جمعہ کی رات میں نصف ربیع الآخر ۳۹۶ھ کو ہوا۔ نمازِ جنازہ آپ کے بھائی ابونصر اسماعیلی نے باب الخندق کے صحراء میں پڑھائی، جتنا بڑا مجمع آپ کے جنازہ اور تکفین و تدفین میں ہوا، امام سہمی کا بیان ہے کہ میں نے اس سے پہلے کسی کے جنازہ میں اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا، وصال کے وقت آپ کی عمر ترسٹھ (۶۳) سال کی تھی۔

کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ اتنا جلیل القدر امام اتنا خوش خلق اور سخی انسان اور اتنا مال دار آدمی جس کی پوری زندگی نیکی اور خداترسی میں گزری، جب اس

کا آخری وقت آیا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا، اور زندگی حضرت ایوب علیہ السلام کے مشابہ ہوگئی، تو کیا یہ نعوذ باللہ غضبِ خداوندی تھا؟ نہیں بلکہ یہ اس کی مہربانی تھی کہ اس نے زندگی بھر اچھے حال میں رکھ کر خوب خوب نیکی کرنے کا موقع دیا، اور جب زندگی کا ورق الٹنا ہوا تو اس سے پہلے اس کے تمام مال و دولت کو لپیٹ دیا اور نبوت کی عمر میں اس طرح موت دی کہ حسن خاتمہ کی تمام قدریں اس پر قربان ہو جائیں۔

ابو عمرو اسماعیل جوزفلقیؒ

شیخ ابو عمرو اسماعیل جوزفلقی بہترین قاری اور مجود تھے۔

وكان قد حج فارتحل الى مصر و الشام و كتب بها الأحاديث .

آپ نے حج ادا کیا تو اسی طرف سے مصر اور شام کا سفر بھی کیا اور احادیث حاصل کیں۔

حج ایسی عبادت ہے کہ مسلمان جو اس میں فائدہ اٹھانا چاہے، اٹھالے، اور جیسے جیسے تجربات حاصل کرنا چاہے، کرلے۔ ہمارے اکثر و بیشتر علماء و محدثین کا یہی طریقہ رہا کہ جب حج کے لیے جاتے تو مختلف ممالک میں گھوم گھوم کر علماء سے علمی فیوض حاصل کرتے، اس طرح ان کے حق میں حج ایک بہترین ذریعۂ تعلیم بن جاتا تھا۔ اور فرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ان کی ہر قسم کی علمی اور روحانی تشنگی بجھ جاتی تھی، شیخ ابو عمرو اسماعیلؒ نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء حدیث وغیرہ سے تعلیم حاصل کی اور دوسروں کو پڑھایا، آپ جرجان میں محلہ ''سک الصفادین'' میں رہتے

تھے، وہیں انتقال ہوا۔

آج بھی جو لوگ علم وتحقیق کا ذوق لے کر حج وزیارت کے لیے جاتے ہیں، بڑے بڑے علمی ودینی مسائل عالم اسلام کے علماء وفضلاء سے مل کر طے کرتے ہیں، اور ان کے علمی مطالعے اور دینی افکار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اب بھی حجاج کرام میں بڑے بڑے علم وفن اور بڑے بڑے اہل دل اور صاحب کمال آتے ہیں۔ اور تلاش کرنے والی نگاہیں ان کو تلاش ہی کر لیتی ہیں۔

امام ابوطاہر اسماعیل بن عبداللہ ابن انماطی مصریؒ

حضرت امام حافظ مفید الشام تقی الدین ابو طاہر اسماعیل بن عبد اللہ بن عبدالمحسن ابن انماطی مصری شافعی متوفی رجب ۶۱۹ھ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے علم کی تحصیل میں لگ گئے تھے اور فقہ میں بصیرت اور ادب میں مہارت اس زمانہ میں حاصل کر لی تھی۔

ثم حج سنة احدى وست مائة فذهب الى بغداد .

(تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ١٨٩)

پھر رجب ۶۰۱ھ میں حج ادا کیا تو اسی سفر میں بغداد گئے۔

آپ علم وتحقیق کے بڑے شیدائی تھے، حافظہ، علمی مہارت، نقد تبصرہ، فصاحت وبلاغت، زود نویسی اور نظم ونثر پر قدرت میں مشہور تھے۔

آپ نے مدینۃ الرسول ﷺ میں بیٹھ کر حدیث کی روایت کا فخر بھی

حاصل فرمایا، اور اسلامی علوم کے دار العلوم میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی ہے۔

آپ کے ایک تلمیذ محمد بن ھبۃ اللہ القاضی اپنے سلسلۂ روایت میں لکھتے ہیں:

أنبأنا اسماعيل بن عبدالله الحافظ بمدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم .

حافظ اسماعیل بن عبد اللہ نے مدینۃ الرسول ﷺ میں ہم سے روایت بیان کی۔

اس طرح دوسرے علماء، فقہاء اور محدثین نے امام اسماعیل سے روایت کی ہے۔

امیر اسماعیل بن محمد ایوبیؒ

امیر اسماعیل بن محمد ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب عماد الدین ہے، آپ ۷۳۲ھ میں پیدا ہوئے، ملک شام کے شہر حماۃ کے امیر اور وہاں کے مطلق العنان حکمراں تھے، آپ نے زمانۂ شباب میں ۷۵۵ھ میں حج ادا فرمایا اور اس کے دو سال ہی کے بعد جوانی کے عالم میں ذوالحجہ ۷۵۸ھ میں وصال پاگئے۔

(الدرر الکامنہ ج ا ص ۳۷۷)

دنیا میں امیر کبیر بہت ہوتے تھے، امارت و سلطنت بھی بہت سے لوگوں کو ملتی ہے مگر ان میں بہت کم ایسے سعید اور نیک بخت لوگ ملتے ہیں، جو کسی علاقہ کے

حاکم مطلق ہوں، وہ بھی عین جوانی کے عالم میں جبکہ جوانی کی دیوانگی حکومت کے بل بوتے پر ''کریلا نیم چڑھا'' کے مانند ہوجاتی ہے، اس طرح اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے معمور ہوں، جس طرح حضرت اسماعیل ایوبی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بیس بائیس سال کی عمر میں آپ نے حج ادا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو ایسا منظور ہوا کہ اس کے دو ہی سال بعد حماۃ کا یہ نوجوان حاکم فوت ہوگیا، حج کی قبولیت کی ایک علامت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آدمی اس دولت سے بہرہ ور ہونے کے بعد پھر دوبارہ گناہ سے روک دیا جائے اور اسے موت آجائے، کیوں کہ حج مبرور کی جزا جنت ہے اور اس سے تمام گناہیں معاف ہوجاتی ہیں، یہ بھی نصیب ہے کہ انسان حج کے بعد گناہوں سے پاک ہوکر اللہ تعالیٰ سے ملے، اور اسے دنیا میں رہ کر گناہ میں مبتلا ہونے کا موقع نہ ملے۔

اسماعیل بن یوسف دمشقیؒ

حضرت امام اسماعیل بن یوسف مکتوم کا لقب صدر الدین ہے، آپ ۶۲۳ھ میں پیدا ہوئے، بڑے بڑے فقہاء و محدثین اور بزرگان دین سے تحصیل علم اور اکتسابِ فیض کیا، اخلاق و عادات میں اسلاف کا نمونہ تھے، لوگوں سے بڑی خندہ پیشانی اور محبت سے پیش آتے تھے، گھر کے مال دار تھے، اپنی ذاتی جائداد سے روزی حاصل کرتے تھے۔

وحج سنہ ۷۱۱ھ فحدث بالحرم۔

آپ نے ۷۱۱ھ میں حج کیا اور حرم شریف میں حدیث کا درس دیا۔

آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک تھا۔ جس وقت آپ نے حج کیا، مکہ مکرمہ کے علماء، فضلاء اور دوسرے ممالک کے اہل علم حضرات نے آپ سے علمی فیض پایا، اسی طرح حج کا ایک اور مقصد پورا ہوا کہ مسلمان وہاں جا کر اپنے لیے مفید چیزوں کو حاصل کریں، آپ کی ذات سے مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا، سچے مسلمان کی پاک زندگی اس طرح مسلمانوں کے لیے مفید ہوا کرتی ہے، وہ جہاں بھی جاتا ہے، اپنی ذات سے دنیا کو فیض پہنچاتا ہے، حج و زیارت کے پانچ سال بعد ۷۱۶ھ میں فوت ہوئے، دنیا میں آپ نے اپنی چلتی پھرتی جن یادگاروں اور شاگردوں کو چھوڑا، ان میں ایک مسلمان خاتون بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، ان کا نام فاطمہ بنت میخا ہے۔

(الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۳۷۷)

کیا دور تھا؟ کیسے لوگ تھے؟ اور ان کی ذات کی شہرت کہاں کہاں تک پہنچی تھی؟ جہاں جاتے دنیا امنڈ امنڈ کر ان کے گرد جمع ہو جاتی تھی، حتیٰ کہ اللہ کے حرم میں بھی وہ خلق اللہ کو اللہ و رسول کے علم کی تعلیم دیا کرتے تھے، ایسے مقبول بندے اب کہاں ملتے ہیں۔

حضرت اسود بن یزید نخعیؒ

حضرت امام ابو عمر اسود بن یزید بن قیس نخعی متوفی ۷۵ھ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ، زاہد، عابد اور عالم کوفہ ہیں۔ آپ کا گھرانا علم و دین کا گھرانا ہے، آپ

حضرت علقمہ کے بھتیجے، حضرت ابراہیم نخعی کے ماموں اور حضرت عبدالرحمن بن یزید کے بھائی ہیں، آپ نے صحابۂ کرام میں سے حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور حضرت بلالؓ سے روایت کی ہے۔

حضرت اسود نخعی کی پاک زندگی کا جلی عنوان حج وعبادت کی کثرت ہے علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وكان من العبادة والحج على أمر كبير .

عبادت اور حج میں آپ حصہ وافر کے مالک تھے۔

حج اور عمرہ کی کثرت اور ان دونوں کے الگ الگ کرنے کے اہتمام کا اندازہ ابوحمزہ میمون کی اس روایت سے ہوسکتا ہے:

سافر الأسود بن يزيد ثمانين حجة و عمرة لم يجتمع بينهما .

امام اسود بن یزید نے اسّی حج اور عمرے کے لیے سفر کیا اور کبھی ایک ہی سفر میں حج وعمرہ دونوں کو جمع نہیں کیا، بلکہ دونوں کو الگ الگ ادا فرمایا۔

حضرت امام اسود نے اسّی حج اور عمرے ادا کیے، اور ہر ایک کے لیے مستقل سفر کیا، وہ بھی ایسے زمانہ میں جبکہ دو چار میل چلنا دشوار تھا، چہ جائے کہ کوفہ سے چل کر مکہ مکرمہ آنا، مگر حج کی اہمیت اور عمرہ کی عظمت کے پیش نظر حضرت اسود نے سب کچھ برداشت کیا۔ اس پاک زندگی کی وجہ سے تو آپ دنیا ہی میں اہل جنت کی

صف میں آ گئے، اور خلق خدا کی زبان نے آپ کو جنتی کہنا شروع کیا۔

وكانوا يسمون الأسود من أهل الجنة .

لوگ اسود کو اہل جنت میں شمار کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان ہی دوستوں کے نقش قدم پر ہمیں چلا کر نجات وفلاح کی دکھائے، اور اپنے شعائر وحرمات کی سچی محبت کے نور سے ہمارے دل کو بھر دے

امام ایوب سختیانی بصریؒ

حضرت امام ابوبکر ایوب بن تمیمہ کیسان سختیانی بصری متوفی ۱۳۱ھ رحمۃ ا علیہ بڑے جلیل عالم دین، حافظ حدیث اور عابد وزاہد ہیں، غلام خاندان سے تعل رکھتے ہیں، مگر امام شعبہ نے ان کو سید العلماء کا خطاب دیا ہے۔ امام ابن عیینہ بیان ہے کہ میں نے ایوب سختیانی جیسا انسان نہیں دیکھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ عل فرماتے ہیں ہم لوگ ایوب کے پاس جایا کرتے تھے، جب آپ کے سامنے رسو اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کی جاتی تو اس قدر روتے کہ ہم لوگوں کو ترس آ۔ لگتا تھا۔ حضرت ایوب پوری رات نمازیں پڑھتے تھے، مگر چھپا کر پڑھتے تھے جب صبح ہونے لگتی تو اس طرح بلند آواز سے پڑھنے لگتے جیسے ابھی ابھی نما شروع کی ہے۔

آپ کے حج کے بارے میں ابن ہشام کا بیان ہے:

حج أيوب أربعين حجة .

ایوب نے چالیس حج ادا کیے ہیں۔

کہاں بصرہ اور کہاں حجاز پاک، مگر اللہ و رسول کی محبت نے اس دوری کو امام ایوب سختیانی کے لیے اس طرح سمیٹ دیا کہ چالیس مرتبہ انھوں نے حج ادا فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ راہ عشق میں صحرا نوردی بڑی چیز ہے اور یہاں منزل کی دوری اور نزدیکی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، آپ کے اسفار حج میں بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں، چناں چہ ایک راوی ابوالعمیر کا بیان ہے:

كان أيوب في طريق مكة فاصاب الناس عطش او خافو ا فقال أيوب تكتمون على قالو ا نعم فدور دائرة ودعا فنبع الماء فرووا و سقوا الجمال ثم أمرّ يده على الموضع فصار كما كان .

امام ایوب مکہ مکرمہ کے راستے میں تھے کہ قافلہ والوں کو سخت پیاس لگی اور ان کو جان کا خوف ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ مجھے چھپادو، چنانچہ جب آپ کو چھپا دیا گیا، تو آپ نے ایک دائرہ کھینچا اور دعا کی تو اتنا پانی ابل پڑا کہ لوگوں نے خوب پیا اور اپنے اونٹوں کو پلایا، اس کے بعد آپ نے اس جگہ ہاتھ پھیر دیا اور زمین پہلے کی طرح ہوگئی۔

ابو ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام ایوب کا یہ واقعہ بصرہ واپس آ کر حماد بن یزید سے بیان کیا تو انھوں نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ ہاں عبد الواحد بن زیاد بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں

نے بھی یہ پانی خوب پیا تھا، اور اپنے اونٹ کو پلایا تھا۔

اگر انسان نیک ہے تو سفر و حضر ہر جگہ اس کی نیکی کام آتی ہے، اور خلق اللہ کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے، اللہ کی راہ میں اللہ کے نیک بندے جب نکلتے ہیں تو ان کی برکت و کرامت سے دوسرے حضرات کو فیض ملتا ہے۔

ابو بکر بن احمد سلاوی رحؒ

حضرت ابو بکر بن احمد سلاوی رحمۃ اللہ علیہ امانت و دیانت میں بہت مشہور ہیں، مدتوں تجارت کرتے رہے اور بہت سے تجارتی سفر کیے، مگر جب آنکھ کھلی تو تمام کاروبار چھوڑ کر بیت المقدس میں رہنا شروع کیا، ایک زمانہ تک بیت المقدس کی پاک زمین پر رہنے کے بعد سکونِ قلب کے لیے حرمین شریفین کا رخ کیا، اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں اس طرح رہنے لگے کبھی یہاں رہنے لگتے، کبھی وہاں قیام کرتے، اس طرح بہت دنوں تک حج و زیارت اور حرمین شریفین کی مجاورت سے فیض یاب ہوتے رہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

ثم جاور المدینة سنة ۷۱۰ھ فحج کل سنة و یعود وربما اقام بمکة مدة .

آپ نے ۷۱۰ھ سے مدینہ منورہ میں قیام کیا، ہر سال حج کے لیے آتے اور حج کر کے مدینہ منورہ واپس چلے جاتے، بعض مرتبہ مکہ مکرمہ میں مدتوں

قیام بھی فرماتے۔

مدینہ منورہ کی پاک سرزمین کچھ اس طرح پسند آ گئی تھی کہ مدتوں سالانہ حج کرتے اور پھر وہیں واپس چلے جاتے، کبھی کبھی مکہ مکرمہ میں بھی قیام کرکے یہاں کی برکتوں سے فیض یاب ہوتے تھے۔

مگر سکونِ قلب اسی سرزمین میں ملتا تھا، جس نے اسلام پیغمبر اسلام اور پیروان اسلام کو سکون کا پیغام دے کر اپنی آغوش میں جگہ دی ہے۔ امام ابوبکر بن احمد سلای کم و بیش سولہ سال تک عشقِ رسول اور محبتِ خدا میں اس طریقہ پر زندگی بسر کرتے رہے، حتیٰ کی ذوقعدہ ۷۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ (الدرر الکامنہ)

کس قدر پاکیزہ اور لطیف ہیں، وہ روحیں جو حرمین شریفین میں پہنچ کر اس طرح سکون و راحت محسوس کرتی ہیں، جیسے وہ اس دنیا ہی میں جنت کے اندر آ گئیں اور انہیں سب کچھ حاصل ہو گیا، اور کس قدر بے کیف اور بے بہرہ ہیں وہ روحیں جو جوارِ رحمت میں بھی گھبرائی ہوئی ہوتی ہیں، اور اس پھیر میں رہتی ہیں کہ کب یہاں سے فرصت ملے۔

حضرت امام ابوبکر بن علی موصلی دمشقیؒ

حضرت امام ابوبکر بن علی بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۷۳۴ھ میں شہر موصل میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نشو و نما اور ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی، فقہ کی مشہور کتاب "الحاوی" کو زبانی یاد کیا، پھر بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار فرما کر کتاب

''التنبیہ'' کو زبانی یاد کیا، علم فقہ میں بڑی شہرت اور مقبولیت پائی اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ علوم ظاہری کی طرح آپ نے علوم باطنی میں بھی مہارت حاصل کی، اکثر و بیشتر اوقات ''منازل السائرین'' کا مطالعہ کرتے تھے۔

امام ابوبکر موصلی نے تعلیم و تدریس اور زہد و تصوف کے شغل کے ساتھ ساتھ حرمین شریفین سے بھی بڑا شغف رکھا، اور دوسرے اعمالِ صالحہ کی طرح حج و زیارت بھی بہت زیادہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس طرح احکام دینی کے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ وارداتِ قلبی کو بھی تسکین دیا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وحج كثيرا۔

آپ نے بہت زیادہ حج کیے ہیں۔

اس کثرتِ حج کی صحیح مقدار تو معلوم نہیں، مگر اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے معمول سے بہت زیادہ حج ادا فرمایا ہے، اور حرمین شریفین کی بار بار حاضری سے اپنے دل کو تسکین دی ہے۔

آپ حج کے لیے بار بار آتے اور جاتے تھے۔ موصل کے بعد مستقل سکونت دمشق کے محلہ ''قبیبات'' میں تھی، جہاں آپ تعلیم و تدریس اور ارشاد و تبلیغ کے ساتھ ساتھ کسبِ حلال کے لیے اپنے دستِ مبارک سے کام کرتے تھے، اور اس کمائی پر گذر اوقات کرتے اور اسی سے حج بھی کیا کرتے تھے۔

ویتکسب من الحیاکة و یلقن الذکر و یلبس الخرقة .

امام ابوبکر دمشقی کپڑے کی بنائی کر کے روزی کماتے ، اور لوگوں کو اللہ کی یاد کی تلقین کرتے اور خرقہ پہنتے تھے۔

دست کاری اور کپڑے کی بنائی کے ذریعہ اس رزق حلال کی برکت کے علم وعمل کی دولت سے اور اخلاص وخداترسی کی بدولت وقت کے بڑے ارباب علم وفن، امیر وکبیر اور سلاطین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ سے ملنے میں برکت محسوس کرتے تھے، خود آپ بھی اس معمولی دست کاری کی برکت سے اور اپنے روحانی فیض سے لوگوں کی خاطر داری اور تواضع میں خوب دل کھول کر کام کرتے تھے اور اکثر وبیشتر کھانے پینے اور دعوت کا انتظام کیا کرتے تھے۔

وکان یعمل المواعید ویحضر مجالسه الکبار کالشهاب الزهري و شمس الدین الصر خدي .

آپ اکثر وبیشتر کھانے پینے کی خوشیاں رچایا کرتے تھے اور آپ کی علمی اور دینی مجلسوں میں بڑے بڑے حضرات جیسے شہاب الدین زہری اور شمس الدین صرخدی وغیرہ شریک ہوا کرتے تھے۔

آپ کے علمی اور روحانی دربار میں صرف بڑے بڑے اہل علم وفضل ہی حاضری نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے وقت کے امراء، کبراً اور بادشاہ شام بھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ شام کے بادشاہ ''الملک الظاہر'' نے بیت المقدس میں حاضر ہوکر

آپ کی زیارت کی، اور آپ کے گھر پر خود جا کر بہت سا مال نذر کیا، مگر امام ابو بکر نے اس میں سے ایک پائی بھی نہیں لی۔ ''ملک ظاہر'' آپ کے علم وفضل، فہم و فراست اور معاملہ فہمی اور تدبیر سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے بعد وہ آپ سے برابر خط وکتابت رکھتا تھا، اور مسلمانوں کے مفاد سے متعلقہ معاملات و امور میں آپ سے خصوصی مشورہ لیا کرتا تھا، اور آپ کے مشورہ پر عمل کرتا تھا، اس طرح ''ملک ظاہر'' کے نائبین اور عمال بھی ہر معاملہ میں آپ کی رائے معلوم کرنے کے لیے خط وکتابت کیا کرتے تھے اور آپ کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔

آپ کے متعلق یہ تصریح موجود ہے:

وكان ممن جمع بين العلم و العمل .

آپ ان لوگوں میں سے تھے، جنھوں نے علم کے ساتھ عمل کی دولت کو جمع کیا۔

آپ نے بار بار حج وزیارت کے باوجود زندگی کے بیشتر ایام بیت المقدس کی پاک سرزمین پر رہ کر بسر کی، اور وہیں انتقال فرمایا۔

(الدرر الکامنہ فی أعیان المائۃ الثامنۃ ج۱ص۴۴۹)

حضرت امام ابو بکر بن علی موصلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی پاک زندگی کو دیکھو، ان کے علم وفضل کو دیکھو، اور ان کی اللہ ورسول کے پاک گھروں سے محبت کو دیکھو، اور پھر دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے ان کے دربار میں باریابی اور حاضری کو دیکھو، تو تمہیں معلوم ہو کہ جب کوئی بھی مسلمان دین کے علوم، اسلام کے اعمال اور اللہ و

رسول کے شعائر سے معمور ہو جاتا ہے تو پھر اس کا ٹوٹا پھوٹا مکان، گرا پڑا دروازہ اور پھٹا پرانا بوریہ اہل دل، اہل علم، اہل فضل، اہل دنیا، اہل دولت اور اہل حکومت کا مرجع بن جاتا ہے، اور دین داروں سے لے کر دنیا داروں تک میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں دیکھتا کہ یہ آدمی کس ذات پات کا ہے، کس نسب اور خاندان کا ہے، اور کس شہر اور ملک کا ہے، اور یہ رزق حلال کے لیے کیا کام کرتا ہے؟ اسلام نے اس بات کی بھی تعلیم دی ہے۔

ابو بکر بن محمد بن مکرمؒ

حضرت شیخ ابو بکر بن محمد بن مکرم رحمۃ اللہ علیہ کا لقب قطب الدین ہے، ۶۷۰ھ میں پیدا ہوئے، علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد ہی حکومتِ وقت کے محکمۂ انشاء میں کام کرنے لگے، اور دیوان الانشاء یعنی ''سکریٹریٹ'' کی ملازمت اختیار کی، مگر اس سرکاری ملازمت کے باوجود حافظ ابن حجر کی روایت کے مطابق یادِ الٰہی اور دین داری کا یہ حال تھا:

یسرد الصوم ویکثر المجاورة بالمساجد الثلاثة وینجز توقیعاً من الناصران یقیم حیث شاء و یکون راتبه علی التوقیع لأولاده .

اس زمانہ میں بھی مسلسل روزہ رکھتے تھے، اور تینوں مسجدوں (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) میں بہت زیادہ جاتے اور رہا کرتے تھے اور ملک ناصر سے

پروانہ حاصل کر رکھا کہ وہ جہاں چاہیں قیام کریں، اور ان کی تنخواہ ان کی اولاد کو ملتی رہی۔

سرکاری عہدہ پر ہونے کے باوجود دین داری اور خدا پرستی کا اثر یہ تھا کہ صاحب الدیوان یعنی افسر اعلیٰ آپ کی بڑی تعظیم اور توقیر کرتا تھا اور قدیم ملازم ہونے اور مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں مجاورت کرنے کی وجہ سے ان سے کوئی کام نہیں لیتا تھا، بلکہ ان کے واسطے اس نے پوری آزادی دے رکھی تھی، ان دینی اسفار میں مکہ مکرمہ میں مدتوں قیام فرمایا اور وہاں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔

أقام بمكة مدة .

آپ نے مکہ مکرمہ میں ایک زمانہ تک قیام فرمایا۔

آخر میں بیت المقدس گئے اور وہیں شعبان ۷۵۲ھ میں فوت ہوئے۔

(الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۴۶۵)

حضرت ابوبکر بن محمدؒ کی زندگی میں ان مسلمانوں کے لیے بڑی عبرت و نصیحت کی بات ہے، جو لکھ پڑھ کر سرکاری ملازمت کرتے ہیں اور بڑے بڑے عہدوں پر جا کر اپنے دینی کردار اور اسلامی اعمال کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ایمان داری، خدا پرستی اور دین داری کی وجہ سے ہر جگہ بڑی راحت پاتا ہے اور اسے تمام چھوٹے بڑے عزت و شرافت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس بات کو امام ابوبکر کی زندگی میں دیکھ لیجیے۔

حضرت ابوحمزہ خراسانیؒ

امام قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ نے احکام القرآن میں سورہ رعد کی آیت ﴿الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق﴾ کے تحت لکھا ہے کہ اللہ سے سب سے بڑا وعدہ اور معاہدہ قابل ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بندہ کسی سے سوال نہ کرے، پھر علامہ ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں کہ ابوحمزہ خراسانی اللہ تعالیٰ کے بڑے اور برگزیدہ بندوں سے تھے، آپ نے جب سنا کہ چند انسانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ کسی سے کوئی چیز طلب نہیں کریں گے تو ان کا یہ حال تھا کہ ان میں سے جب کسی کا کوڑا گر جاتا تو کسی سے اتنا بھی نہ کہتے تھے کہ اٹھا کر دیدے، یہ سن کر ابوحمزہ نے کہا:

رب !ان هٰو لآء عاهدوا نبيك اذرأوه و انا اعاهدك ان لا إسال أحداً شيئاً أبدا .

اے رب! ان حضرات نے تیرے نبی سے ان کو دیکھ کر یہ معاہدہ کیا تھا اور میں تجھ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی کسی سے سوال نہیں کروں گا۔

اس کے بعد حضرت ابوحمزہ حج کی نیت سے ملک شام سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے، ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے ہمراہیوں سے کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور ان کی تلاش میں پیچھے پیچھے چلتے گئے، اندھیری رات تھی، راستہ کے کنارے ایک کنواں تھا، جس میں آپ گر گئے، جب اندر چلے گئے تو سوچا کہ شور کروں، شاید کوئی

سن کر مجھے نکال دے، پھر سوچا کہ جس ذات سے میں نے سوال نہ کرنے کا عہد و پیمان کیا ہے، وہ دیکھتی اور سنتی ہے، خدا کی قسم! میں کسی آدمی سے ایک حرف بھی نہیں کہوں گا، تھوڑی دیر کے بعد اس کنویں کے پاس سے ایک کارواں گذرا، اہل کارواں نے جب راستہ کے کنارے کنواں دیکھا تو سوچا کہ اسے بند کردینا چاہیے، ورنہ کوئی راہ گیر اس میں گر کر ہلاک ہوجائے گا، چنانچہ ان لوگوں نے آس پاس کے درختوں سے کچھ لکڑیاں کاٹ کر اس کنویں کے منہ پر رکھا، اور اوپر سے مٹی ڈال دی، اندر ابوحمزہ نے جب یہ حال دیکھا تو سوچا کہ اب موت سے نجات مشکل ہے اور شور کرنا چاہا، پھر دل نے کہا کہ میں نے جس خدا سے کسی سے مدد نہ لینے کا معاہدہ کیا ہے، وہ اس صورت حال کو دیکھ رہا ہے، بہر حال اب بھی وہ خاموش توکل پر قائم رہے، ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ان کے اوپر مٹی گرنے لگی اور لکڑیاں ہٹنے لگیں اور کسی نے کہا کہ اپنا ہاتھ ادھر لاؤ، ابوحمزہؒ کا بیان ہے کہ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے پہلی مرتبہ میں مجھے کھینچ کر کنویں کے اوپر لاکر ڈال دیا اور ہاتف نے چند اشعار سنائے اور کہا تم نے توکل کا پھل کیسا پایا۔ قاضی ابوبکر لکھتے ہیں:

فهذ ارجل عاهد الله فوجد الوفاء على التمام والكمال، فبه فاقتد وا فاهتدوا (أحكام القرآن ج ۱ ص ۴۵۱)

اس آدمی نے اللہ سے عہد کرکے اس کے وفا کرنے کا بدلہ بہ تمام و کمال پایا، پس اے لوگو! تم کو بھی چاہیے کی اس کی اقتداء کرو، اس سے ہدایت حاصل کرو۔

یہ حکایت ممکن ہے بعض سطحی ذہن و دماغ والوں کے لیے اجنبی ہو، مگر جو لوگ توکل علی اللہ کی کچھ بھی حقیقت سے واقف ہیں اور انھوں نے اللہ پر بھروسہ کرکے کچھ کام کیا ہے، وہ اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں کرسکتے اور اسے من وعن تسلیم کرکے توکل علی اللہ کی برکت کو مان سکتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جو صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے، پھر حج وزیارت کی راہ میں خدا پر توکل تو ہر حاجی وزائر کے لیے ضروری ہے، اور بغیر اس کے مبارک سفر میں حقیقی لطف حاصل نہیں ہوتا۔

ابوالفتح بن یوسف شجریؒ

حضرت امام ابوالفتح بن یوسف شجری حنفی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں، ابتدا میں شیخ وقت حضرت احمد ہدیل کے ساتھ یمن میں رہتے تھے۔

ثم قدم مكة فجاور بها وأمّ مقام الحنفية .

پھر یمن سے مکہ مکرمہ چلے آئے اور وہیں جوار کعبہ میں مقیم ہوگئے اور مصلی حنفی کی امامت فرمانے لگے۔

حج کے بعد کعبۃ اللہ کے جوار نے حضرت ابوالفتح بن یوسف کو کعبہ میں امامت کا درجہ بخشا اور مدتوں آپ مصلے حنفی کے امام رہ کر جذب وسلوک کی راہ طے کرتے کرتے اس حال کو پہنچے کہ:

ثم تزهد وصار يد و روفي عنقه زنبيل .

زہد و ترک دنیا اختیار کرلیا اور چلتے پھرتے اپنی گردن میں زنبیل لٹکائے رہا کرتے تھے۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کو گردن میں زنبیل لٹکا کر چلنے پھرنے میں کتنا مزہ آتا ہے اور یہ ادا آپ نے کیوں پسند فرمائی تھی، اللہ والوں کی باتیں کچھ اللہ والے ہی سمجھتے ہیں، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اپنی کسر نفسی مقصود تھی اور اپنے کو ایک مزدور اور جفاکش آدمی کے رنگ میں پیش کرنا تھا، آپ ۷۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ (الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۲۰۸)

ابوبکر بن احمد بن عیسیٰ سنجاریؒ

حضرت ابوبکر بن احمد بن عیسیٰ سنجاری رحمۃ اللہ علیہ، ابتدا میں مصر میں جیل خانہ کے نگراں اور داروغہ تھے، مگر یہ سرکاری کام چھوڑ کر اس طرح مصر سے نکلے کہ مکہ مکرمہ کے ہوگئے اور جیل کے گورکھ دھندوں سے نکل کر مسجد حرام کی مؤذنی کرنے لگے اور مرتے دم تک کعبہ میں اذان دیتے رہے۔

وحج سنة ٦٨٣هـ فأذن المنارة الشرقية ثم ولي وظيفة الأذان واستمر بها حتى مات سنة ٧٣٩هـ و له أربع و سبعون سنة .

(الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۴۳۹)

آپ نے ۶۸۳ھ میں حج کیا اور اسی وقت مسجد حرام کے مشرقی منارہ پر اذان دی، پھر بعد مستقل مؤذن مقرر ہوگئے اور مرتے دم تک اس کام پر مامور رہے،

۷۴۹ھ میں چوہتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

جیل کی نوکری سے نکل کر اللہ کے گھر کی موذنی کس قدر خوش بختی کی بات ہے، یہ ان ہی لوگوں کے نصیب کی بات ہے جو دنیا داری میں بھی رہ کر دین دار ہوا کرتے ہیں اور کسی وقت اسلامی فرائض سے غافل نہیں ہوتے۔

حضرت خواجہ پارسا محمد بن محمد بخاریؒ

حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ امام طریقۂ نقشبندیہ حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے اہم ترین خلفاء میں سے ہیں، بہت بڑے مرتبہ و مقام کے مالک ہیں، آپ کی ولادت ۷۵۶ھ میں ہوئی، علم شریعت اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے حاصل فرمایا، اور علم طریقت میں حضرت امام بہاء الدین نقشبندؒ سے سب کچھ پایا، حضرت عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نفحات الانس'' میں لکھا ہے کہ آپ ۸۲۲ھ میں حج وزیارت کے ارادہ سے اپنے شہر بخارا سے نکلے اور راستہ میں نسف، چغانیان، ترمذ، بلخ، ہرات، جام وغیرہ شہروں میں قیام فرمایا۔

و أكرمه علماء تلك البلاد وساداتها. (الفوائد البهية)

ان تمام شہروں کے علماء اور اشراف نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد مرض میں مبتلا ہو گئے اور طواف وداع سواری پر ادا فرمایا، بیماری کے عالم میں مدینہ منورہ روانہ ہو کر بدھ کے دن ۲۳/ذو الحجہ ۸۲۲ھ کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور سید الاولین والآخرین ﷺ اور آپ کے

خلفاء اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد جمعرات کو فوت ہوئے، نماز جنازہ مولانا شمس الدین فغاریؒ نے پڑھائی اور جمعہ کی رات کو حضرت سیدنا عباسؓ کے قبہ شریفہ کے جوار میں دفن ہوئے، عشق رسول کو اگر بیماری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو اس کی دوا مدنی شفاخانہ ہی سے مل سکتی ہے، اور مریض ہجر کو وہیں جا کر صحت وشفاء ہو سکتی ہے۔

حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ مریض ہیں، طواف وداع تک کرنے کی سکت باقی نہیں ہے، اور شیری یا سواری پر یہ آخری وظیفۂ حج ادا فرما رہے ہیں، مگر دل ہے کہ عشق رسول کی حرارت سے معمور ہے اور مدینہ منورہ کے لیے تیار ہے، چنانچہ اس بیمار محبت کو بھی وہیں سکون ملا، جہاں اس جیسے ہزاروں لاکھوں بیماروں نے سکون پایا ہے۔

امام جریر بن حازم بصریؒ

حضرت امام، حافظ حدیث، محدث بصرہ ابو النصر جریر بن حازم ازدی بصری متوفی ــــھ رحمۃ اللہ علیہ اجلۂ علمائے تابعین میں سے ہیں، بڑے بڑے علمائے دین سے علم حاصل کیا، موسیٰ بن اسماعیل کا بیان ہے حضرت حماد بن سلمہؒ جریر بن حازم کی جس قدر تعظیم وتوقیر کرتے تھے کسی دوسرے عالم کی اس قدر تعظیم وتوقیر نہیں کرتے تھے، مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی، اس طرح مشہور معمر صحابی حضرت ابو الطفیل رضی

اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا اور ان کے جنازے کی نماز میں شرکت کا شرف پایا۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وذکرانه حج فشهد جنازة أبی الطفیل بمکة .

جریر کا بیان ہے کہ انھوں نے حج کیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت ابوالطفیل کے جنازے میں شرکت کی۔

آپ کے صاحب زادے وہب بن جریر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوالطفیل کو مکہ میں دیکھا ہے، اس پر میں نے کہا کہ آپ نے ان سے حدیث کا سماع کیوں نہیں کیا، جواب دیا کہ:

کان طواف واحد یا بني أحب الی من ذالك .

(تذکرة الحفاظ ج ۱ ص۱۸۷)

اے بیٹے! ایک طواف میرے نزدیک حضرت ابوالطفیل سے سماع کرنے سے زیادہ محبوب تھا۔

اللہ اکبر! اللہ کے گھر کا ایک طواف عاشقان باصفا کے نزدیک کس قدر اہمیت وعظمت رکھتا ہے، اور وہ ایک طواف پر دوسری کس قدر عظیم الشان خوش نصیبی کو قربان کردیتے ہیں، ایسے ہی پاک بازوں کے نزدیک دیار مقدس کے ایک ایک لمحہ کی صحیح قدر و قیمت ہے اور یہی لوگ یہاں پہنچ کر سعادت مندی حاصل کرتے ہیں، غور کرو کہ آج کل حجاج کرام مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف میں کتنی دل چسپی لیتے ہیں اور

دوسری باتوں میں کتنا وقت خرچ کرتے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک حاجی کے لیے سب سے بڑی عبادت بیت اللہ کا طواف ہے، اور عبادتیں تو دوسرے مقامات پر بھی کی جاسکتی ہیں مگر طواف صرف یہیں ہوسکتا ہے۔

امام ابوالفضل جعفر بن فضل بغدادیؒ

حضرت امام حافظ ابوالفضل جعفر بن وزیر ابوالفتح فضل بن جعفر بن محمد بن موسیٰ بن حسن بن فرات بغدادی متوفی ۳۹۱ھ رحمۃ اللہ علیہ شاہ مصر کافور اخشیدی کے وزیر تھے، آپ کے والد بھی خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کے آخری دور کے وزیر تھے، آپ کی ذات علم وعمل، علم وسیاست، علم وزہد، اور علم وعبادت کی جامع تھی۔

امام سلفی کا بیان ہے:

كان من الحفاظ الثقات المحتجين بصحة الحديث مع جلالة و رياسة يملي و يروي في حال الوزارة .

آپ ثقہ حفاظ حدیث میں سے تھے، شان وشوکت وریاست کے باوجود آپ صحتِ حدیث میں حجت ہیں، وزارت کے زمانہ میں احادیث کا املاء کراتے اوران کی روایت کرتے۔

اس ریاست اور وزارت کے جھگڑے میں آپ کے حالات غیر ہوگئے، مصر چھوڑ کر شام جانا پڑا، گھر لوٹا گیا، اور ایک مدت کے بعد پھر مصر میں واپس

نصیب ہوئی۔

وزارت و ریاست کے زمانہ میں احادیث کی روایت و املاء کے بارے میں تو آپ نے سن لیا، اب آپ کے زہد و عبادت کا حال سنیے۔

حافظ عبدالغنی کا بیان ہے:

وبلغنا أن أبا الفضل كان يفطر وينام نومة ثم ينهض و يتوضأ و يصلي الى الغداة .

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ابوالفضل افطار کے بعد ہلکی نیند سوتے، پھر اٹھ کر وضو کرتے اور صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

آپ کا وصال ہوا تو آپ کے دہن مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے تین موئے مقدس رکھے گئے، جن کو آپ نے مال عظیم کے بدلے حاصل کیا تھا اور سونے کی ایک نلکی میں مشک کی مہر سے بند کر کے رکھا تھا۔

و نقل فدفن بالمدينة المنورة في دار اشتراها قريبة جداً من المسجد . (تذكرة الحفاظ ص۲۱۲،۲۱۳)

آپ کی نعش منتقل کر کے مدینہ منورہ میں اس مکان میں دفن کی گئی، جسے آپ نے خریدا تھا، وہ مکان مسجد نبوی شریف سے بہت ہی قریب تھا۔

امارت و شریعت، سیاست و مذہب اور علم دین اور اشغال دنیا کے مجموعہ کا بہترین نمونہ حضرت امام وزیر ابوالفضل کی ذات گرامی تھی، علم حدیث میں یہ شان

کہ وہ حجت کا مقام رکھتے ہیں، علمی زندگی کا یہ عالم کہ وزارت کی کرسی پر احادیث
املا کراتے ہیں، اور ان کی روایت کرتے ہیں، زہد و تقویٰ کا یہ مقام کہ روزہ افطار
کر کے ذرا دیر آرام کرتے، پھر ساری رات ذکر و شغل اور نماز میں کاٹ دیتے ہیں۔
پھر زندگی کی آخری رسم یوں ادا ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے
مبارک حلاوت کام و دہن بنے اور لاش مبارک پہلے مدفن سے لاکر مدینہ منورہ میں
آرام گاہِ رحمۃ للعالمین ﷺ کے جوار میں دفن کی گئی ہے، کامیاب زندگی کا
کامیاب انجام کا یہ نمونہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔

امام ابوعبداللہ حامد بن محمد صفار اصبہانیؒ

ابوعبداللہ محب الدین حامد بن محمد بن حامد صفار اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ،
محدث اور امام ہیں آپ نے اصبہان اور ہمدان کے علمائے وقت سے تحصیل علم کی۔
ابن النجار آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

كان فقيها حنبليا، فاضلاً وله معرفة بالحديث و الأدب.

آپ حنبلی فقیہ تھے، بڑے فاضل تھے، اور آپ کو علم حدیث اور علم ادب
میں بصیرت حاصل تھی۔

آپ کو تحصیل علم کا شوق اس قدر تھا کہ حج کے ایام سفر میں بھی اس سے
وابستہ رہے اور علم دین کی تکمیل فرماتے رہے۔

وقدم بغداد حاجاً سنة ثمان و ثمانين و سمع بها من جماعة.

(طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۳۸۴)

آپ ۵۸۸ھ میں بسلسلہ حج بغداد شریف آئے اور وہاں کے علماء کی ایک جماعت سے احادیث کا سماع کیا۔

امام ابوعبد اللہ اصبہانیؒ نے بھی اپنے بہت سے پیش رو بزرگوں کی پیروی کی اور سفرِ حج کو علم اور نیکی کے حصول کا ذریعہ بنایا۔

امام ابوعلی حسین بن سکرہ سرقسطی اندلسیؒ

حضرت امام حافظ الحدیث ابوعلی حسین بن محمد بن فیرہ بن حیون صدفی سرقسطی اندلسی متوفی ۵۱۴ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن اندلس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مشرقی عالم اسلام میں تشریف لائے، سب سے پہلے حج ادا فرمایا، پھر تحصیل علم فرمائی۔

ثم حج سنة إحدى و ثمانين و أربع مائة ۔

(تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٤٨)

آپ نے ۴۸۱ھ میں حج ادا فرمایا۔

مکہ مکرمہ میں شیخ وقت حضرت ابواسحاق حبال موجود تھے، ان سے صرف احادیث کی اجازت لے سکے، سماع نہ کر سکے، کیوں کہ مصر و افریقہ پر قابض فاطمی حکرانوں نے مکہ مکرمہ پر غلبہ حاصل کرکے اہل سنت کے تمام علماء کو احادیث کی روایت سے روک دیا تھا، اور امام حبال پر ان کی نظر کڑی رہتی تھی۔

حافظ ابن سکرہ نے حج سے فارغ ہوکر امام حبال سے حدیث کی اج
لی اور دوسرے مقامات کی راہ لی، چنانچہ بصرہ اور بغداد وغیرہ میں جا کر وہار
علمائے حدیث وفقہ سے اکتساب کیا اور علم وفضل کی بڑی دولت لے کر اندلس
ہوکر مرسیہ کی جامع مسجد میں علم کی بساط بچھائی اور مغربی دنیا ان کی طرف کھینچ کر آ
آپ اندلس کے ایک فتنہ میں ربیع الاول ۵۱۴ھ میں شہید ہوئے۔

ابو عبد اللہ حسین بن عبد اللہ جرجانیؒ

حضرت ابو عبد اللہ حسین بن عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ بن محمد جرجانی
اللہ علیہ کے متعلق امام سہمی لکھتے ہیں:

كان نزل بعض القرىٰ باليمن في خربة تسمى .... وك
يحج فى كل سنة سمعته يقول فى سنة سبع و ثمانين بمكة انه
قريباً من خمسين حجة او كما قال وله بها اهل، و أولاد، وأموال

آپ یمن کے ایک ویرانے میں فلاں گاؤں کے اندر رہا کرتے تھے اور
سال حج ادا کرتے تھے، میں نے خود ان کی زبانی مکہ میں سنا ہے کہ انھوں نے پچا
حج کیے ہیں، یمن کے اس گاؤں میں آپ کے بال بچے اور اموال وجائداد بھی تھے

آپ جب حج کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تو حرم پاک میں
آپ کا حلقہ درس قائم ہوتا تھا، اور حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے، چنانچہ مصنف
تاریخ جرجان امام سہمی فرماتے ہیں:

أخبرنا أبوعبد الله الحسين بن عبد الله بمكة فى المسجد الحرام .(تاريخ جرجان ص١٥٧)

ہم سے ابوعبد اللہ حسین بن عبداللہ نے مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے اندر حدیث بیان کی۔

کہاں ایشیائے کوچک کا شہر جرجان (گورگان) اور کہاں مشرق وسطیٰ کے ملک یمن کا ایک ویرانہ؟ وہ بھی اب سے ہزار سال پہلے، جب کی سفر کی یہ آسانیاں نہ تھیں، مگر ارباب عزیمت اپنے عزم وارادہ سے زمین کی وسعت کو اپنے پیروں سے روندا کرتے تھے، دیکھو کہ حضرت حسین بن عبداللہ نے جرجان سے نکل کر یمن کے ایک دور افتاد دیہات میں مستقل سکونت اختیاری کی، اور وہاں سے آپ ہر سال بلاناغہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آتے تھے، اس طرح دوچار نہیں پچاسوں حج کیےاور ہر مرتبہ کی برکت سے اپنا حصہ پایا۔

آپ ۳۹۰ھ میں فوت ہوئے، کتنے خوش نصیب ہیں، وہ مسلمان جواللہ کی طرف سے حرمین شریفین میں باربار حاضری کی توفیق پاتے ہیں، اور وہاں کی برکتوں سے رہ رہ کر فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔

حسین بن علی لامشیؒ

ابوبکر حسین بن علی لامشی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب عماد الدین ہے، فرغانہ کے قریب کے رہنے والے تھے، آپ کی یہ چند صفات بہت ہی ممتاز تھیں:

إمام ، فاضل ، ثقة ، ورع، آمر بالمعروف وناه عن المنكر قوّال بالحق ، لايخاف فى الله لومة لائم .

آپ امام، فاضل، ثقہ، متقی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تھے، حق وصداقت کے اظہار میں بے باک تھے، اور اللہ کے دین کے معاملات میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

آپ اس قدر جلیل الشان اور صاحب علم وفضل ہونے کے ساتھ ساتھ عقل وتدبیر، ملک وریاست، معاملہ فہمی اور دور نگاہی میں اپنی مثال آپ تھے، ۵۱۵ھ میں خاقان ماوراء النہر کی طرف سے عباسی دار الخلافۃ بغداد میں سفیر بنا کر بھیجے گئے۔

فقيل لو حججت و رجعت فقال لا أجعل الحج تبعا .

(الفوائد البهية ص۲۸)

تو ان سے کہا گیا کہ بہتر ہے کہ آپ اس سفر میں حج کر کے واپس ہوں، آپ نے جواب دیا کہ حج جیسی مقدس عبادت اس سفر کے تابع نہیں بناؤں گا۔

اس جواب میں حج کی عظمت وتقدیس کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے، اس کا اندازہ کچھ اربابِ غیرت اور اربابِ عزیمت مسلمان ہی کر سکتے ہیں، شاہی کام سے بغداد پہنچ کر اس لیے حج کر لینا کہ چلو معاملہ قریب ہے، حج بھی ادا ہو جائے گا اور کوئی زحمت بھی نہ ہوگی، یہ تصور در حقیقت حج وزیارت کی عظمت وتقدیس کے سراسر منافی ہے، اور کسی سلیم الطبع مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے۔

حج کو اصل مقصد بنانا چاہیے، اور اس سلسلے میں دوسرے کاموں کو فروعات کے طور پر کرنا چاہیے، ورنہ یہ فروعات حج وزیارت کے مقصد عظیم پر حرف لائیں گی، جو لوگ حج وزیارت کو ثانوی درجہ پر سوچ کر اپنے کسی کام سے جاتے ہیں، وہ درحقیقت حج کی روح سے محروم ہوتے ہیں، ہمارا مقصد سفر کچھ بھی ہو لیکن جب ہم حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کو اصل مقصد قرار دینا چاہیے، اور دوسرے کاموں کو اسی کے صدقے اور طفیل میں سمجھنا چاہیے۔

حضرت امام عماد الدین حسین بن علی لامشیؒ کی اس غیرت ایمانی کی روشنی میں دیکھیے کہ جو لوگ کسی حکومت کی طرف سے پروپیگنڈے کے لیے حج وزیارت کے لیے مکہ اور مدینہ بھیجے جاتے ہیں، اور ان کو زیادہ سے زیادہ روپیہ سفر حج اور اخراجات کے نام پر سرکاری خزانوں سے ملتا ہے، ان کے حج وزیارت کی حقیقت کیا ہوتی ہوگی اور وہ اس مقدس سفر میں جس اجر کے مستحق ہوتے ہوں گے۔ کس قدر بدنصیب اور بے بہرہ ہیں وہ لوگ جو اس قسم کے سرکاری مواقع پیدا کر کے حج کے لیے جاتے ہیں، اور حج کے نام پر سرکاری پروپیگنڈا کر کے روپیہ بٹورتے ہیں، گزشتہ سال ہم نے چند ایسے سیاسی مولویوں اور لیڈروں کو دیکھا تھا، جو سرکاری خرچہ اور منافع پر حج کے لیے گئے تھے، اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایسی ایسی لغو اور خلاف باتیں کرتے تھے کہ سمجھ دار لوگ ان کی ان حرکتوں پر نفرت کا اظہار کرتے تھے، ان باتوں کو سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے دل کی طرح ان کی زبان بھی مسخ

ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ ایسے حریصوں، دنیا پرستوں اور لالچی لوگوں سے حج وزیارت کے مواسم ومراسم کو محفوظ رکھے۔

امام حکم بن عتبہ کوفیؒ

حضرت امام حافظ ابوعمر حکم بن عتبہ کندی کوفی متوفی ۱۱۵ھ رحمۃ اللہ علیہ کبار علمائے اسلام میں سے ہیں، شیخ الکوفہ کہلاتے ہیں، آپ نے بڑے بڑے تابعین مثلاً ابوجحیفہ سوائی،" قاضی شریح"، ابووائل"، ابراہیم"، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ"، اور سعید بن جبیر" وغیرہ رحمہم اللہ سے علم حاصل کیا، ایک جنازہ کی نماز میں حضرت زید بن ابولبابہ کا قول ہے کہ کوفہ کے اندر حکم سے زیادہ فقہ کا جاننے والا کوئی نہ تھا۔

آپ کے بارے میں مغیرہ کا بیان ہے کہ:

إذا قدم المدينة أخلوا له سارية النبى ﷺ يصلى اليها.

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسجد نبوی شریف میں استوانۃ النبی ﷺ آپ کے لیے خالی کردیا جاتا تھا اور آپ اس کے پاس نماز پڑھتے تھے۔

یہ استوانۃ النبی وہی ستون ہے، جسے آج کل ستون عائشہؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہاں پر رسول اللہ ﷺ خاص طور سے نفل نماز پڑھا کرتے تھے، یہاں پر حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق نماز پڑھنا بہت ثواب ہے، اس کے قریب ہی ستون ابولبابہ، ستون سریر، ستون وفود، ستون حارث واقع ہیں، ان سب کے پاس نماز پڑھنا بڑے ثواب کا کام ہے اور علمائے دین ہمیشہ سے ان ستونوں

کے پاس نفل نمازیں بکثرت پڑھا کرتے تھے، اور برکت حاصل کرتے تھے، آج بھی بندگان خدا ان ستونوں کے پاس بڑے جذب دکشش کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، آپ بھی جب مدینہ منورہ جائیں تو مسجد نبوی شریف میں ان ستونوں کے پاس خاص طور سے نماز پڑھا کریں، اوپر کے واقعہ سے حضرت حکم بن عتبہ کی جلالت شان اور ان کی بے پناہ مقبولیت کا پتہ چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ایسے برگزیدہ بندوں پر ہزاروں بار رحمت کی بارش کرے، جن کو حرم نبوی شریف میں ان کے علم وفضل کی وجہ سے امتیازی شان ملتی ہے۔

ماكنت أعرف فضل الحكم الا إذا اجتمع علماء الناس فى مسجد منىٰ نظرت إليهم عيال عليه .(تذكرة الحفاظ ص١١١)

میں حکم کی بزرگی اس وقت صحیح معنوں میں پہچانتا تھا، جب کہ منیٰ کی مسجد (مسجد خیف) میں آفاقی علماء ان کے پاس جمع ہوا کرتے تھے، تو وہ حکم کے عیال معلوم ہوتے تھے۔

مسجد خیف میں ایام منیٰ میں جس عالم دین کو یہ امتیازی شان حاصل ہو، اور دنیا بھر کے آئے علماء اس کی مجلس میں طفل مکتب معلوم ہوتے ہوں، اس کی بزرگی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے ہر جگہ مقبولیت سے نوازے جاتے ہیں، حج وزیارت کے موقع پر حضرت حکم کے ساتھ مسلمانوں کا یہ سلوک

اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔

ابوالقاسم خلیل بن محمد جرجانیؒ

حضرت ابوالقاسم خلیل بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن خلیل بن محمد بن خلیل بن علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور ابن محمد حملان جرجانی ابن عدی ابو محمد خشاب وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے، آپ کا گاؤں جرجان سے سات فرسنگ کے فاصلے پر سسکن یا سسکر کے نام سے مشہور تھا، جو کہ جودستان کے صوبے میں واقع ہے، آپ صاحب حیثیت تھے، پانچ لڑکے تھے، مگر ان کے تمام جاہ وجلال کے باوجود آپ کا وصال حج وزیارت کے مقدس راستہ میں غربت و مسافرت میں ہوا، وہ بھی عراق کے قریب ''بادیۃ العرب'' میں جہاں خدا کی شان کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ امام سہمی لکھتے ہیں:

توفى فى البادية بعد ما حج منصر فا الى العراق فى سنة خمس و أربعمائة . (تاريخ جرجان ص١٠٧)

آپ حج ادا کرنے کے بعد عراق واپس ہوتے ہوئے بادیۃ العرب میں ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے۔

امام ابوالقاسم خلیل بن محمدؒ بھی اللہ کے ان ہی خوش قسمت بندوں میں سے ہیں جو حج کے بعد گناہوں سے پاک وصاف ہوکر اپنے پروردگار سے اس طرح جا ملے کہ حج سے واپس آکر بال بچوں اور دوست احباب سے ملنے کا بھی اتفاق نہ

ہوا، ایسے مرنے والوں کا استقبال خدا کی رحمت کرتی ہے، اور ان کے لیے مغفرت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں، ویسے بھی پردیس اور غریب الوطنی کی موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ خصوصیت سے سفرِ حج میں موت آئے تو واقعی وہ موت فی سبیل اللہ ہے، اور ثواب در ثواب کا باعث ہے۔

ابوالعلاء سری بن اسماعیل جرجانیؒ

حضرت ابوالعلاء سری بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم بن عباس بن مرداس رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور فقیہ ہیں، ان کے والد ابوسعد اسماعیل اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے، ان کی وفات کے بعد جرجان کی مشیخت ابوالعلاء سری کو ملی۔

وکان والده حمله الی مکة حرسها الله فی سنة اربع و ثمانین و ثلث مائة.

آپ کے والد ۳۸۴ھ میں آپ کو مکہ مکرمہ لے گئے۔

مکہ پہنچ کر آپ حج و زیارت کی دولت سے فیض یاب ہوئے، اور حرمین شریفین کے علماء سے روایت کی، چنانچہ آپ کے اساتذہ اور مشائخ میں اہل حرمین بھی ہیں۔

وجماعة من أهل بغداد والكوفة ومكة والمدينة .

(تاریخ جرجان ۸۵)

بغداد، کوفہ، مکہ مکرمہ، اور مدینہ منورہ کی ایک جماعت سے آپ نے

روایت کی۔

حضرت ابوالعلاء کے والد نے بھی وہی طریقہ اختیار فرمایا جو علماء وم
کا تھا کہ فرض حج کے لیے نکل پڑتے اور حج ادا کر کے آس پاس کے شہروں کے
بڑے علماء و فقہاء سے قرآن و حدیث حاصل کرتے، اور ایک ہی سفر سے مختلف
کام لیا کرتے تھے، باپ نے اپنے بیٹے کو اپنی زندگی میں یہ نیک کام کرا دیا
بھی بہت سے نیک ماں باپ خود بھی حج کرتے ہیں، اور اپنی اولاد کو بھی حج وز
کی دولت سے فیض یاب کرتے ہیں۔

سعید بن عثمان جرجانیؒ

آپ بہت بڑے محدث اور عالم ہیں، آپ کا مستقل قیام جرجان میں
مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف حج ہی نہیں ادا کیا، بلکہ مکہ
میں قیام کر کے وہاں پر درسِ حدیث بھی دیا ہے، چنانچہ عبداللہ بن محمد سعدی نے
مکہ مکرمہ ہی میں آپ سے بعض حدیث کی روایت کی ہے۔ (تاریخ جرجان ۱۷۹)

ابوسعید سعد بن اسماعیل اسماعیلیؒ

حضرت ابوسعید سعد بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم اسماعیلی جر
خاندانی عالم و فاضل ہیں، ان کے دادا حضرت ابوبکر اسماعیلی زبردست محدث
مگر آپ اپنے دادا سے تحصیل علم نہ کر سکے البتہ مکہ مکرمہ، بغداد، کوفہ، عکراء، ہمد

دوسرے وغیرہ کا سفر کر کے وہاں کے علماء و مشائخ سے حدیث کا درس لیا۔

(تاریخ جرجان ۱۸۵)

اور جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ محدثین کرام عام طور سے سفر حج کے لیے نکلتے، اور حج و زیارت سے فارغ ہوکر حرمین شریفین کے علماء سے تحصیل علم کرتے اور دوسرے ممالک میں جا کر وہاں کے مشائخ سے درس لیتے اور جب حج کر کے واپس آتے تو صرف حاجی ہی نہیں بلکہ محدث وفقیہ، عالم و فاضل اور راشد و مرشد بن کر آتے۔

امام شعیب بن ابوحمزہ حمصیؒ

حضرت امام حافظ، حجۃ، متقن ابو معشر شعیب بن حمزہ اموی حمصی رحمۃ اللہ علیہ زبر دست حافظ حدیث اور امام دین ہیں، غلام خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ساتھ ہی بہت ہی اچھے انشاء پرداز اور کاتب ہیں، خلیفہ اموی ہشام کے لیے آپ نے بہت کچھ امام زہری کے املاء سے لکھا تھا، رات دن پڑھنے پڑھانے کا کام کرتے تھے، حتیٰ کہ سفر میں اس مقدس شغل کو نہیں چھوڑتے تھے۔

امام ذہبیؒ نے خود آپ کی زبانی آپ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

رافقت الزهري الى مكة فكنت ادرس أنا وهو القرآن جميعاً. (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۵)

میں مکہ مکرمہ کے سفر میں امام زہری کے ساتھ ہوگیا، اور ہم دونوں راستہ

میں قرآن پڑھتے پڑھاتے رہے۔

گویا مکہ مکرمہ کا سفر ان حضرات کے لیے وصیت کا وقت تھا، جسے ان دونوں نے غنیمت جان کر آپس میں قرآن کا درس جاری کیا، اور اس کے اسرار و حکم اور رموز و غوامض سے بحث کرتے رہے، اور یہ پورا مقدس سفر ان دونوں کے لیے مدرسہ بن گیا، حقیقت بھی یہی ہے کہ حرمین شریفین کے سفر میں دینی علوم وفنون کے پڑھنے پڑھانے اور اسلامی مسائل کے پوچھ گچھ کے لیے بہترین موقع ہوتا ہے، اور اللہ کی راہ کا یہ سفر اللہ کے دین کو سمجھنے سمجھانے کے لیے بہت ہی موزوں ہوتا ہے۔

شمس بن عطاء اللہ رازی ہرویؒ

حضرت شمس بن عطاء اللہ ہرات کے رہنے والے تھے، ۷۶۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے حج کا شوق دیا تھا، چنانچہ ابتدائے زمانہ ہی میں آپ نے حج ادا کیا، اور دیارِ مقدس کی آب و ہوا کچھ اس طرح پسند آئی کہ ہرات جانے کا ارادہ ترک کر کے بیت المقدس میں قیام کیا اور مدرسہ صلاحیہ کی تدریس قبول کرلی، حافظ ابن حجر سے آپ نے اسی زمانہ میں بہت سے علمی فوائد حاصل کیے ہیں۔ (الفوائد البہیۃ ص ۷۰)

حج کے برکات وفضائل میں سے یہ بات بھی ہے کہ ذہن و دماغ میں آفاقیت اور وسعت پیدا ہوجاتی ہے، اور مسلمان ساری دنیا کو اپنا وطن اور سارے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھنے لگتا ہے، کتنے ہی ایسے حجاج کرام ہیں جو حج کرنے کے

بعد دیارِ عرب میں یا دوسرے قریبی ممالک میں رہنے سہنے لگے، اور اپنے پیدائشی مقام کو بھول گئے، چناں چہ ہمارے ملک ہندوستان کے کتنے ہی حضرات مکہ، مدینہ، جدہ، طائف، عدن، بحرین، یمن، شام، وغیرہ میں اس طرح آباد ہوکر وہاں کے باشندے بن گئے ہیں۔

صاعد بن محمد ابن راسمندیؒ

قاضی ابوالعلاء صاعد بن محمد بن عبد الرحمٰن بخاری اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "ابن الراسمندی" کی نسبت سے مشہور ہیں، آپ ۴۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔

امام سمعانی فرماتے ہیں:

هو الإمام المقدم في زمانه على أقرانه فضلاً و علماً و ديانةً.

آپ اپنے زمانہ کے تمام علماء سے علم وفضل اور دیانت میں آگے تھے۔

آپ اپنے استاد علی بن عبد اللہ خطیبی کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے، ساتھ ہی خطیبی کا لڑکا اور آپ کی عورت بھی تھی، بصرہ پہنچتے پہنچتے ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اور پورے قافلے کو بادیۃ العرب کے بدوؤں نے گرفتار کرلیا، پورا کارواں سات مہینے تک ان کی قید میں پڑا رہا، شدہ شدہ اس کی خبر نظام الملک اور شرف الملک کو لگی، ان دونوں نے سات سو دینار خلیفہ عباسی قائم باللہ کے پاس اس لیے روانہ کیے کہ ان کو بدوؤں کو دے دیا جائے تاکہ اس قافلہ کو چھوڑ دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ کی مرضی ایسی ہوئی ہے کہ رہائی کے بعد میر کارواں خطیبی کے ۵۰۲ھ میں

مقام جُحفہ میں فوت ہوگئے، صرف خطیبی کے لڑکے اور ابن راسمندی زندہ رہ گئے، اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حج و زیارت سے فیض یاب ہوکر صحیح و سالم بغداد آئے، ۵۵۲ھ میں عید کے دن ایک باطنی ملحد کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ (الفوائد البہیہ ص ۳۴)

پہلے زمانہ میں حج و زیارت کی راہ میں اللہ کے بندے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھاتے تھے، اور کن کن حالات سے دوچار ہوتے تھے، اس کارواں کی متاع خدا کی راہ میں کس طرح لٹی ہے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں حج کرنا آسان کام نہ تھا، مگر اللہ کے بندے دنیا سے کھنچ کھنچ کر اس "وادی غیر ذی زرع" کی طرف آتے تھے، اور ابراہیمی دعوت پر عملی طور سے لبیک کہتے تھے۔

حضرت طاؤس بن کیسانؒ

حضرت امام ابوعبدالرحمن طاؤس بن کیسان یمانی متوفی ۱۰۶ھ رحمۃ اللہ علیہ یمن کے باشندے اور ابناء فارس میں سے ہیں، جلیل تابعی عالم ہیں، ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، وغیرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے، آپ علم اور عمل میں مثالی زندگی رکھتے تھے، حضرت قیس بن سعد کا بیان ہے کہ ہم اہل یمن میں طاؤس کی وہی حیثیت ہے جو اہل بصرہ میں حضرت محمد بن سیرین کی ہے، حضرت طاؤس کے فضل و بزرگی کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ سند کافی ہے:

إنی لاظن طاؤساً من أهل الجنة .

طاؤس کو میں اہل جنت سے سمجھ رہا ہوں۔

اللہ اکبر! حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی جس انسان کے بارے میں کہہ دیں کہ میں اسے اہل جنت سے گمان کرتا ہوں، اس کی سعادت اور خوش بختی میں کس کو شک ہوسکتا ہے، اور وہ جنتی کیوں نہ ہوگا۔

امام ابن حبان کا بیان ہے کہ:

حج طاؤس أربعين حجة وكان مستجاب الدعوة.

حضرت طاؤس نے چالیس حج کیے، آپ مستجاب الدعاء بزرگ تھے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام طاؤس اہل یمن کے شیخ، ان کی برکت اور ان کے مفتی تھے، ان کی بڑی شان تھی۔

وكان كثير الحج فاتفق موته بمكة قبل التروية بيوم سنة ست و مائة. (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۸٤)

آپ کثیر الحج تھے، آپ کی وفات بھی یوم الترویہ سے ایک دن پہلے ۱۰۶ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

خدا والوں کی زندگی جس طرح راہ خدا میں گذرتی ہے، اسی طرح ان کی موت بھی راہ خدا میں آتی ہے ایک طرف خلق اللہ منیٰ اور عرفات میں مناسک حج ادا کرنے کی تیاری کررہی ہے، دوسری طرف حضرت طاؤس رب کعبہ سے مل رہے ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس ملاقات کی کیا قدر و قیمت ہوگی۔

طاہر بن سلام خوارزمیؒ

طاہر بن سلام قاسم بن احمد خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب الہدایہ امام جلال الدین کرمانی سے تحصیل علم کیا، آپ نے ایک کتاب نہایت ہی اہم ''جواہر الفقہ'' کے نام سے رمضان ۷۷۱ھ میں لکھی، جو مختصر ہونے کے باوجود بہت ہی مفید ہے، اس میں آپ نے لکھا ہے کہ میں حج کی دولت سے فیض یاب ہوکر روم پہنچا، پھر وہاں سے مصر چلا آیا، اور وہیں پر ٹھہر کر فقہ کی کتب متداولہ کی مدد سے ''جواہر الفقہ'' کو تصنیف کیا۔ (الفوائد البہیۃ ص ۴۳)

اللہ تعالیٰ نے حج کی برکت سے آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی ہوگی کہ فقہ میں ایک مختصر سی کتاب لکھو، جو نہایت جامع ہو، چنانچہ آپ حج وزیارت سے بلاد روم آئے، مگر کتاب کی فکر لگی رہی، یہاں تک کہ مصر تشریف لائے اور وہیں بیٹھ کر یہ کتاب تصنیف کی، جس طرح یہ کاتب الحروف اس سال صفر ۱۳۷۵ھ میں حج و زیارت کی دولت لے کر مکان لوٹا، پھر بمبئی آکر رمضان ۱۳۷۵ھ میں ''طبقات الحجاج'' کا کام کر رہا ہے، اے اللہ! اپنے برگزیدہ بندوں کے طفیل میں اسے بھی ان ہی کے زمرے میں داخل فرمادے۔ (آمین)

عبد الحلیم بن علی قسطمونیؒ

عبد الحلیم بن علی قسطمونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شہر میں پرورش پائی اور

وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اپنے وطن سے چل کر شیخ وقت علاء الدین عربی کی خدمت میں پہنچ کر ان کی وفات کے بعد شام گئے اور وہاں سے مصر جا کر بڑے بڑے علماء سے پڑھا، اسی سفر میں حج و زیارت کی دولت سے بھی بہرہ ور ہوئے، جب حج کر کے بلاد روم واپس آئے تو سلطان سلیم خان نے آپ کو اپنا اور اپنے دونوں وزیروں کا امام بنا دیا، یہاں پر آپ کا اصل جوہر نمایاں ہوا، آپ ۹۲۲ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالحلیم بن علی علم و فضل کی تلاش میں دنیا بھر گھومے، مگر جب حج کر کے واپس لوٹے تو ان کو شاہ روم سلیم خان نے طلب کیا، اور اللہ تعالیٰ نے حج کی برکت سے ان کا مرتبہ بہت بلند کر دیا،، یہ حج مقبول کی بڑی علامت ہے کہ آدمی اس کے بعد عزت و آبرو کے بڑے مقام کو حاصل کرے۔

عبدالرحمٰن بن سلیمان جرجانیؒ

حضرت امام ابوسعید عبدالرحمٰن بن سلیمان بن موسیٰ بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن جرجان کو چھوڑ کر اور مستقل طور سے مکہ مکرمہ میں اقامت فرما کر ''نزیل مکہ'' بن گئے تھے، آپ نے یہاں کے جن علماء سے علم حاصل کیا، احمد بن سعید رازیؒ ان میں سے اہم شخصیت رکھتے ہیں، آپ کے شاگردوں میں امام حدیث حافظ عدی اور ابوبکر بن محمد بن احمد بہت مشہور ہیں۔

(تاریخ جرجان ص ۲۱۵)

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کرنے کے بعد آپ نے
حرمین شریفین کے فیوض و برکات سے کیا حصہ حاصل کیا ہوگا۔

عبدالوہاب بن ادریس جرجانیؒ

امام عبدالوہاب بن ادریس جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکہ مکرمہ میں
حدیث کی روایت کی ہے اور غالباً یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے، جب آپ حج کے لیے
تشریف لے گئے ہیں۔ (تاریخ جرجان ص ۲۰۸)

امام عبدالرّزاق بن محمد جرجانیؒ

حضرت امام ابو الحسن عبد الرزاق بن محمد بن حمزہ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ
جرجان کے رہنے والے ہیں، مگر مستقل طور سے سمرقند میں رہنے لگے تھے، اور جب
حج کے لیے گئے تو بغداد جا کر وہاں کچھ دنوں تک ٹھہر کر درس حدیث کی مسند بچھائی
اور تشنگانِ علم کو سیراب کیا۔

حدث بغداد قد مها حاجاً. (تاریخ جرجان ص ۲۳۷)

آپ نے حج کے موقع پر بغداد آکر حدیث کا درس دیا۔

ابو الحسن عبد الرزاق نے حج کے سفر سے فائدہ اٹھایا اور بغداد کی علمی مجلسوں
میں بیٹھ کر درس دیا اور اہل علم کو فیض پہنچایا، حج کے مبارک سفر میں اس طرح جو
خدمت ہو سکے، کرنی چاہیے، اور بندگان خدا کو نفع پہنچانا چاہیے، یہ سفر تو خدمتِ خلق

اور عبادتِ خالق کے لیے ہوتا ہی ہے۔

ابو سہل عبد الکریم بن محمد جرجانیؒ

حضرت ابو سہل عبد الکریم بن محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ جرجان کے قاضی تھے، آپ بہت بڑے عالم و فقیہ تھے، آپ کے شاگردوں میں امام شافعی، امام ابو یوسف اور سفیان بن عیینہ جیسے ائمہ دین وعلم ہیں، آپ کی پاک زندگی کا یہ کارنامہ جلی حرفوں میں لکھا گیا ہے۔

انتقل الی مکۃ، ومات بھا وکان قد فر من القضاء.

(تاریخ جرجان ص۲۰۸)

آپ جرجان سے منتقل ہو کر مکہ مکرمہ چلے آئے، اور یہیں وصال فرمایا، آپ جرجان سے عہدۂ قضاء کے ڈر سے بھاگ کر یہاں آئے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قضاء کا عہدہ بڑی ذمہ داری کا عہدہ ہے، اور اس عہدہ پر رہ کر اپنے کو سراسر شرعی احکام کے حوالے رکھنا نہایت ضروری ہے، اس لیے بہت سے علماء نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، حضرت ابو سہل عبد الکریم بن محمد بھی اس لیے قضاء سے ڈر کر مکہ مکرمہ چلے آئے تھے، اور اس طرح اپنے کو بچایا کہ زندگی بھر نہ مل سکے، اور مرنے کے بعد بھی اسی امن عالم کے مرکز میں دفن ہوئے۔

واقعہ یہ ہے کہ حرم پاک دنیا کے بے سہاروں اور بے پناہوں کے لیے

آخری سہارا اور آخری پناہ ہے، اور جسے کہیں پناہ نہ ملے، اسے یہاں پناہ ملتی ہے۔

امام ابوموسیٰ عیسیٰ بن سلیمان اعینی اندلسیؒ

حضرت امام حافظ ابوموسیٰ عیسیٰ بن سلیمان بن عبد اللہ اندلسی مالقی متوفی ۶۳۲ھ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وحج و توسع فی الرحلة .

آپ نے حج ادا فرمایا اور خوب علمی سفر کیا۔

آپ نے مکہ مکرمہ میں بھی وہاں کے اعیان علماء سے احادیث کی روایت کی ہے، چناں چہ ابن زبیر کا بیان ہے:

انه أخذ بمكة عن يونس ابن القصار وأقام يبلل البلاد نيفا و عشرين سنة ثم قدم أندلس . (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٢٤٠)

امام ابوموسیٰ مالقی نے مکہ مکرمہ میں یونس بن قصار سے روایت کی ہے، اور بیس سال سے زائد تک غربت و مسافرت میں شہروں کی خاک چھانی، پھر اندلس کا رُخ کیا۔

بے شمار علمائے اسلام کی طرح آپ نے بھی طالب علمی کے سفر میں حج و زیارت کی برکت حاصل کی، پھر علم و فضل سے مالا مال ہوئے۔

امام عیسیٰ بن یونس کوفیؒ

حضرت امام حافظ ابوعمرو عیسیٰ بن یونس بن ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کوفی متوفی ۱۸۷ھ رحمۃ اللہ علیہ علم و جہاد کے میدان کے شہ سوار ہیں، ایک مرتبہ خلیفہ مامون نے دس ہزار کی رقم پیش کی تو آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ دس ہزار کی رقم تو بڑی چیز ہے، میں تمہارا ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پی سکتا۔

رومیوں کے حملہ سے عالم اسلام کے بچانے کے لیے روم کے قریب مقام حدث میں مستقل مرابط تھے اور سرحد کی نگرانی کرتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

کنا نخبران عیسیٰ بن یونس سنة فی الغزو، و سنة فی الحج فقدم بغداد فی شیء من امر الحصون فامر له بمال فا بی أن یقبل.

ہمیں پہلے سے خبر تھی کہ امام عیسیٰ ایک سال جہاد میں رہتے ہیں تو دوسرے سال حج میں بسر کرتے ہیں، چناں چہ وہ ایک مرتبہ قلعہ جات کے معاملہ میں بغداد آئے اور ان کے سامنے دولت پیش کی گئی، مگر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

علم، حج اور جہاد میں مال و دولت کی کس قدر ضرورت پڑتی ہے، پھر حضرت امام عیسیٰ بن یونس کا شاہی پیش کش سے صاف انکار کرنا بتا رہا ہے کہ ان میں اخلاص وعلمیت کا کس قدر جذبہ تھا، اور دینی کاموں میں دین داری کا کس قدر

اہتمام کرتے تھے۔ابوالولید احمد بن جناب مصیصی کا بیان ہے:

غزا عيسىٰ خمسًا وأربعين غزوةً وحج خمسًا و أربعين حجة .(تذكرة الحفاظ ج ١ ص ٢٥٧، ٢٥٨)

امام عیسیٰ بن یونس نے پینتالیس (۴۵) غزوات کیے، اور پینتالیس (۴۵) حج بھی کیے ہیں۔

امام عیسیٰ کی زندگی یوں تو علم و جہاد اور حج میں گزرتی ہی تھی، پھر شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے پینتالیس مرتبہ حج کیا اور اسی مقدار میں جہاد فی سبیل اللہ بھی کیا ہے، اس کے باوجود خدا بہتر جانتا ہے کہ امام عیسیٰ کو سیری نہ ہوئی اور جہاد و حج کی تمنا میں دنیا سے تشریف لے گئے۔

ہمارے زمانہ میں عام طور سے تین حج کرنے والے اپنے کو بہت بزرگ سمجھتے ہیں، کچھ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو متعدد حج کرنے کے باوجود اپنے کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، ایسے ہی حضرات اللہ کے مقبول بندے ہوتے ہیں۔

امام ابوعبید قاسم بن سلام بغدادیؒ

حضرت امام، حافظ حدیث، فقیہ، لغوی، ادیب، مصنف، ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی متوفی ۲۲۴ھ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے ان جلیل القدر علمائے دین اور عظیم الشان ماہرین علوم و فنون میں سے ہیں، جن کو اسلام پر فخر اور جن پر اسلام کو فخر ہے۔آپ کے والد ماجد رومی النسل تھے، آپ کی ولادت شہر ہرات میں ہوئی۔

مشہور امام اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ:

الله يحب الحق أبو عبيد أعلم مني وأفقه و نحن نحتاج الى أبي عبيد و أبو عبيد لا يحتاج الينا .

اللہ سچے کو پسند فرماتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ابوعبید مجھ سے زیادہ عالم اور مجھ سے بڑے فقیہ ہیں، ہم لوگ ابوعبید کے محتاج ہیں، ابوعبید ہمارے محتاج نہیں ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ابوعبید استاد ہیں، اور نیکی میں روز بروز بڑھتے ہی جاتے ہیں۔

آپ علم حدیث، علم لغت، علم ادب، علم قرآن وغیرہ کے امام تھے، آپ کی تصنیفات علم وفن کے لیے حجت ہیں، اور ارباب علم وفن کے لیے حرز جان ہیں۔

آپ کی مشہور ومعروف کتاب "کتاب الاموال" ہمارے پاس موجود ہے، جسے ۱۳۶۵ھ میں راقم الحروف کے والد محترم الحاج محمد حسن صاحب مکہ مکرمہ سے خرید کر لائے تھے۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ:

مات بمكة سنة أربع و عشرين و مائتين .

(تذكرة الحفاظ ج ٢ ص ٦)

آپ ۲۲۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

قیام مکہ کے زمانے کی کچھ تفصیل ذرا دوسری کتابوں سے معلوم کیجیے، یاقوت حموی نے معجم الادباء میں لکھا ہے کہ شہزادہ طاہر بن عبداللہ بن طاہر اپنے باپ

کے دور حکومت میں عین جوانی کے ایام میں خراسان سے حج کو گیا، مکہ مکرمہ میں اسحاق بن ابراہیم کے گھر اترا، اسحاق نے شہر کے تمام علماء کو مدعو کیا، تاکہ طاہر ان سے ملاقات کرے، اور ان سے درس لے، چناں چہ شہر کے تمام محدثین اور فقہاء حاضر ہوئے، حتیٰ کہ ابن الاعرابی اور امام اصمعی کے شاگرد ابونصر بھی آئے، جب ابوعبید کے پاس آدمی گیا تو آپ نے جواب دیا۔

العلم یقصد .

علم کے دربار میں حاضری دی جاتی ہے۔

اسحاق کو امام ابوعبید کی یہ بات بری معلوم ہوئی، اور بہت زیادہ غصہ ہوا، اور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے امام ابوعبید کو جو ماہ وار دو ہزار درہم بطور وظیفہ کے ملا کرتے تھے، ان کو بند کر کے عبداللہ بن طاہر کے پاس سارا ماجرا لکھ بھیجا، عبداللہ نے جواب لکھا:

قد صدق أبو عبيد في قوله وقد اضعفت له الرزق من أجل فعله فاعطه فاثبه و أدرعليه بعد ذالك مايستحقه.

ابوعبید نے سچی بات کہی ہے، ان کے اس کام کی وجہ سے میں نے ان کا وظیفہ دوگنا کر دیا، لہٰذا تم اسے فوراً ادا کرو، نیز اس کے بعد ان کی خدمت میں ہر وہ چیز حاضر کرو، جس کے وہ مستحق ہیں۔

امام ابوعبید نے علم کی قدر دانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں

وسعت دی، اور عزت و مرتبہ کی بلندی دی، جو لوگ علوم دینیہ کی ناقدری کرتے ہیں وہ دوسروں کی نگاہ میں گرے رہتے ہیں۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام ابوعبید حج کر کے واپسی کے انتظام میں لگ گئے، اور عراق تک کے لیے کرایہ بھی طے کر لیا، جس صبح کو نکلنے والے تھے، اسی رات کو خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، اور ایک جماعت آپ کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے ہے، اور لوگ آپ کی خدمت میں آتے اور سلام پیش کرتے ہیں، اور مصافحہ کرتے ہیں، جب میری باری آئی اور میں آپ کے پاس جانے لگا تو ان لوگوں نے مجھے روکا اور کہا کہ تم نہ داخل ہو، اور نہ ہدیہ سلام پیش کرو، کیوں کہ تم صبح یہاں سے عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہو، میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جاؤں گا انھوں نے اس پر مجھ سے عہد و پیمان لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے دیا، چناں چہ میں نے آپ کی خدمت میں داخل ہو کر سلام عرض کیا اور مصافحہ کیا، اور جب صبح اٹھا تو عراق جانے کا ارادہ ترک کر کے کرایہ کی بات چیت فسخ کر دی اور مکہ ہی میں سکونت پذیر ہو گیا۔

امام ابوعبید اس کے بعد مستقل طور سے مکہ ہی میں رہنے لگے، یہاں تک کہ یہیں مرے اور ''دور جعفر'' میں سے کسی میں دفن کیے گئے، ایک روایت کے مطابق یہ خواب مدینہ منورہ کا ہے، اور آپ وہیں لوگوں کے کوچ کرنے کے بعد فوت ہوئے۔ (ابن خلکان ج۱ ص۵۳۰)

قاسم بن یوسف تجیبیؒ

حضرت قاسم بن یوسف تجیبی سبتی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب علم الدین ہے، بہت بڑے محدث تھے، اپنے شہر میں علم حاصل کر کے حج کو گئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد عراقی، ابن عساکر، ابن قورس وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا، آپ نے تحصیل علم میں بڑے بڑے سفر کیے ہیں، آپ کا سفر نامہ چار موٹی موٹی جلدوں میں امام ذہبی نے دیکھا ہے، جس میں ہر ہر شہر کے شیوخ کے حالات، ان کی روایات اور فوائد کا تذکرہ ہے۔ (الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۲۱۲)

قاسم بن یوسف کی علمی زندگی کی ابتداء کہنے کو ان کے وطن میں شروع ہوئی تھی، مگر درحقیقت اس کی حقیقی ابتداء حج کے بعد ہی سے ہوئی، جب کہ دنیا کے بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین اور اربابِ علم وفضل سے اکتساب علم وفضل کیا، واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان کے اندر صلاحیت ہوتی ہے تو سفر حج کے تجربات اور اس کے فیوض و برکات سے اسے بڑا فائدہ ہوتا ہے، اور اس کی دنیا بدل جاتی ہے۔

کامل بن علی ماردینی

حضرت کامل بن علی ماردینی رحمۃ اللہ علیہ جب علم کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوئے تو وعظ و نصیحت میں لگ گئے، اور عام مسلمانوں کو دین کا درس گھوم گھوم کر مجلسوں، مجمعوں اور مسجدوں میں دینے لگے، پھر آپ نے ۷۰۷ھ میں حج ادا

فرمایا، اور واپسی پر دمشق کے قصر شاہی میں دوسری رمضان کو نائب الحکومت علماء، مشائخ اور قضاۃ کی ایک خاص مجلس وعظ منعقد کی اور ان میں سفر حج کے تاثرات اور واقعات وحالات کو اپنے صاف انداز میں بیان فرمایا۔

(الدرر الکامنہ ج۲ ص ۲۳۱)

حج سے واپسی پر حضرت کامل بن علی کا اس قدر شان دار مجلس وعظ منعقد کرنا اور شاہی قصر میں بڑے بڑے اعیان واشراف کو دعوت دینا، پھر جامع دمشق میں عوام کے لیے عظیم الشان مجلس وعظ منعقد کرنا، بتا رہا ہے کہ آپ حج و زیارت کی برکتوں سے کس قدر بہرہ ور ہوتے تھے، اور آپ پر روحانی سرور ونشاط کا کس قدر غلبہ تھا۔

محمد بن عبد اللہ تکروری مدنیؒ

حضرت شیخ محمد بن عبد اللہ تکروری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر کے خطیب تھے، آپ بڑے ہی خدا ترس، عابد اور خیر و برکت والے تھے، بڑے عالم و فاضل تھے، اپنے دوست احباب کا بڑا خیال کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وکان علی طریقة مثلی کثیر الخیر و الایثار و تفقد الإخوان متسع العلم.

آپ نہایت بہتر طریقہ پر زندگی بسر کرتے تھے، خیر و برکت والے تھے، دوستوں کی خبر گیری کرتے تھے، آپ کا علم بڑا وسیع تھا۔

اپنے شہر کی خطابت چھوڑ کر مکہ مکرمہ آئے اور حج ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے در پاک پر حاضری دی اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت کر کے پوری زندگی، اس مقدس شہر میں گزار دی حتیٰ کہ مرنے کے بعد اسی مقدس زمین کے مقدس ٹکڑے میں دفن ہوئے۔

ثم حج وسكن المدينة . . . . .ومات بالمدينة ٧٤٢ھ ودفن عند قبر عثمان . (الدرر الكامنه ج٣ص ٤٣٠)

آپ نے حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی، اور مدینہ ہی میں ۷۴۲ھ میں فوت ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب دفن کیے گئے۔

اللہ اکبر! جوارِ رسول کے باشندوں کی کیا قسمت ہوتی ہے، جنت البقیع کی مقدس خاک میں جگہ ملے، وہ بھی عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے آس پاس، اس خوش بختی پر جس قدر رشک کیا جائے بجا ہے۔

امام داؤد بن ابو ہند بصریؒ

حضرت امام حافظ ابو محمد داؤد بن ابو ہند بصری متوفی ۱۴۰ھ رحمۃ اللہ علیہ اہل بصرہ کے حافظ حدیث اور مفتی ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف پایا ہے، بڑے بڑے علمائے تابعین سے علم دین حاصل کیا ہے، ریشم کے تاجر تھے، چالیس برس تک اس طرح روزے رکھے کہ گھر والوں کو خبر نہ ہو سکی، صبح کو

جب دوکان پر جاتے تو کھانا ساتھ لے جاتے اور راستہ میں اسے صدقہ کر کے شام کو واپس آ کر گھر والوں کے ساتھ افطار کرلیا کرتے تھے، بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بازار میں دوکان پر جایا کرتا تھا تو واپسی پر قسم کھالیتا تھا کہ یہاں سے فلاں جگہ تک اللہ کا ذکر کرتا ہوا چلوں گا، پھر وہاں پہنچ کر آگے کسی جگہ تک کے لیے قسم کھاتا اور اللہ کی یاد کرتے ہوئے وہاں تک پہنچتا، یہاں تک کہ اسی طرح گھر آجاتا تھا۔

اللہ کے جن بندوں کا بچپن اس قدر صالح ہوگا، وہ دوکان دار کے بچے ہوں، یا مزدور کی اولاد ہوں یا کسی اور گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں، ان کی آئندہ زندگی نیک ہی ہوگی۔

چناں چہ اس بچہ نے علم دین حاصل کر کے ایک طرف بصرہ کی دینی وعلمی سیادت سنبھالی، تو دوسری طرف ریشم کی تجارت اور دوکان داری کو بھی اس طرح سنبھالا کہ زہد وتقویٰ کا پورا معیار قائم رکھا، نہ دین ہاتھ سے گیا، نہ دنیا ہی گئی، اور اس طرح کامیاب زندگی گزارنے کے بعد یوں کامیاب موت آئی کہ:

مات في أول سنة أربعين وما ئة راجعاً من الحج.

(تذكرة الحفاظ ج ١ ص ١٣٩)

۱۴۰ھ کے شروع میں حج سے واپس ہوتے ہوئے وفات پائی۔

یہ زندگی اور موت کس قدر قابل رشک ہے کہ زندگی علم وفضل کے ساتھ

تجارت وحرفت میں گزری اور موت اللہ کے گھر سے واپسی پر ہوئی، اور امام داؤد اسی طرح دنیا سے بے گناہ گئے جیسے پیدا ہونے کے بعد ہی ان کو موت آ گئی۔

امام دعلج بن احمد معدل سجزیؒ

حضرت امام فقیہ، محدث بغداد ابو اسحاق دعلج بن احمد سجزی متوفی ۳۵۱ھ رحمۃ اللہ علیہ بجستان (سنگستان) کے رہنے والے تھے، آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء کی ایک جماعت سے تحصیل علم کی، اسی طرح دوسرے علمی اور دینی مقامات کا سفر کیا اور علم حاصل کیا۔

آپ کے پاس دولت وثروت کی فراوانی تھی، اور علماء ومحدثین کی ضروریات میں بے دریغ دولت صرف کرتے تھے۔

وله صدقات جارية على أهل الحديث بمكة والعراق و سجستان.

آپ کے اوقاف وصدقات کی رقم مکہ، عراق اور بجستان کے محدثین پر جاری رہا کرتی تھی۔

امام ابو عبد اللہ حاکم کا بیان ہے:

اشترىٰ دعلج بمكة دار العباسية بثلاثين الف دينار.

(تذكرة الحفاظ ج۳ ص۹۲)

امام دعلج سجزی نے مکہ مکرمہ میں ''دار العباسیہ'' کو تیس ہزار دینار پر خریدا۔

آپ کے وصال کے بعد سلطان وقت معز الدولہ نے آپ کے ترکہ سے
تین لاکھ دینار پر قبضہ کیا۔

اولاً علمائے دین کے پاس دنیا کی دولت ہوتی ہی نہیں، اور اگر کسی عالم کے
پاس ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی علم اور اہل خدمت میں خرچ کراتا ہے، اور اہل علم
وفضل کے کام آتی ہے، اور اس طرح یہ بات پوری ہوتی ہے کہ طیبات، طیب و
پاکیزہ ہی لوگوں کے لیے ہیں، امام دعلج کے پاس بے شمار دولت تھی، اور اس کا اکثر
وبیشتر حصہ مکہ مکرمہ، عراق اور سجستان کے علماء کے کام آتا تھا، مکہ میں جو مکان انھوں
نے خریدا تھا، اس کی قیمت تیس ہزار دینار تھی، جو آج کل کے حساب سے لاکھوں
روپیہ تک پہنچ جاتی ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کی دولت سے گداؤں ہی کو حصہ
نہیں ملا، بلکہ شاہ نے بھی اس سے اپنا حصہ حاصل کیا۔

امام ابوالحسن رزین بن معاویہ سرقسطیؒ

حضرت امام ابوالحسن رزین بن معاویہ بن عمار عبدری سرقسطی اندلسی رحمۃ
اللہ علیہ ۵۲۶ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ آپ اندلس کے رہنے والے تھے، آپ
نے "جامع الصحاح" کے نام سے حدیث میں زبردست کتاب لکھی۔

جاور بمكة وسمع من الطبري و ابن أبي ذر .

(تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٧٤)

آپ نے **مکہ مکرمہ** میں اقامت ومجاورت اختیار فرمائی، اور وہیں امام طبری

اور امام ابن ابی ذر سے حدیث کا سماع کیا۔

امام رزینؒ بھی ان ہی بہت سے مقدس افراد میں سے ہیں، جنھوں نے مکہ مکرمہ میں حج ادا کرنے کے بعد قیام کیا اور وہاں کے ظاہری اور باطنی برکتوں سے حصہ وافر پایا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ

حضرت امام سعید بن جبیر تابعین میں بہت ہی مشہور قاری، مقری، فقیہ اور حافظ حدیث ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، جب کوفہ کے لوگ حج کے لیے آتے اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھتے تو آپ فرمایا کرتے کہ کیا تمہارے کوفہ میں سعید بن جبیر نہیں ہیں، جو مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو؟ آپ نے صحابہ کرام میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت عدی بن حاتمؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

میمون بن مہران جیسے زبردست تابعی عالم کا قول ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ایسے وقت میں فوت ہوئے کہ دنیا کا کوئی بھی آدمی آپ کے علم سے مستغنی نہیں تھا، بلکہ سب کو آپ کے علم کی ضرورت تھی، علم کے ساتھ ساتھ آپ کے زہد و عبادت کا حال یہ تھا کہ راتوں کو روتے روتے آنکھ کی بینائی میں فرق آ گیا تھا۔

ایسے خدا ترس انسان کا حج میں کیا حال رہا ہوگا اور اللہ کے گھر میں پہنچ کر اس کی کیا کیفیت رہی ہوگی؟ اس ایک اندازہ علامہ ذہبیؒ کے اس بیان سے کیجیے:

وقيل إنه قام ليلة في جوف الكعبة فقرأ القرآن في ركعة رواها حماد بن أبي سليمان . (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۷۲)

حضرت ابن جبیرؒ نے ایک رات کعبہ شریف کے اندر نماز ادا کی اور ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا، اس واقعہ کو حماد بن ابوسلیمان نے بیان کیا ہے۔

کعبہ شریف کے اندر پہنچ کر جذب وکشش کا عالم ان ہی اللہ والوں کے لیے ہے جو اس کے اندر ایسی محویت اور بے خبری پاتے ہیں کہ ایک رکعت میں قرآن کے تیس پارے مزا لے لے کر پڑھ جاتے ہیں، وہ لوگ اس صحیح لذت سے محروم ہیں، جو کعبہ شریف کے اندر نہایت بے قاعدگی اور بھیڑ بھاڑ کے ساتھ داخل ہوتے ہیں، اور مرد وعورت ایک دوسرے کا خیال نہیں کرتے، کعبہ کے اندر داخل ہونا ثواب ہے، مگر کعبہ کی عزت وحرمت کا برقرار رکھنا نہایت ضروری اور فرض ہے، اور وہاں پر بھیڑ بھاڑ کرنا، محرم اور غیر محرم کی تمیز نہ کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔

حضرت ابن جبیر کو مشہور ظالم وسفاک حجاج بن یوسف نے بڑی بے دردی اور مظلومیت کے ساتھ ۹۵ھ میں قتل کرادیا، آپ کی شہادت کا واقعہ بہت مشہور اور بڑا ہی دردناک ہے۔

امام سعید بن عبد العزیز دمشقیؒ

حضرت امام، حافظ، فقیہ ابو محمد سعید بن عبد العزیز دمشقی متوفی ۱۶۷ھ رحمۃ اللہ علیہ ''فقیہ اہل دمشق'' ہیں، ابونصر فرادیسی کا بیان ہے کہ جب امام سعید دمشقی نماز

میں روتے تھے تو میں ان کے آنسو کے چٹائی پر گرنے کی آواز سنتا تھا، حافظہ کا یہ عالم تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی حدیث لکھی نہیں، بلکہ تمام احادیث کو زبانی یاد کیا، جب کبھی جماعت چھوٹ جاتی تھی تو اس کے غم میں رو دیا کرتے تھے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

حج فسأل عطاء بن أبي رباح. (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۲)

آپ نے حج کیا تو عطاء بن ابو رباح سے مسائل دریافت کیے۔

حضرت عطاء مکہ کے زبردست عالم تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، حضرت سعید کو بھی ان سے استفادہ کا شرف حج ہی کی بدولت نصیب ہوا، معلوم اس مقدس سفر میں انھوں نے کیا کیا سعادتیں حاصل کی ہوں گی۔

شیخ الحرم امام سعد بن محمد بن حسین زنجانیؒ

حضرت امام حافظ سعد بن محمد بن حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۱ھ میں فوت ہوئے، آپ شیخ الحرم کے لقب سے مشہور ہیں، آپ نے پانچویں صدی کے پورے عالم اسلام میں گھوم گھوم کر علم و فضل کی تحصیل فرمائی۔

سمعانیؒ کا بیان ہے:

ثم جاور وصار شيخ الحرم وكان حافظاً، متقناً، ورعاً، كثيرة العبادة، صاحب كرامات وآيات الى ان قال واذا خرج الى الحرم يخلوا المطاف و يقبلون يده اكثر مما يقبلون الحجر

الأسود. (تذكرة الحفاظ ج۳ص ۲٤٦)

اس کے بعد مکہ مکرمہ میں مجاورت فرمائی اور شیخ الحرم کے مرتبہ کو پہنچے، آپ حافظ، متقن، متقی، کثیر العبادت اور صاحب کشف وکرامت تھے۔ جب آپ حرم میں جاتے تو آپ کے لیے مطاف خالی ہوجاتا تھا، اور لوگ حجر اسود شریف سے زیادہ آپ کے ہاتھ کو بوسہ دینے لگتے تھے۔

جس اللہ کے بندے کی حرم محترم میں عوامی مقبولیت کا یہ عالم ہو، اس کے بارے میں اس بات میں کسے شک ہوسکتا ہے، کہ اللہ کے یہاں مقبول ہے، یہ مقام اسی عالم باعمل کو ملتا ہے، جو اس طرح اللہ کا ہوجاتا ہے، اللہ اس کا ہوجاتا ہے، اس مقام کے سامنے سلطانی بھی سرنگوں ہوتی ہے، جب امام سعد زنجانی نے مکہ مکرمہ میں اقامت ومجاورت کا ارادہ کیا تو بیس سے زائد عبادات کے بارے میں عزم بالجزم کیا کہ میں مکہ مکرمہ میں ان پر عمل کرتا رہوں گا۔

فبقي أربعين سنة ولم يخل منها بواحدة.

چنان چہ آپ نے اس طرح پورے چالیس سال وہاں گزارے کہ ان میں کسی ایک کو نہ چھوڑا۔

آپ جس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، وہاں پر مصر وافریقہ کے فاطمی جابروں اور ظالموں کا قبضہ تھا، اور باطنی دعوت کے یہ سرگرم سفاک، اہلِ سنت کے کسی عالم کو مکہ مکرمہ میں حدیث بیان کرنے یا اس کا درس دینے کی اجازت نہیں

دیتے تھے، مگر اس جبر وتشدد کے زمانہ میں بھی حضرت امام زنجانی نے خفیہ طور سے مکہ مکرمہ میں حدیث کا درس جاری رکھا، اور دین کی تعلیم سے مسلمانوں کو واقف کرایا۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے:

وكان يملى الحديث بمكة ولم يكن غيره يملى حين حكم المصريون على مكة وانما كان يملى سراً فى بيته قلت لانهم كانوا من خبثاء الرافضة واعداء الحديث. (تذكرة الحفاظ ج٣ص٢٤٧)

آپ مکہ مکرمہ میں حدیث کا املا کراتے تھے، اس وقت آپ کے سوا کوئی دوسرا یہ کام نہیں کرسکتا تھا، کیوں کہ مصری فاطمیوں کا مکہ مکرمہ پر غلبہ تھا، آپ اپنے گھر میں چھپ کر املاء کراتے تھے، کیوں کہ یہ خبیث قسم کے یہ رافضی (باطنی) حدیث کے دشمن تھے۔

آپ کی مکہ مکرمہ میں مقبولیت کا اندازہ ہیاج بن عبید کے اس بیان سے ہو سکتا ہے، واضح رہے کہ ہیاج کا معمول تھا کہ روزانہ تین عمرے ادا فرمایا کرتے تھے، پھر بھی ان کا بیان ہے:

يوم لا ارىٰ فيه سعداً الا اعتداني عملت خيرا.

جس دن میں سعد کو نہیں دیکھ پاتا سمجھتا تھا کہ میں نے اس دن کوئی نیکی ہی نہیں کی ہے۔

ابو سعد سمعانی اپنے دادا ابو المظفر سمعانی کا واقعہ لوگوں کی زبانی نقل

کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت امام سعد زنجانی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں اقامت و مجاورت کا ارادہ کیا، ایک رات اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ننگے سر کہہ رہی ہیں، اے میرے بیٹے! تم کو میرے حق کی قسم ہے، اگر تم مرو میں نہ لوٹ آؤ، کیوں کہ میں تمہاری جدائی کی تاب نہیں رکھتی ہوں، ابوالمظفر کا بیان ہے کہ میں نہایت غم واندوہ کے حال میں بیدار ہوا اور سوچا کہ چل کر امام سعد بن علی سے مشورہ لوں، چنان چہ میں اس ارادہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے میں آپ سے بات چیت کرنے پر قادر نہ ہوسکا، جب آپ اٹھ کر جانے لگے تو میں بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا، آپ نے میری طرف توجہ فرمائی، اور کہا، ابوالمظفر! بڑھیا تمہارا انتظار کررہی ہے، یہ کہہ کر آپ اپنے مکان میں چلے گئے، میں اس جملہ سے سمجھ گیا کہ آپ نے میرے دل کی بات کی ہے، چنان چہ میں اسی سال مکہ مکرمہ سے اپنے وطن مرو واپس چلا آیا۔

حضرت امام سعد بن علی زنجانی کی بزرگی، کرامت، علمی خدمت، دین کی اشاعت، حرم شریف کی مجاورت اور وہاں کی عبادت کے حالات سن کر ہر پاک دل میں تمنا ہوتی ہے کہ ہمیں بھی یہ پاک زندگی مل جائے اور اللہ کے دربار میں زندگی کے کچھ لمحے اس کی یاد میں گذر جائیں، خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو حج و زیارت کے زمانہ کو غنیمت جان کر اسے دین ودنیا کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنا لیتے ہیں۔

حضرت امام سعید بن مسیّبؒ

حضرت امام حافظ الحدیث، شیخ الاسلام، فقیہ المدینۃ ابو محمد سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اجلۂ تابعین میں سے ہیں، مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں، خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے بھی علم حاصل کیا ہے، علی بن مدینی کا بیان ہے کہ حضرات تابعین میں حضرت سعید بن مسیّب سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔

بڑے بڑے امراء آپ کی جلالتِ شان کے آگے جھکتے تھے، اور آپ کی خدمت کرنا چاہتے تھے، مگر امراء وسلاطین کے عطیے تک قبول نہیں کرتے تھے، ان کے پاس چار سو دینار تھے، اسی رقم سے زیتون وغیرہ کی تجارت کرتے تھے، اور علمی و دینی زندگی آزادی سے بسر کرتے تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے قضایا کا عالم میری دانست میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے، امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سعید بن مسیّب نے کہا ہے کہ میں ایک ایک حدیث کی طلب میں کئی کئی دنوں اور راتوں تک چلا ہوں، آپ ہمیشہ دن کو روزے رکھا کرتے تھے، آپ کا بیان اپنے بارے میں ہے کہ:

حججت أربعين حجة. (تذكرة الحفاظ ج ١ ص ٥٢)

میں نے چالیس حج ادا کیے ہیں۔

حضرت امام ابن میسب کے چالیس حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم چالیس مرتبہ آپ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا ہے، اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے درِ اقدس کو چھوڑا ہے، حالاں کہ جب حرہ کی لڑائی ہو رہی تھی اور عام لوگ مدینہ منورہ چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے تو اس وقت بھی حضرت ابن میسب مسجد نبوی کے روضۂ جنت سے باہر نہ نکلے اور تین دن تک روضۂ اقدس سے ہر نماز کے وقت اذان اور اقامت کی آواز سنتے رہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن میسب جیسے عالم دین کے نزدیک حج کی کس قدر اہمیت وعظمت تھی، اور اس کے لیے بار بار اپنے دل سے ایثار کا مطالبہ فرمایا اور مدینہ کے جوارِ رحمت سے چل کر مکہ مکرمہ تشریف لائے۔

امام سفیان ابن عیینہ کوفیؒ

حضرت امام حافظ شیخ الاسلام ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی متوفی ۱۹۸ھ رحمۃ اللہ علیہ محمد بن فراحم کے آزاد کردہ غلام تھے، اس کے باوجود اسلام کی آنکھ کے تارے تھے، بچپن سے تحصیل علم شروع کی اور وقت کے علماء و مشائخ سے علوم حاصل کیے، آپ دراصل کوفہ کے رہنے والے تھے، مگر مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کرتے تھے، اسی لیے "محدث الحرم" کے لقب سے مشہور ہیں، امام شافعیؒ کے استاذ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک اور امام ابن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو جاتا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں:

اتفقت الائمة على الاحتجاج بابن عيينة لحفظه وأمانته

وقد حج سبعين سنة .

ائمہ دین ابن عیینہ کے حفظ اور ان کی دیانت و امانت کی وجہ سے ان سے حجت پکڑنے پر متفق ہیں، آپ نے ستر سال تک حج ادا فرمایا ہے۔

آپ کی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ دنیا کے مختلف حصوں سے بہت سے لوگ اس لیے حج کے لیے آتے تھے کہ ابن عیینہ کی شاگردی کا فخر بھی حاصل کریں۔

فقد كان خلق يحجون والباعث لهم لقى ابن عيينة فيز دحمون عليه في أيام الحج . (تذكرة الحفاظ ج١ ص ٢٤٢،٢٤٣)

بہت سے لوگ اس لیے حج کرتے تھے کہ امام ابن عیینہ سے ملاقات ہو جائے گی ، چنان چہ لوگ ایامِ حج میں آپ کے یہاں خوب بھیڑ لگائے رہتے تھے۔

جس اللہ کے بندے نے دس پانچ نہیں، پورے ستر سال تک حج ادا کیے ہوں اور اسے ستر بار حج کی سعادت نصیب ہو چکی ہو ، بارگاہ الٰہی میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لوگ آپ کی زیارت اور ملاقات کا بہانہ بنا کر حج کی سعادت حاصل کرتے تھے، اللہ اکبر! جن بزرگوں کی ذات بابرکات لوگوں کے حج کا باعث ہو ان کی مقبولیت کا کوئی اندازہ بھی ہو سکتا ہے ، جن کی صورتوں کے دیکھنے کے بہانے سے لوگ حج کی دولت پاتے ہوں ، وہ کس قدر

بانصیب رہے ہوں گے، جن اللہ والوں کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے وہ بھی حضرات ہیں، جن کے شوقِ دیدار کی برکت سے اللہ کے گھر کی حاضری نصیب ہوتی ہے، اور حج و زیارت کی دولت ملتی ہے، وہ ایسے باخدا ہوتے ہیں۔

امام ابو الولید سلیمان بن خلف باجی قرطبیؒ

حضرت امام حافظ علامہ ابو الولید سید سلیمان بن خلف بن سعید بن ایوب بن وارث تجیبی، قرطبی ذہبی متوفی رجب ۴۷۴ھ رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۳ھ میں اشبیلہ کے قریب مقام باجہ میں پیدا ہوئے، مقامی علماء و محدثین سے تحصیل علم کرنے کے بعد مشرقی دنیا کا سفر کیا۔

وارتحل سنة ست وعشرين فحج وجاور ثلاثة اعوام ملازماًلابی الحافظ وكان يسافر معه الى سراة بنى شبابة ويخدمه.

آپ نے ۴۲۶ھ میں مشرق کا سفر کیا اور حج ادا کر کے تین سال تک مکہ مکرمہ میں امام حافظ ابو ذر کی خدمت میں اس لیے مقیم رہے کہ ان کے ہمراہ سرات بنی شبابہ میں جاتے اور ان کی خدمت کرتے۔

مکہ مکرمہ ان کے علمی اور دینی سفر کی پہلی منزل تھی، جہاں ان کو تین سال تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، اور ساتھ ہی حضرت امام حافظ ابو ذر کی معیت رہی، جن سے اکتسابِ علم و فضل کرتا اور جن کی خدمت کرنا، امام ابو الولید کے لیے

باعث سعادت مندی ثابت ہوا۔

اس کے بعد ابو الولید باجی بغداد، دمشق، موصل وغیرہ تشریف لے گئے، اور ان مقامات کے علماء و محدثین سے خوب خوب علم حاصل کیا۔

ورجع الى الأندلس بعد ثلاثة عشر عاماً بعلم جم حصله مع الفقر والتعفف. (تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۳۰۵)

اور تیرہ سال کے بعد علم کی بڑی دولت لے کر اندلس پہنچے، جسے آپ نے فقر و محتاجی اور خودداری و عزت نفس کے ساتھ حاصل کیا تھا۔

ابتداء میں آپ بڑے مفلس تھے، محنت مزدوری کر کے تحصیل علم کرتے تھے، جب اندلس سے مشرقی دنیا کے سفر کا ارادہ کیا تو تنگ دستی کو دور کرنے کے لیے اپنی شاعری کو کام میں لائے، مدتوں بغداد میں مزدوری کر کے پیٹ پالتے اور علم حاصل کرتے رہے، حتیٰ کہ قیام بغداد کے زمانہ میں آپ نے ایک کوچہ کی رات میں رکھوالی بھی کی ہے۔ حضرت امام قاضی عیاضؒ کا بیان ہے:

آجر أبو الوليد نفسه ببغداد لحراسة درب.

ابو الولید نے بغداد میں ایک گلی کی چوکی داری کی نوکری کی ہے۔

آپ کے شاگردوں کا بیان ہے کہ جب ابتداء میں آپ ہمیں حدیث پڑھانے کے لیے آتے تھے تو آپ کے ہاتھ میں ہتھوڑے کا نشان ظاہر ہوتا تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم و فضل کی برکت سے افلاس کو دور فرمایا اور اس قدر

مال داری ہوئی کہ انتقال کے وقت بہت سا مال موجود تھا، آپ اندلس میں کسی مقام کے قاضی بھی بنائے گئے تھے۔

امام شیخ الحرم عبد بن احمد ابوذر ہرویؒ

حضرت امام حافظ شیخ الحرم ابوذر عبد بن احمد بن محمد بن عبد اللہ ہروی مالکی متوفی ۴۳۴ھ رحمۃ اللہ علیہ ''ابن السماک'' کی نسبت سے مشہور ہیں، جس کے معنی ماہی گیر اور ماہی فروش کے بچے کے ہیں'' تاریخ نیسا پور'' میں لکھا ہے:

كان ابوذر ، زاهداً، ورعاً، عالماً سخيا، لايدخر شيئاً، وصار من كبار مشيخة الحرم مشارا اليه فى التصوف.

ابوذر زاہد، پاکباز، عالم، سخی تھے، کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے، آپ حرم محترم کے مشائخ کبار میں سے تھے، علم تصوف میں اپنی مثال آپ تھے اور جامعیت میں ہر طرف سے آپ کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

قدم أبوذر بغداد، وأنا غائب فحدث بها وحج وجاور ، ثم تزوج فى الغرب وسكن السروات فكان يحج كل عام ، ويحدث ويرجع. (تذكرة الحفاظ ج۳ص ۲۸٤)

جب امام ابوذر بغداد آئے تو میں اس وقت موجود نہ تھا، بہر حال آپ نے وہاں حدیث کا درس دیا اور حج فرما کر مکہ میں قیام کیا اور مغاربہ میں شادی کر کے

سروات میں سکونت اختیار کرلی، آپ کا معمول تھا کہ ہر سال حج فرماتے اور مکہ میں حدیث کا درس دے کر پھر واپس چلے جاتے تھے۔

امام ابوذر ہروی حرم مکی میں حدیث کا درس جس احترام اور جذبہ کے ساتھ دیا کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے حج میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طول طویل حدیث سنی، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم یہ حدیث میرے سامنے پڑھو تا کہ تمہیں حدیث پڑھنے کی عادت پڑے، یہ پہلی حدیث تھی جو میں نے ان سے پڑھی، جب میں نے ان کو کتاب دے کر خود پڑھنا چاہا تو آپ نے فرمایا:

لست على وضوء فضعه.

میں نے وضو نہیں کیا، اس لیے تم اسے علحدہ رکھو۔

یہی وہ دینی خدمات اور اسلامی کارنامے تھے جن کی وجہ سے امام ابوذر ہروی نہ صرف یہ کہ شیخ الحرم تھے بلکہ حرم کے شیوخ کبار میں سے تھے، سالانہ حج ادا کرتے اور ساتھ ہی حرم شریف میں حدیث کا درس دیتے اور پھر واپس چلے جاتے، علوم دینی کے ساتھ سلوک و احسان نے آپ کی ذات میں اور بھی جلا بخش دی تھی۔

امام عبداللہ بن احمد بن سعد حاجی نیساپوریؒ

حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن سعد نیساپوری متوفی ۳۴۹ھ رحمۃ اللہ علیہ ''حاجی'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ''النیساپوری الحاجی'' لکھا ہے آپ بزار تھے یعنی آپ کے یہاں غلہ کے بیج کی تجارت اور کاشت کاری ہوتی تھی۔

اسی سال کی عمر میں آپ بلا کسی ظاہری بیماری کے ۳۴۹ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۲۸۴)

حضرت امام عبداللہ بن مبارک مروزیؒ

حضرت امام حافظ علامہ شیخ الاسلام فخر المجاہدین قدوۃ الزاہدین ابوعبد الرحمن عبداللہ بن مبارک حنظلی مروزی متوفی ۱۸۱ھ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے مشہور رجالِ علم وفضل ہیں، آپ کی زندگی کا سرمایہ یہ ہے:

وأفنى عمره في الأسفار حاجا و مجاهداًاو تاجراً.

آپ نے اپنی پوری زندگی حج، جہاد اور تجارت کے اسفار میں گذاری۔

ایک مرتبہ حضرت ابن مبارک کے تلامذہ جمع ہوئے اور انھوں نے آپس میں اپنے استاذ کے اوصاف شمار کرنا شروع کیے تو اس پر متفق ہوئے کہ آپ علم فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شجاعت، شاعری، فصاحت، تہجد، عبادت، حج، غزوہ،

شہسواری، خموشی، انصاف اور قلت مخالفت میں جامع شخصیت کے مالک تھے۔

عبد اللہ بن سنان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن مبارک مکہ تشریف لائے اس وقت میں وہیں تھا، جب چلنے لگے تو امام سفیان ابن عیینہ، اور فضیل ابن عیاض کچھ دوران کے ساتھ چلے اور رخصت کرتے وقت ان میں سے ایک نے کہا:

هذا فقيه أهل المشرق .

یہ پوری مشرقی دنیائے اسلام کے فقیہ ہیں.

تو دوسرے نے کہا:

وفقيه أهل المغرب . (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٧٤)

آپ پوری مغربی دنیائے اسلام کے بھی فقیہ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک جیسی جامع شخصیت اسلام کے مفاخر میں سے نہ ہو تو کیا ہوگی، آپ نے پوری زندگی حج، جہاد اور تجارت میں بسر کی، وہ بھی اس شان سے کہ وقت کے بڑے بڑے اہل اللہ اور اہل علم نے ان کو پوری دنیائے اسلام کا عالم وفقیہ تسلیم کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ حج پر حج کرنا اگر صحیح نیت و اخلاص کے ساتھ ہو تو بہت بڑا مجاہدہ ہے، اور مسلمان کے لیے اس میں بڑی سعادت مندیاں ہیں، البتہ جو لوگ دنیاوی مقاصد کو غلط طریقہ سے حاصل کرنے کے لیے حج کیا کرتے ہیں، وہ دراصل حج کے پردے میں غلط کاری کرتے ہیں، اور دنیا ہی میں لوگ ان کو معیوب سمجھنے لگتے

ہیں، خصوصیت سے جولوگ معلموں کی دلالی میں ہر سال حج کے لیے جاتے ہیں ان کے بارے میں عام خیالات اچھے نہیں ہوا کرتے۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہرویؒ

حضرت شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری حنبلی متوفی ــــــ ھ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عبداللہ بن محمد بن علی ہروی ہے، آپ بہت بڑے محدث، فقیہ، مفسر، صوفی، واعظ، اور اپنے دور کے شیخ الاسلام ہیں، شعبان ۳۹٦ھ میں پیدا ہوئے۔

علامہ ابن رجب حنبلی نے آپ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

وكان سيداً ، عظيماً ، واماماً، عالماً ، عارفاً، وعابداً، زاهداً ذاالحوال ومقامات و مجاهد ات كثير السهر بالليل ، شديد القيام فى نصر السنة والذب عنها ، والقمع لمن خالفها وجرىٰ له بسبب ذلك محن عظيمة وكان شديد الانتصار والتعظيم . لمذ هب الامام أحمد .

آپ علماء کے سردار، نہایت بزرگ، امام، عالم، عارف باللہ، عابد و زاہد تھے، اور احوال و مقامات و مجاہدات کے اوصاف سے متصف تھے، بہت زیادہ شب بیدار تھے، سنت کی طرف داری میں بہت سخت تھے، سنتِ رسول کے مخالفوں کے درپے رہا کرتے تھے، اس راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں، حضرت امام احمد بن حنبل کے مذہب کے بڑے ہی حامی اور طرف دار تھے۔

اس کے بعد بیسیوں صفحات میں علامہ ابن رجب نے آپ کے حالات
لکھے ہیں، اور آپ کی پاک زندگی کے حسین و جمیل پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، شیخ
الاسلام ابو اسماعیل انصاری تقریباً ساٹھ برس تک اس دنیا میں علم و فضل اور مشیخت
سر فراز رہے، اس مدت میں کوئی ان کا حریف اور مقابل پیدا نہ ہوا۔

حسین بن محمد کتبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام انصاری نے
۴۱۷ھ میں نیسا پور کا علمی اور دینی سفر کیا، پھر دوسرا سفر حج کے لیے ۴۲۳ھ میں
نہایت شان سے شروع کیا، یہ مبارک سفر فقیہ امام ابو الفضل بن ابو سعد زاہد واعظ
معیت میں ہوا۔

ومعهما خلق كثير ۔

ان دونوں بزرگوں کے ہمراہ مخلوق کا ایک بڑا مجمع حج کے لیے نکلا۔

جس وقت حجاج کرام اور علمائے اسلام کا یہ مقدس قافلہ نیسا پور پہنچا تو ا
ابو عثمان صابونی نے اپنے امام ابو الفضل بن ابو سعد زاہد کی آمد پر ایک مجلس د
منعقد کی، تا کہ آپ نیسا پور میں احادیث کا املا کرائیں، اور نیسا پور کے محدث ا
علماء فیضیاب ہوں، چنان چہ مجلس درس منعقد ہوئی، اور امام ابو الفضل زاہد
احادیث کا املا کرایا، اس موقع پر شیخ الاسلام انصاری نے حدیث کے رجال اور
میں کچھ خلل دیکھا تو اس پر تنبیہ کی، جسے امام ابو عثمان صابونی نے نہایت خندہ پیشا
سے قبول فرمایا۔

پھر انھوں نے شیخ الاسلام انصاری کی بڑی تعریف کی اور ان کی زیارت اور تنبیہ پر بڑی خوشی کا اظہار کیا، بلکہ اپنے زمانہ کو ان کے وجود پر مبارک باد پیش کی اور کہا کہ آپ ہمارے لیے حسن و جمال اور اہل سنت کے حق میں سکون وقرار ہیں، آپ کے علم اور وعظ سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔

شیخ الاسلام انصاری کے علم وفضل کا یہ اعتراف کس شان سے اور کیسے عالم میں ہوا؟ سنیے:

وكا ن ذالك بمشهد من مشائخ فيهم كثرة ، وشهرة والبصيرة .

اور یہ بات مشائخ اور علماء کے ایک جم غفیر میں ہوئی، جس میں بڑے بڑے نامی گرامی ارباب عقل وفراست بہت زیادہ تعداد میں موجود تھے۔

نیساپور کی علمی مجلس کے یہ حالات صرف سنائے نہیں ہیں بلکہ حسین بن محمد کتبی ہروی کا بیان ہے کہ:

وكنت حاضراً يومئذ . (طبقات الحجاج ج ١ ص ٦١)

اور میں اس دن اس مجمع میں موجود تھا۔

حج وزیارت کا یہ سفر کس قدر بابرکت، بارونق اور بافیض تھا، وقت کے دو بڑے علماء اس کارواں کے امیر تھے، ہرات سے لے کر حجاز تک ان کی ہمراہی میں حجاج وزوّار کی قطاریں چلتی تھیں، راستہ بھر ذکر وشغل، حج ومناسک کے مسائل، قرآن واحادیث کی تعلیم، اور دین و دیانت کی باتیں تھیں، یہ کارواں جس اسلامی بستی کے

پاس سے گزرتا رہا ہوگا لوگ استقبال واستفادہ کے لیے آتے رہے ہوں گے، ذرا غور کرو، اللہ اور اس کے رسول کے گھر جانے والوں کی کیا شان رہی ہوگی اور قدم قدم پر ان کا کیسا شاندار استقبال ہوتا رہا ہوگا، حج کا سفر ہو تو ایسا ہو کہ اسے دیکھ کر ہی ایمانی روح تازہ ہو جائے۔

حج وزیارت کے سفر کو حتی الامکان قافلہ کی صورت میں طے کرنا چاہیے، ویسے بھی حدیث شریف میں آیا ہے ایک دو آدمی جماعت نہیں ہوتے بلکہ کم از کم تین آدمی ہوں تو جماعت بنتی ہے اور اس میں سے ایک کو امیر بنا کر سفر کرنا چاہیے۔

امام عبداللہ بن محمد بن الفرضی قرطبیؒ

حضرت امام حجہ، حافظ ابوالولید عبداللہ بن محمد بن یوسف بن نصر قرطبی متوفی ۴۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ابن الفرضی کی کنیت سے مشہور ہیں، آپ اندلس کے رہنے والے تھے، ''تاریخ اندلس'' کے نام سے علمائے اندلس کے حالات لکھے ہیں، اپنے وطن میں تحصیل علم کر کے جب مشرقی دنیا کا رخ کیا تو سب سے پہلے حج ادا فرمایا اس کے بعد بہت سے محدثین اور علماء سے استفادہ کیا۔

وحج سنة اثنين و ثمانين و جمع من الكتب كثيراً.

۳۸۲ھ میں حج ادا کیا اور بہت سی کتابیں جمع کیں۔

حج کے بعد آپ نے ابوبکر احمد بن محمد حسن بن اسماعیل ضراب، ابومسلم کاتب، یوسف بن ذحیل مکی، ابومحمد بن ابویزید مغربی، احمد بن نصر داؤدی وغیرہ سے

احادیث کا سماع کیا، اور بہت سی کتابیں جمع کیں۔

حج کے بعد علم حاصل کرنا علمائے اسلام کا قاعدہ تھا، اسی طرح کتابوں کا جمع کرنا بھی خاص کام تھا، امام ابن الفرضی اس کام میں بہت آگے تھے، اس لیے امام ذہبی نے اسے خاص طور سے ذکر فرمایا ہے، الحمد للہ ہم نے اپنے محسنوں کی بدولت حج کی دولت کے ساتھ کئی اچھی اچھی کتابوں کو پایا، اور مکہ مکرمہ کے باب السلام شریف سے اور مدینہ منورہ کے باب الرحمۃ سے بہت سی کتابیں خریدیں۔

امام ابن الفرضی اپنے حج کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

تعلقت با ستار الكعبة وسألت الله الشهاده ثم انحرفت قال فتفكرت في هن القتل فندمت وهممت أن أرجع فاستقبل الله فاستحييت .

میں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کی پھر اس سے منحرف ہوگیا، ہوا یہ کہ جب میں نے قتل کی ہول نا کی پر غور کیا تو میں شرما گیا اور ارادہ کیا میں لوٹ کر یہ دعا واپس لے لوں مگر مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آئی۔

جس نے آپ کا آخری عالم دیکھا ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے امام ابن الفرضی کو مقتولوں کے درمیان دیکھا، ان کے قریب گیا تو کمزور آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا:

لايكلم أحد في سبيل الله والله أعلم بمن يكلم في سبيله إلا جاء يوم القيامة وجرحه يثعب دماً ، اللون لون الدم والريح ريح المسك .

جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے (اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ شرف کس کے نصیب میں ہے) تو وہ قیامت میں اس حالت آئے گا اس زخم سے ایسا خون ٹپکے گا جس کا رنگ تو خون کا ہوگا مگر اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ امام ابن الفرضی اس حدیث کو بار بار دہرار ہے تھے کہ اسی حال میں جان بحق ہو گئے، یہ حادثہ اس وقت ہوا، جب کہ بربروں نے قرطبہ پر قبضہ کر کے وہاں پر قتل وسلب کا بازار گرم کیا، امام ابن الفرضی بھی ان ہی بربری فوجوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

لکھا ہے کہ تین دن آپ کی نعش مبارک آپ کے مکان ہی میں بے گور و کفن پڑی رہی، اور بغیر غسل وکفن اور نماز جنازہ کے سپرد خاک کردی گئی، یہ واقعہ ۴۰۳ھ کا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۶۲، ۲۶۳)

مانگنے والے نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر وہ موت مانگی جو افضل الموت ہے، اور جس کے بعد بھی آدمی زندہ ہی رہتا ہے، پھر دل کی کمزوری نے متزلزل کرنا چاہا مگر ایمانی عزیمت اور دربارِ خدا کی عظمت نے کمزوری دکھانے نہیں دیا، آخر یہ دعا قبول ہوئی اور اس کا اظہار اس شان سے ہوا کہ میدان جنگ میں جانا نہیں پڑا، خود گھر میں شہادت آئی اور تین دن تک اس کا ظہور ہوتا رہا، اور مرنے والے کی زبان پر وہ حدیث پاک جاری تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے شہداء کے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں۔

کا ڈھنگ جانتے ہیں، وہ سب کچھ حرم شریف میں مانگ لیتے ہیں۔

امام عبید اللہ بن سعید ابو نصر سجزیؒ

حضرت امام حافظ، ابو نصر عبید اللہ بن سعید بن حاتم وائلی بکری سجزی متوفی ۴۴۴ھ رحمۃ اللہ علیہ بجستان کے باشندے تھے، جہاں کے رہنے والے کو بجستانی اور سجزی بھی کہتے ہیں، آپ ''نزیل حرم ومصر'' ہیں، مگر مکہ مکرمہ میں زیادہ قیام رہتا تھا، اور وہیں وفات پائی۔ امام ذہبی نے لکھا ہے:

مات بمكة فى المحرم سنة أربع و أربعين و أربع مائة رحمه الله .

آپ مکہ مکرمہ میں محرم ۴۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

آپ نہایت پاک طینت، پاک باطن، اور پاک دل، عالم دین اور حافظ حدیث تھے، علمی اسفار کی ابتداء ۴۰۰ھ کے بعد فرمائی، خراسان، حجاز، شام، عراق، اور مصر میں گھوم گھوم کر تحصیل علم فرمائی، آپ کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ سنیے:

حافظ ابو اسحاق حبال کا بیان ہے کہ ایک دن میں ابو نصر سجزی کے یہاں تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک عورت نے ایک ہزار دینار (تقریباً پانچ ہزار روپیہ) کی ایک تھیلی آپ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ آپ اسے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں، آپ نے اس عورت سے پوچھا تمہارا مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا آپ میرے ساتھ نکاح کر لیں، مجھے شوہر کی ضرورت نہیں

ہے، بلکہ میں صرف آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں، یہ سن کر ابونصر سجزی نے اسے تھیلی لے کر چلے جانے کا حکم دیا اور جب وہ چلی گئی تو کہا:

خرجت من سجستان بنية طلب العلم ومتى تزوجت سقط عني هذا الإسم وما أوثر على ثواب طلب العلم شيئاً .

(تذكرة الحفاظ ج۳ص۲۹۸)

میں سجستان سے طالب علمی کرنے کی نیت سے نکلا ہوں اور جب شادی کرلوں گا تو طالب علمی کا نام میری ذات سے ساقط ہوجائے گا، میں طالب علمی کے ثواب پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

جس بندۂ خدا نے علم دین کو اس ایثار و اخلاص سے حاصل کیا ہو اور وہ پھر حرم محترم میں زندگی گذارتا ہو، اس کی موت مکہ مکرمہ میں نہ آئے گی تو کہاں آئے گی؟ اس واقعہ میں ہمارے مردوں اور عورتوں کے لیے عبرت و موعظت کی بڑی مقدار ہے۔ اس میں ایک عورت کے ایثار اور ایک مرد کے ایثار دونوں کی پوری آئینہ دار ہے۔

امام ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد حنبلیؒ

ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد بن حسین فراء حنبلی متوفی ذی قعدہ ۴۶۹ھ رحمۃ اللہ علیہ مشہور حنبلی امام قاضی ابو یعلی صاحب ''طبقات الحنابلہ'' کے بڑے صاحبزادے ہیں، شعبان ۴۴۳ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور نانا وغیرہ سے علم

حدیث حاصل کرنے کے بعد طلب علم کے لیے واسط، بصرہ، کوفہ، عکراء، موصل، جزیرہ، اور آمد وغیرہ کا سفر کیا، اور ان مقامات کے محدثین وشیوخ سے تحصیل علم کی۔

آپ جمعہ کے دن بغداد کی علمی مجلسوں میں مختلف علوم پر بحث ومناظرہ کیا کرتے تھے، آپ کے والد قاضی ابویعلی نے مرتے دم تک آپ کے پیچھے نماز تراویح ادا کی، اور ان کے مرنے پر آپ ہی نے جامع منصور میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

وكان ذاعفة وديانة ، وصيانة، حسن التلاوة للقرآن ، كثير الدرس له، وله معرفة بالجرح والتعديل وأسماء الرجال والكنى وغير ذالك من علوم الحديث حسن القرأة وله خط أحسن .

آپ پرہیزگار، ودیانتدار اور محتاط بزرگ تھے، تلاوت قرآن نہایت اچھے انداز میں کرتے تھے، وہ قرآن کا درس بھی بہت دیتے تھے، آپ کو علم الجرح والتعدیل، اسماء الرجال وغیرہ میں بہت معلومات تھی، اسی طرح حدیث کے دوسرے علوم میں بھی آپ کا علم بہت وسیع تھا، بہترین قاری تھے، آپ کا خط نہایت پاکیزہ ہوتا تھا۔

یہی جامعیت تھی، جس نے بیٹے کو باپ کی نظر میں بڑا بنا دیا تھا، اور وہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، حتیٰ کی مرنے پر جنازہ کی نماز بھی صاحبزادہ ہی نے پڑھائی۔

جب بغداد میں ابن قشیری کا فتنہ زور پر ہوا اور اہل بغداد اپنے کو غیر محفو
سمجھنے لگے تو دوسرے حضرات کی طرح آپ نے بھی مسلمانوں کے عالمی دارالام
مکہ مکرمہ کی راہ لی، اور اللہ کی پناہ میں زندگی بسر کرنی چاہی، مگر قضا نے راستہ ہی میں
زندگی کے دن پورے کردیئے۔

ولما وقعت فتنة ابن القشيرى خرج الى مكة فتوفى فى مضيه اليها بموضع يعرف بمعدن النقر ه أواخرذى القعده سنة تسع وستين وأربعمائة .

ابن قشیری کے فتنہ کے زمانہ میں آپ نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا، مگر راستہ ہی
میں مقام "معدن النقر ہ" میں اواخر ذوقعدہ ۴۶۹ھ میں انتقال فرما گئے۔

اس وقت بالکل آپ جوان تھے، اور بیس سال تین ماہ بیس دن سے کچھ
زیادہ کی عمر شریف تھی۔ (طبقات الحنابلہ ابن رجب حنبلی ج ۱ ص ۱۳ طبع مصر)

یہ نوعمر اور جوان بخت امام اسلام اگر مکہ مکرمہ پہنچ جاتا تو اس کے اوصاف
بتا رہے ہیں کہ برکت وسعادت کی بے پایاں دولت بٹورتا، واقعہ یہ ہے کہ عبادت و
ریاضت جوانی میں اچھی طرح ہوتی ہے اور اس کا حق اسی دور میں ادا ہوتا ہے اس لیے تو
حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جوانی کی عبادت بہت زیادہ پسند ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن اسودؒ

آپ اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی کے صاحبزادے ہیں، علم وفضل میں

اپنے باپ کے سچے جانشین اور وارث تھے، امام ذہبیؒ نے امام اسود بن یزید کے تذکرہ میں ان کے بارے میں نصر بن اسماعیل کا یہ بیان درج کیا ہے۔

كان عبد الرحمان بن الأسود يصلي كل يوم سبع مائة ركعة .

عبدالرحمان بن اسود روزانہ سات سو رکعتیں نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے بھی اپنے والد کی طرح بہت سے حج اور عمرے ادا کیے، اور دونوں کو اس طرح علحدہ علحدہ ادا فرمایا کہ ہر ایک کے لیے مستقل سفر کیا، علامہ ذہبیؒ اسود بن یزید کے بیان میں یہ لکھ کر کہ انھوں نے اسّی حج اور عمرے کے لیے کوفہ سے مکہ کا سفر کیا اور ان دونوں کو ایک سفر میں جمع نہیں کیا۔ لکھتے ہیں:

وكذالك فعل ابنه .

اسی طرح ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے کیا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۸)

بیٹے کا باپ کے نقش قدم پر اس طرح چلنا اور حج عمرہ تک میں باپ کی اس شدت سے پیروی کرنا اس تربیت اور تعلیم کا نتیجہ ہے، جو ایک ذمہ دار باپ کے اوپر بچہ کے لیے واجب ہے، اگر حضرت امام اسود نے اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن کی تعلیم و تربیت پر شدید توجہ نہ دی ہوتی تو بیٹا اس طرح باپ کے نقش قدم پر نہ چلتا۔

اسلام ایسے ہی باپوں اور ایسے ہی بیٹوں کو چاہتا ہے، اور ایسے ہی باپ بیٹا

مل کر دین کے دوسرے امور کی طرح اس وظیفہ ابراہیمی کو ادا کرتے ہیں، جس
مرکز کی تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل باپ بیٹے دونوں نے مل کر کی تھ
واقعہ یہ ہے کہ اگر باپ صالح ہو تو صالح لڑکا بھی خیر و برکت کے بہت سے کام کر
ہے، اور دونوں کی نیک کوششوں سے بڑے بڑے دینی کام انجام پا سکتے ہیں۔

امام عبدالرحمٰن ابن ابوحاتم رازیؒ

امام حافظ الحدیث شیخ الاسلام ابو محمد عبد الرحمٰن بن امام ابو حاتم محمد بن
ادریس بن رازی متوفی ۳۲۷ھ رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں، باپ اپنے بچے
لے کر دنیا گھومے، اور وقت کے بڑے بڑے علماء و محدثین سے تعلیم دلوائی۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وارتحل به أبوه وأدرك الأسانيد العالية .

والد نے ساتھ لے کر علمی اسفار کرائے، اور آپ نے احادیث کی عالی
سندیں حاصل کیں۔

نیز امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

**كان بحراً فى العلوم و معرفة الرجال (الخ ان) وكان
زاهداً يعد من الابدال.**

آپ مختلف علوم خاص طور سے علم رجال میں بحر بیکراں تھے، بڑے عابد و
زاہد تھے، آپ کا شمار ابدال میں تھا۔

آپ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے یہاں گرانی ہوئی تو میرے ایک دوست نے اصفہان سے ایک جانور بھیجا، اور کہلا بھیجا کہ اسے آپ فروخت کر کے میرے لیے ایک مکان خرید لیں، میں نے اسے فروخت کر کے قیمت فقراء پر خرچ کر ڈالی اور اسے لکھ دیا کہ میں نے تیرے جانور کی قیمت سے تیرے لیے جنت میں ایک محل خرید لیا ہے۔

میرے دوست نے کہا اگر آپ اس کی ضمانت لیں تو میں راضی ہو جاؤں، چناں چہ میں نے اس بات کا عہد نامہ لکھ دیا کہ میں نے اپنے فلاں دوست کے لیے جنت میں ایک محل خریدا ہے، میں نے اسی دوران میں خواب دیکھا کہ مجھ سے فرمایا گیا کہ ہم نے تمہاری ضمانتی تحریر منظور کر لی مگر آئندہ پھر ایسا نہ کرنا۔

آپ اپنے حج کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

رحل بی أبی سنة خمس و خمسین وما احتلمت بعد، فلما بلغنا ذا الحلیفة احتلمت فسر أبي حیث أدرکت حجة الإسلام.

۳۵۵ھ میں مجھے لے کر میرے والد حج کے لیے نکلے، میں ابھی تک بالغ نہیں تھا، جب ہم مقام ذوالحلیفہ میں پہنچے تو میں بالغ ہو گیا، اس پر میرے والد بہت خوش ہوئے کہ میں نے حج اسلام پالیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۴۶ تا ۴۹)

آپ ۳۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے، اس سفر کے وقت عمر مشکل سے چودہ پندرہ سال کی تھی، مراہقت کا زمانہ تھا، حضرت امام ابوحاتم آپ کو ہر ہر ملک میں

ساتھ لے جا کر وہاں کے علماء سے تعلیم دلا رہے تھے کہ ۲۵۵ھ میں سفر حج درپیش آیا، اور ابن ابوحاتم اسی سفر میں مدینہ منورہ کی میقات ذوالحلیفہ پر بالغ ہو گئے، اس عین موقع پر لڑکے کے بلوغ سے باپ کو حد درجہ خوشی ہوئی کہ میرا بچہ بلوغ کی حالت میں حج ادا کر سکے گا، اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا، دنیا میں لوگ اپنے بچوں کی جوانی پر نہ معلوم کیا کیا سوچ کر خوشی میں پھولے نہیں سماتے، مگر اللہ کے پاک بندے اپنے بچوں کی جوانی پر اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ اب وہ اسلام کے ارکان کو پوری ذمہ داری سے ادا کر سکیں گے، اور دین کے کام آئیں گے۔

اس واقعہ میں ماؤں اور باپوں کے لیے بڑی عبرت ہے، امام ابن ابوحاتم نے اس کے بعد بھی حج ادا فرمایا ہے۔ چناں چہ ابوالحسن راوی کا بیان ہے:

وحج مع محمد بن حماد الظهراني .

پھر آپ نے محمد بن حماد ظہرانی کی معیت میں حج ادا فرمایا۔

ابن حاتم رازیؒ اپنی طالب علمی کے زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مصر میں سات ماہ تک مقیم رہے، اس مدت میں ایک مرتبہ بھی شوربا کھانے کی نوبت نہیں آئی، وجہ یہ تھی کہ ہم لوگ دن بھر مصر کے علماء اور شیوخ کی مجلسوں میں گھوم گھوم کر حدیث پڑھتے تھے، اور رات کو ان احادیث کو لکھا کرتے اور مقابلہ کرتے تھے۔

ایک دن کی بات ہے کہ میں شام کو اپنے کمرے میں واپس آیا تو معلوم ہوا

کہ میرا ایک بوڑھا ساتھی بیمار ہے، اتنے میں مجھے مچھلی نظر آئی، ہم دونوں کی خواہش ہوئی کہ اسے خرید کر کھانا پکانا چاہیے، چنان چہ ہم نے اسے خرید لیا، مگر جب کمرے میں پہنچے تو ایک شیخ کی مجلس کا وقت ہو گیا تھا اس لیے مچھلی کو چھوڑ کر پڑھنے کے لیے چلے گئے، پھر فرصت نہ مل سکی اور وہ مچھلی تیسرے دن خراب ہونے لگی، آخر کار فرصت نہ ملنے کی وجہ سے ہم نے اسے معمولی طور سے بھون بھان کر کھا لیا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد ابن ابی حاتم نے فرمایا:

لایستطاع العلم براحة الجسد.

تن آسانی اور جسمانی راحت و آرام سے علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۴۷)

اس واقعہ سے اہل علم کی زندگی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ صحیح طالب علم کی زندگی کس قدر قیمتی اور قابل رشک ہوتی ہے۔

امام ابن ابو حاتم رازی کی کتابوں میں ''کتاب الجرح والتعدیل'' بڑے پایہ کی کتاب ہے، حال ہی میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے دس جلدوں میں نہایت اہتمام سے چھپ کر شائع ہوئی ہے، الحمد للہ کہ شعبان ۱۳۷۵ھ کے آخر میں ہمیں پوری کتاب کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کا موقعہ نصیب ہو چکا ہے، جب کہ میں اسے یہاں سے مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً روانہ کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امام عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بن مہران بغدادیؒ

حضرت امام حافظ زاہد، قدوۃ شیخ الاسلام ابومسلم عبدالرحمن بن محمد بن عبد اللہ بن مہران بغدادی متوفی ۳۷۵ھ رحمۃ اللہ علیہ زبردست محدث ہونے کے ساتھ بہت ہی بزرگ اور باخدا عالم دین تھے، علم اور زہد وتقویٰ کی بلندیوں نے آپ کو شیخ الاسلام کے مرتبہ پر پہنچایا۔

آپ نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علمائے شام وخراسان سے علم حاصل کیا، پھر بخارا تشریف لائے اور سمرقند میں تقریباً تیس سال تک قیام فرمایا، مشہور محدث امام ابوعبداللہ حاکم کا بیان ہے کہ میں مرو اور ماوراء النہر کے بلاد میں گیا، مگر امام ابن مہران سے ملاقات نہ کرسکا، پھر ۳۶۵ھ میں ایام حج میں آپ کو حجاز کے قافلوں میں گھوم گھوم کر تلاش کیا، مگر آپ نے اپنے کو چھپائے ہی رکھا، پھر ۳۶۷ھ میں حج کو گیا اس وقت میرے علم میں امام ابن مہران مکہ ہی میں تھے، مگر جب تلاش کیا تو لوگوں نے بتایا کہ آپ بغداد میں ہیں، اس خبر سے مجھے بہت الجھن ہوئی، پھر بھی تلاش کیا مگر اپنے مقصد میں ناکام ہی رہا۔

بہر حال ایام حج کے بعد جب میں بغداد گیا تو ابونصر ملاحی نے مجھ سے آپ کا تذکرہ کیا اور کہا:

هذا شيخ الأبدال تشتهي أن تراه .

آپ ابدال کے شیخ ہیں، کیا تم ان سے ملنا چاہتے ہو؟

یہ سنتے ہی میں نے فوراً ہاں کہا، چنان چہ وہ مجھے لے کر ''حارۃ الصباغین'' (رنگریزوں کے محلہ) میں گئے، مگر معلوم ہوا کہ وہ یہاں سے چلے گئے ہیں، ابونصر لامی نے مجھ سے کہا کہ آپ اسی مسجد میں بیٹھیے، ابن مہران ابھی آرہے ہیں، چنان چہ میں بیٹھ گیا، چوں کہ ابونصر نے شیخ ابن مہران کے سلسلے میں مزید باتیں نہیں بتائی تھیں، اس لیے میں بے خیالی میں بیٹھا رہا، اتنے میں ابونصر کے ساتھ ایک کمزور نحیف شیخ تشریف لائے، شیخ نے خود مجھ سے پہلے سلام کیا، اب مجھے گمان ہوا کہ یہی حافظ ابومسلم ابن مہران ہیں، اس کے بعد باتیں ہونے لگیں، میں نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ کیا آپ نے اپنے رشتہ داروں میں سے یہاں کسی کو پایا؟

آپ نے فرمایا: جن لوگوں سے میں ملنا چاہتا تھا، وہ سب کے سب گذر چکے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حافظ ابراہیم نے کوئی لڑکا چھوڑا ہے یا نہیں؟ (حافظ ابراہیم شیخ ابن مہران کے بھائی تھے) یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا: آپ نے میرے بھائی کو کیسے جانا میں نے خاموشی اختیار کی، اور آہستہ سے ابونصر سے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں؟ انھوں نے آپ کا تعارف کرایا، اس کے بعد ہم دونوں اٹھے اور ایک دوسرے سے کھل کر ملے، انھوں نے کچھ دوستانہ شکوے کیے، میں نے بھی اس قسم کی کچھ شکایتیں کیں، پھر کیا تھا، ہم نے آپس میں ذکر و مذاکرہ، اور بحث و مباحثہ میں خوب دل چسپی لی، اس کے بعد بار بار آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا، جس دن میں بغداد سے چلنے لگا، اور رخصت ہونے کے لیے گیا، تو آپ

نے فرمایا:

يجمعنا الموسم فإن عليّ أن أجاور بمكة.

اب ہمیں تمہیں موسم حج ملائے گا، کیوں کہ میں نے مکہ مکرمہ کی مجاورت اور وہاں پر قیام کی نذر مانی ہے۔

اس کے بعد آپ نے ۳۶۸ھ میں حج ادا فرمایا، اور مرتے دم تک مکہ مکرمہ میں اس طرح مقیم ومجاور رہے کہ کسی بھی کام کے لیے باہر نہیں نکلتے تھے، حتیٰ کہ ۳۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۶۸ و ۱۶۹)

اس پورے واقعہ میں اللہ والوں کی زندگی، ان کی کشش، باہمی ملاقات، انداز تعارف، حرمین شریفین اور حج وزیارت سے قلبی تعلق کا پورا پورا پتہ چلتا ہے۔

ہمارے علمائے اسلام کے نزدیک موسم حج مسلمانوں کے لیے عالمی ملاقات کا ذریعہ ہوتا ہے، اور موسم حج کی ملاقات گویا اللہ کی راہ کی ملاقات ہوتی تھی، اور اس ملاقات کو ان کے نزدیک بڑی اہمیت وعظمت حاصل تھی۔

حج ۱۳۷۴ھ میں راقم الحروف کی حرمین شریفین میں جن علماء سے ملاقات ہوتی رہی، ان میں شیخ سید علوی مالکی مدرس حرم بھی ہیں، مکہ مکرمہ کی بار بار ملاقات کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف کے اندر بھی اتفاق سے ان سے ملاقات کا موقع ملتا رہا، جب میں آپ سے رخصت ہونے لگا تو آں موصوف حرم نبوی میں روضۂ جنت کے قریب تھے، دعا میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح آج ہم اس دنیا

میں روضہ جنت میں یکجا ہیں، اللہ تعالیٰ کل جنت میں یکجا کرے، میں نے بھی آمین کہتے ہوئے یہی جملہ دہرایا۔

امام عبد الرحمن بن محمد بن قدامہ مقدسی دمشقی

حضرت ابو محمد شیخ الحنابلہ شیخ الاسلام شمس الدین عبد الرحمن بن محمد بن احمد قدامہ مقدسی متوفی ۶۸۲ھ رحمۃ اللہ علیہ محرم ۵۹۷ھ میں دمشق کے قریب جبل قاسیون کے دامن میں پیدا ہوئے، بڑے زبردست عالم دین تھے، اور دنیا کی نظر میں آپ کا مقام علم و فضل بہت بلند تھا، امام ذہبیؒ نے لکھا ہے:

من اجتمعت الإنس على مدحه و الثناء عليه.

آپ کی شخصیت وہ ہے، جس کی تعریف و توصیف میں تمام زبانیں متفق ہیں۔

آپ نے تقریباً آٹھ برس تک حدیث کا درس دیا، اور دنیا کو رسول اللہ ﷺ کے علوم سے فیض پہونچایا۔ بارہ برس تک عہدۂ قضاء پر نہایت شان سے فائز رہ کر خود اس سے مستعفی ہو گئے۔

محدث اسماعیل بن خباز نے آپ کے حالات ڈیڑھ سو اجزاء میں لکھے ہیں، امام ذہبی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام شمس الدین مقدسی کی اس سیرت سے بڑی کسی عالم کی سیرت میں نے نہیں دیکھی۔

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں امام شمس الدین مقدسی کا طویل

تذکرہ لکھا ہے، اس میں ہے کہ

وإنه حج ثلاث مرات فكان آخرها قد رأى النبي ﷺ في المنام يطلبه فحج ذالك العام و حضرت الفتوحات .

(طبقات الحنابلة ج۲ص۲۰۴و۲۰۵)

آپ نے تین مرتبہ حج ادا کیا، آخری مرتبہ آپ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ان کو طلب فرما رہے ہیں، چنان چہ اسی سال حج کیا، تو بہت کچھ فتوحات۔ حاصل ہوئیں۔

جسے رسول اللہ ﷺ طلب فرمائیں، اس کی خوش بختی کا کیا کہنا، رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت ہی بڑی خوش نصیبی کی بات ہے، اور مسلمان کے لیے باعث اطمینان وسکون ہے۔

چہ جائیکہ کی کسی غلام کو طلب فرمائیں، یہ مرتبہ اللہ کے ان ہی بندوں کو ملتا ہے، جو اپنے عقیدہ اور عمل میں بالکل اللہ و رسول کے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سیہ کاروں کو بھی نیکی کی توفیق عطا فرما کر ان بزرگوں کے زمرے میں داخل فرمائے۔

امام عبدالرحمن بن یوسف بعلیؒ

ابو محمد فخر الدین عبدالرحمن بن یوسف بن محمد بعلی متوفی ٦٨٨ھ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور فقیہ و عابد و زاہد تھے، ٦١١ھ میں بعلبک میں پیدا ہوئے، بڑے بڑے اساتذہ سے حدیث کا درس لیا، آپ کی قابلیت اور علمیت کی وجہ سے

آپ کے استاذ شیخ فقیہ یونینی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔

وکان الشیخ الفقیه الیونینی یحبه و یقدمه علی اولاد ه حتی جعله اماماً لمسجد الحنابلة الی انتقل الی دمشق .

شیخ فقیہ یونینی عبدالرحمن اعلی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، اور اپنی اولاد پر ان کو ترجیح دیتے تھے، یہاں تک کہ ان کو حنابلہ کی مسجد کی امامت دیدی تھی، اور وہ دمشق واپس ہونے تک اس کی امامت کرتے رہے۔

واپسی پر جامع دمشق کے حلقۂ درس کی مسند پر بٹھائے گئے، پھر ''مشہد عروہ'' کے مدرسہ میں شیخ الحدیث رہے، آپ کے حلقہ درس سے علماء اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت فارغ ہو کر نکلی۔

آپ ہمیشہ رات کے پچھلے حصہ میں قیام لیل فرماتے تھے، عشاء اور مغرب کے درمیان قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، ایام بیض کے تین، شوال کے چھ، ذوالحجہ اور محرم کے دس دس روزے ہمیشہ رکھتے تھے، اور کبھی اس میں خلل نہیں آنے دیتے تھے، آپ نے حج ادا فرمایا تو کس حال میں رہے، ایک ہم سفر کی زبانی اس کا حال سنیے:

ابن یونینی کا بیان ہے:

رافقته فی طریق مکة فرایته قلیل المثل فی دیانته و تعبد ه وحسن اوصافه وکان من خیار الشیوخ علماً و عملاً و صلاحاً و

تواضعاً و سلامة صدر و حسن سمت، وصفاء قلب و تلاوة قرآن و ذكر وكان أحد عباد الله الصالحين

میں مکہ مکرمہ کے سفر میں آپ کی رفاقت کر چکا ہوں، میں نے ان کو عبادت، دیانت، حسن اوصاف میں بے مثال پایا، علم، عمل، صلاحیت، انکساری، صفائی قلب، تلاوت قرآن، اور ذکر واذکار میں بہترین مشائخ میں سے تھے۔

الغرض آپ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے۔

(طبقات الحنابلہ ج۲ ص ۳۲۰)

سفر کے معنی ہیں کھلنے اور نمایاں ہونے کے ہیں، آدمی جب گھر سے باہر نکلتا ہے اور دنیا سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، تو اس کے احوال واوصاف کا پتہ چلتا ہے اور اخلاق، دیانت، عبادت وغیرہ کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، پھر حج وزیارت کا عاشقانہ سفر تو اور بھی صفائی کر دیتا ہے، اور اس راہ کا ہر مسافر اپنے ظاہری اور باطنی حالات میں کھل جاتا ہے، حضرت امام بعلیؒ جس طرح اس سفر میں کھلے وہ اس سفر کے عین شایانِ شان ہے، اور ہر حاجی کو اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

امام عبدالجلیل بن محمد کوباہ اصبہانیؒ

حضرت امام ابو مسعود عبد الجلیل بن محمد بن عبد الواحد اصبہانی متوفی ۵۵۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب کوباہ ہے، آپ علم کے ساتھ ساتھ زہد و تواضع میں یکتائے زمانہ تھے، علم حدیث ان کا خاندانی ورثہ تھا، بہترین اخلاق کے ساتھ آپ

مسافروں کی بڑی تعظیم کرتے تھے، اور صبر وقناعت میں بھی مشہور تھے، آپ نے حج کے بعد مدینہ میں رہ کر درس حدیث دیا ہے۔

چنان چہ حافظ صاعد بن سنان کا بیان ہے کہ:

حدثنا عبد الجيل بن محمد بن عبد الواحد بمدينة النبى صلى الله عليه وسلم .

ہم نے عبد الجلیل بن محمد بن عبد الواحد نے مدینہ منورہ میں حدیث بیان کی ہے۔

اس کے بعد سلسلۂ سند بیان کرتے ہوئے حضرت سفیان بن یحیٰی کا قول نقل کیا ہے:

ما أعلم طريقاً الى الجنة اقصد ممن يسلك طريق الحديث .

جو شخص حدیث وسنت پر چلتا ہے، میرے علم میں اس سے بہتر کوئی راستہ جنت میں جانے کے لیے نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۰۶)

مدینۃ الرسول میں حدیث الرسول کا درس دینا بڑی خیر برکت اور سعادت مندی کی بات ہے، اسلامی علوم کے خزانہ میں رہ کر خزانہ تقسیم کرنا کتنی شاندار سخاوت اور دریا دلی ہے۔

امام عبد الرحیم بن محمد بغدادیؒ

ابو محمد عفیف الدین عبد الرحیم بن محمد بن احمد علثی بغدادی حنبلی متوفی ۶۸۵ھ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، محدث اور زاہد تھے، بغداد کے محلہ ''مامونیہ'' میں ربیع

الاول ۶۱۲ھ میں پیدا ہوئے، اپنے وقت کے ہر چھوٹے بڑے محدث اور عالم سے علم حاصل کیا، اور ان سے احادیث سن کر بہت کچھ لکھا، زہد وعبادت میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا، اتباع سنت میں پیش پیش اور بدعتیوں کے خاص دشمن تھے، اپنے زمانہ میں "محدث بغداد" اور "شیخ عراق" تھے، امام ابن تیمیہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، آپ کے حج اور وصال کا حال ابن رجب حنبلی اس طرح لکھتے ہیں:

وتوفی بطریق مکة الشامی بذات عرق عوده من الحج یوم الجمعة وقت الصلوة سابع عشر المحرم سنة خمس و ثمانین وستمائة .

آپ حج سے واپسی پر مکہ مکرمہ سے شام کی راہ میں بمقام "ذات عرق" عین جمعہ کی نماز کے وقت ۱۷ محرم ۶۸۵ھ کو فوت ہوئے۔

امام ابو محمد عفیف الدین کے یہاں پر وصال فرمانے کی ظاہری وجہ بھی ابن رجب ہی کے زبانی سنیے:

وحکی عنه أنه لما مر علی الوادی المذکور متوجها الی مکة شرفها الله تعالیٰ من دمشق ، رای قبور جماعة ماتو ا هناك من قبل فقرأواستغفر لهم وقال طوبی لمن دفن معکم فتوفی لما عاد ، ودفن معهم رحمه الله تعالیٰ .

بیان کیا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ جاتے وقت جب آپ اس وادی سے گذرے تو

آپ نے پہلے انتقال ہوئے لوگوں کی قبروں پر قرآن پڑھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی، ساتھ ہی یہ بھی کہا'' آپ کے ساتھ دفن ہونے والوں کو یہ خوش نصیبی مبارک ہو'' پھر جب آپ واپسی پر یہاں پہنچے تو وہیں فوت ہو گئے۔

(طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۳۱۶)

اربابِ علم کی بصیرت، بصارت سے زیادہ کارگر ہوتی ہے، اور ان کی نگاہ بہت دور تک دیکھتی ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ''ذات عرق'' میں کیسے کیسے حضرات آسودہ خواب تھے، جن پر امام عفیف الدین کو رشک آیا اور ان کے ساتھ دفن ہونے کا داعیہ پیدا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی یہ مقدس آرزو یوں پوری فرمادی کہ واپسی پر آپ کو وہیں موت آئی اور دوسرے آسودگانِ رحمت کے ساتھ آپ بھی آرام فرما ہو گئے، نیکوں کے پہلو میں دفن ہونے والے بھی نیکوں کی فہرست میں لکھ دیے جاتے ہیں۔

امام عبدالعزیز بن عبداللہ ماجشونؒ

حضرت امام ابو عبداللہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابو مسلمہ تیمی مدنی متوفی ۱۶۴ھ رحمۃ اللہ علیہ ماجشون کے لقب سے مشہور ہیں، بہت بڑے فقیہ تھے، آپ کا شمار علمائے ربانیین میں ہوتا تھا، علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ حج کے موسم میں ان کے فتاوے چلتے تھے۔ ابن وہب کا بیان ہے:

حججت فسمعت من ينادي لايفتي الا مالك وعبد العزيز بن مسلمه.

میں نے ایک مرتبہ حج کیا تو یہ منادی سنی کہ امام مالک اور امام عبدالعزیز کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۶)

حج کے موسم میں جب کہ کئی لاکھ اللہ کے بندے ایک مقام پر جمع ہوتے ہیں کسی آدمی کو یہ برتری ملنی اس کی بڑی مقبولیت کی دلیل ہے، اور خدا کے یہاں اس کی قدر و منزلت کی نشانی ہے، کامیاب ہیں وہ مقدس لوگ جو اپنے عمل و یقین کے باعث یہ امتیاز پاتے ہیں۔

امام عبدالمحسن بن عبدالکریم مصریؒ

ابومحمد عبدالمحسن حنبلی حصری مصری متوفی ۶۲۵ھ رحمۃ اللہ علیہ، علم فقہ کے زبردست عالم اور ماہر تھے، ۵۸۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، مصر کے علماء سے تحصیل علم کے بعد دمشق تشریف لے گئے اور مدتوں وہاں مقیم رہ کر علم و فضل میں مشہور ہوئے، اسی طرح حران، حمص میں تحصیل علم کے لیے گئے۔

وتوجه الى الحج فغرق في البحر و ذهب جميع ماله وعاد الى مصر مجردا من جميع ماكان معه.

اس کے بعد حج کے لیے نکلے مگر ان کا تمام ساز و سامان سمندر میں غرق ہوگیا، اور تن تنہا اپنی جان لے کر مصر واپس آگئے۔ (طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۴۲)

امام ابو محمد عبد المحسن نے زندگی بے سروسامانی میں اس طرح گذاری تھی کہ علم کی طلب کے لیے مختلف بلاد و امصار کی سیر کرتے رہے، اور غربت و مسافرت کے دن کسی نہ کسی طرح کاٹتے رہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کس کس طریقہ سے انھوں نے حج کے لیے توشہ راہ جمع کیا ہوگا، اور وجد وشوق کے عالم میں راہ حج کی استطاعت پیدا کرنے میں کیا کیا تدبیریں کی ہوں گی، لیکن اللہ کی مرضی کہ منزل مقصود کی طرف روانگی ہونے کے باوجود وہاں تک نہ پہنچ سکے اور جہاز سمندر میں غرق ہوگیا، مگر فضل خداوندی سے جان بچ گئی، ورنہ تمام سامان و اسباب کے ساتھ یہ حقیر جان بھی ضایع ہوجاتی تو کوئی کیا کرلیتا۔

سفر حج کی راہ میں خطرات ہیں، ان سے گذر کر حج و زیارت سے فیض یاب ہونا بڑی سعادت مندی ہے، اسی لیے تو اس مقدس سفر میں قدم قدم پر نیکی ملتی ہے، اور بات بات پر ثواب دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام عثمان بن سعید ابو عمرو، دانی قرطبیؒ

حضرت امام شیخ الاسلام ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر دانی قرطبی متوفی ۴۴۴ھ رحمۃ اللہ علیہ غلام نسل سے ہیں، علم قرأت میں ان کو امامت کا درجہ حاصل ہے، ان کی متعدد تصانیف ہیں، ساتھ ہی حدیث کے فنون میں بڑی نگاہ رکھتے تھے، امام سمعانی کا قول ہے:

كان أبو عمرو مجاب الدعوة مالكي المذهب

امام ابوعمرو مالکی مذہب کے مستجاب الدعاء بزرگ تھے۔

حسن خط، قوت حافظہ، ذکاء وتفنن، ادب، اور زہد وتقویٰ میں بہت آگے تھے، آپ نے اپنے طلبِ علم کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

بدأت بطلب العلم سنة ست و ثمانين ورحلت الى المشرق سنة ست وتسعين فكنت بقيروان اربعة اشهر ودخلت مصر فى شوالها فمكثت بها سنة وحججت ورجعت الى الاندلس فى ذى القعدة سنة تسع وتسعين وثلاث مائة .

میں نے ۳۸۶ھ میں طالب علمی شروع کی اور ۳۹۶ھ میں مشرق کے سفر پر نکلا، قیروان میں چار ماہ رہا، شوال میں مصر پہنچا، وہاں ایک سال تک مقیم رہا، اور وہیں سے حج کیا اور پھر اندلس ذی القعدہ ۳۹۹ھ میں واپس ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۹۹)

آپ نے ۳۸۶ھ سے ۳۹۹ھ تک پورے تیرہ سال تک طالب علمی میں گذارے اور علم حاصل کر کے فریضہ حج و زیارت سے سبکدوشی حاصل کی اور پھر مشرق سے جنوب کا رخ کیا۔

طالب علمی صحیح معنوں میں طالب علمی ہو تو اس میں بڑی بڑی سعادتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، اور علم دین کے ساتھ ساتھ ارکان دین پر عمل کرنے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔

شیخ الاسلام عطیہ بن سعید اندلسیؒ

حضرت امام شیخ الاسلام ابومحمد عطیہ بن سعید اندلسی مغربی فقصی صوفی رحمۃ اللہ علیہ، نے اپنے وطن اندلس سے پڑھ پڑھا کر مشرقی دنیا کا رخ کیا، اور مصر، شام عراق، خراسان، ماوراء النہر، بغداد اور مکہ مکرمہ میں گھوم گھوم کر حدیث کی تحصیل کی، مکہ مکرمہ میں احمد بن فراس اور اسماعیل بن حاجب تلمیذ فربری سے حدیث کا سماع اور اس کی روایت کی، علم کے ساتھ عمل کا یہ عالم تھا کہ:

کان زاھداً لایضع جنبه انما ینام محتبیاً.

ایسے عابد وزاہد تھے کہ زمین پر پہلو بھی نہیں رکھتے تھے، حتیٰ کہ سوتے بھی تو ایک خاص ہیئت پر بیٹھے بیٹھے سوتے تھے۔

توکل اور ایثار میں بھی امام ابومحمد عطیہ اندلسی صوفی کامل تھے، عبدالعزیز بن بندار شیرازی کا بیان ہے کہ میں بغداد میں مدتوں آپ کے ساتھ رہا ہوں، آپ ایثار و کرم میں بڑے مقام کے مالک تھے، صرف ایک تہبند اور خرقہ رکھتے تھے مکہ کے سفر میں نکلے تو:

وکان قد جمع کتباً حملها علی نجاتی کثیرة.

بہت سی کتابیں جمع کیا اور ان کو اونٹوں پر لاد کر ساتھ لے چلے۔

میں بھی ان کے ہمراہ ہوگیا، ہم بغداد سے نکل کر مقام باسریہ میں پہنچے، منزل پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ عطیہ بن سعید کے پاس سوائے ایک بستر، ایک لوٹا، اور

ایک خرقہ کے کچھ نہیں ہے، ہم لوگوں نے ان کے اس حال پر بہت تعجب کیا،
بہر حال ہم منزل پر پہنچے اور کچھ لوگ اپنے دوستوں کی تلاش میں نکل گئے، دیکھا کہ
ایک خراسانی بزرگ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد لوگ جمع ہیں، انہوں
نے ہم سے کہا کہ آپ لوگ ہماری مجلس میں آجایئے، اس کے بعد دستر خوان چنا گیا
ہم نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور شکم سیر واپس ہوئے۔

فلم يزل على هذه الحالة يتفق لنا كل يوم من يطعمنا ويسقينا الى مكة وما حملنا شيئا.

اس سفر میں روزانہ کوئی نہ کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو ہمیں کھلاتا پلاتا اور خود
ہمیں کچھ کرنا نہ پڑا، یہی حال مکہ تک رہا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۷۱ و ۲۷۲)

آپ نے مکہ مکرمہ پہنچ کر صحیح بخاری کا درس دیا۔

اہل اللہ اور بزرگوں کی صحبت سے ہر آدمی اپنے ظرف بھر فیض اٹھاتا ہے
اور ان کی برکت سے نفع پاتا ہے، حضرت امام عطیہ اندلسیؒ کے ہمرکابی نے کس طرح
ہم سفروں کے لیے منزل بہ منزل خورد ونوش کا انتظام کیا، یہ سفر حج کی برکت اور امام
عطیہ کا فیض روحانی تھا۔

علی بن احمد اندلسیؒ

حضرت امام علی بن احمد بن حذیدہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۶۵ھ کے حدود
میں پیدا ہوئے، اپنے وطن اندلس ہی میں موطاء امام مالک اور مسلم شریف جیسی بڑی

بڑی کتابوں کو زبانی یاد کیا، اور مالقہ کے خطیب و امام ابوعبداللہ ساحلیؒ سے تصوف کی تعلیم حاصل کی، ارشاد و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کی خدمت انجام دیتے تھے، اور اس میں خاص شہرت اور مقام رکھتے تھے، آپ کے ماننے والوں اور آپ کے حکم و ارشاد پر چلنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

آپ اپنے وطن اندلس سے ملک شام آئے اور اسے اپنا وطن بنالیا، اس سے پہلے مصر کے شہر اسکندریہ میں مدتوں مقیم رہ کر اس کے مختلف مقامات میں متعدد زاوئے اور خانقاہیں تعمیر کرائیں، ان ہی صفاتِ عالیہ میں آپ کی سب سے نمایاں صفت یہ ہے:

وحج مرات . آپ نے متعدد بار حج ادا کیا ہے۔

ارشاد و تبلیغ کے لیے وطن سے نکلنے والے انسان کو سننے والوں کا مجمع چاہیے، اور اپنی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانی چاہیے، ایسے حضرات کے لیے حج کے فقید المثال مجمع سے بہتر اور بڑا مجمع دنیا میں اور کہاں مل سکتا ہے، حج کے موقعہ پر عالم اسلام کی بیتاب روحیں حرمین شریفین میں سمٹ سمٹ کر آجاتی ہیں، اور ان میں سراسر خیر کا مادہ ہوتا ہے، اور خیر قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، ایسے نادر اور حد سے زیادہ مناسب موقع سے فائدہ اٹھانا ہر اس شخص کا کام ہے جو ارشاد و تبلیغ کی خدمت انجام دیتا ہے۔

آپ رمضان ۷۱۹ھ میں بیت المقدس میں فوت ہوئے۔

علی بن احمد ابن سلعوس وزیر تنوخیؒ

علی بن احمد بن عثمان تنوخی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب علاء الدین ہے اور
سلعوس کی کنیت سے مشہور ہیں، ۶۸۹ھ میں پیدا ہوئے، ابتداء میں دمشق
وزارت کا عہدہ سنبھالا اور نہایت سلیقہ مندی اور خوبی کے ساتھ اس کے تمام
انجام دیے، لیکن طبیعت میں صلاح و نیکی تھی، اور دنیاوی مناصب سے فطری
نہیں تھا، اس لیے یہ عہدہ چھوڑ کو ایک دم دامن جھاڑا اور ارض حرم کی راہ لی،
ادا کر کے ساری زندگی خیر وصلاح اور خدا پرستی و خدا ترسی کے کاموں میں بسر کی

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وحج مات علی خیر کثیر و کان کثیرا المروءۃ حسن العش

آپ نے حج ادا کیا اور نہایت عمدہ حال میں فوت ہوئے، آپ بہت
بامروت اور بہت ہی خلیق بزرگ تھے۔

حج کر لینے کے بعد گویا علی بن احمد وزیر کی صالح زندگی سے پردہ اٹھ گیا
دین و دیانت اور اخلاق و مروت کی جتنی قدریں ان کے اندر موجود تھیں وہ
کی سب کھل کر دنیا کے سامنے آ گئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حج مسلمان کی زندگی میں ایک ایسا موڑ ہے جس پر آ جا
کے بعد عام طور سے مسلمان نیک روی اور دینداری کی راہ پر آتا ہے، اور اس
زندگی کے جمالیاتی پہلو اجاگر ہو جاتے ہیں، ایک علی بن احمد وزیر کی ذات گرا

کیا موقوف ہے؟ لاکھوں مسلمان حج و زیارت کے بعد برکات خداوندی اور فیوض حرمین شریفین سے فیض یاب ہوئے ہیں، کم نصیب ہیں وہ لوگ جو حج کرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کو نہیں بدلتے اور پہلے ہی کی طرح غیر ذمہ دارانہ حرکات کرتے رہتے ہیں، علی بن احمد ابن سلعوس وزیر اواخر جمادی الاولیٰ ۷۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

(الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۱۵)

علی بن اسحٰق یعقوبیؒ

حضرت علی بن اسحٰق یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب علاء الدین ہے، اور "علی ملا" کی عرفیت سے مشہور ہیں، ابتدائی زندگی بلاد تاتار میں گذری، پھر وہاں سے ملک شام آئے اور زہد و تصوف اور صبر و قناعت کی زندگی اختیار فرمائی، ۶۸۰ھ میں دمشق میں سکونت اختیار فرمائی بڑے شاکر و صابر تھے، پھر دمشق ہی سے ۷۱۰ھ میں حج ادا کیا اور حج سے واپس ہوتے ہوئے اردن کے قریب لجون مقام پر فوت ہوئے۔

وحج سنة ۷۱۰ھ ومات باللجون راجعاً.

آپ نے ۷۱۰ھ میں حج ادا فرمایا اور حج سے واپسی پر مقام لجون میں وفات پائی۔ (الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۲۵)

کس قدر قابل رشک ہے وہ موت، جو اس وقت نصیب ہو جب کہ انسان طہارت و پاکیزگی اور عصمت و بے گناہگاری میں اس بچہ کے مانند ہو جو آج ہی

اس دنیا میں آیا ہے، اور بڑے ماحول کے اثرات سے بالکل پاک وصاف ہے۔

علی بن ابوبکر بن محمد گازرونیؒ

حضرت علی بن ابوبکر بن محمد گازرونی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب نور الدین ہے، آپ بہت ہی اہم شخصیت کے مالک تھے، اور عدالتوں میں گواہوں سے شہادتیں لیتے تھے، مدتوں آپ نے مسجد کی امامت فرمائی، آپ بھی حج سے واپس ہوتے ہی فوت ہوئے۔

وكان قد حج ورجع فمات بعد أربع ولم يحدث .

آپ نے حج ادا فرمایا اور واپسی پر چار دن کے بعد وصال فرمایا اور حدیث کا درس نہ دے سکے۔

۱۹ ذی الحجہ ۷۱۰ھ میں آپ کا وصال ہوا (الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۲۸)

آپ بھی ان ہی خوش نصیب حجاج کرام میں تھے، جو حج کی دولت نصیب ہوتے ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے، اور ان کو آغوش رحمت نے مسند درس تدریس پر بیٹھنے کی بھی فرصت نہ دی۔

امام علی بن حسن واسطیؒ

حضرت امام ابوالحسن علی بن حسن واسطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اس وقت تھے، جب ہلاکو خاں سفاک اعظم عالم اسلام پر یلغار کر رہا تھا، اور تمام اسلامی مما لک

اس کے ظلم وستم سے تباہ و برباد ہو رہے تھے، اس پر فتن دور میں آپ نے آنکھ کھولی، اور شیخ وقت حضرت عزالدین کی صحبت میں رہ کر اکتساب فیوض و برکات کیا، اور امین الدین ابن عساکر جیسے محدث روزگار سے احادیث کا سماع کیا، ساتھ ہی آپ نے قرأت اور فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وكان منجمعا، متزهدا كرامات و أحوال.

آپ تمام صفاتِ جمیلہ کے جامع، زاہد باصفا تھے، آپ کی بہت سی کرامات اور احوال ہیں۔

اس عالم باعمل اور زاہد بے ریا کی کرامتیں تو ویسے بہت زیادہ ہیں، اور اللہ کے اس پاک بندہ نے اپنے تصرفاتِ باطنی اور فیضِ روحانی سے عجیب احوال و کیفیات کا اظہار کیا ہے، مگر ان میں سب سے بڑی کرامت یہ ہے:

حج ستين حجة و جاور.

آپ نے ساٹھ حج ادا فرمائے، اور اللہ کے جوار میں سکونت اختیار فرمائی۔

اللہ اکبر! ایک زندگی دس پانچ نہیں پورے ساٹھ حج کی برکتوں سے مالا مال ہو؟ یہ توفیقِ ایزدی اور عنایتِ الٰہی اور مومن کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس کے باوجود تشنگی کا یہ عالم ہے کہ آپ حرم مکی میں مجاورت اور سکونت فرماتے ہیں۔

امام ذہبیؒ کا بیان ہے کہ آپ بڑی شان وشوکت کے مالک تھے، آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا، عوام سے دور رہا کرتے تھے، تہجد، روزہ اور تلاوتِ کلام پاک سے

ان کو حظ وافر ملا تھا، آپ کے کشف وحال بھی ہیں، عقائد میں سلف رحمہم اللہ کے نقش قدم پر چلتے تھے، اور نئی الجھنوں سے پاک تھے۔

اس پاک باطن اور پاک ظاہر بندے کی موت بھی کس عالم میں اور کہاں ہوئی، اسے بھی سنیے اور رشک کیجیے:

مات محرما ببدر ٧٣٣ھ. (الدرر الكامنة ج٣ص ٣١ و ٣٢)

آپ بحالت احرام بدر شریف میں ۷۳۳ھ میں فوت ہوئے۔

بدر شریف میں کسی کو مرنا نصیب ہو، جہاں اسلام کی شان نمایاں ہوئی، اور بدری شہداء دفن ہیں، وہ بھی احرام کی حالت میں جب کہ بندہ اس دنیا سے صرف ستر چھپانے بھر لباس کا حصہ لیتا ہے، بڑی خوش بختی کی بات ہے، یہ مقدس حصہ ان ہی لوگوں کے مقدر میں ہوتا ہے، جو صحیح معنوں میں اسی کے مستحق ہوتے ہیں۔

علی بن عبداللہ خطیبیؒ

ابوالحسن علی بن عبداللہ خطیبی رحمۃ اللہ علیہ علماء ماوراء النہر میں سے ہیں، آپ اصبہان کے قاضی تھے۔

ومات في طريق المدينة بالجحفة سنة سبع و ستين و أربعمائة.

آپ نے مدینہ منورہ کے راستہ میں مقام جحفہ پر ۴۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔

(الفوائد البہیۃ ص ۴۵)

مدینہ منورہ کے راستہ کی موت خدا ہی جانتا ہے کہ کیا مرتبہ رکھتی ہے،
حضرت علی بن عبداللہ خطیبی دیار طیبہ کی منزل میں تھے کہ رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کا
پیغام آ گیا، کتنے ہی ایسے مقبولانِ بارگاہِ حرمین ہیں، جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی
درمیانی منزلوں میں سکون وراحت کی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔

علی بن عتیق فاسیؒ

حضرت ابوالحسن علی بن عتیق فاسی رحمۃ اللہ علیہ مغرب اقصیٰ کے شہر فاس
کے رہنے والے ہیں، آپ ''ابن الصیاد'' کے لقب سے مشہور ہیں، آپ نے مغرب
اقصیٰ سے حج کے لیے سفر کیا اور حج وزیارت کی برکتوں سے فیض یاب ہو کر مقامِ
صفد میں قیام فرمایا۔

رحل من بلا ده للحج ثم دخل صفد فأقا م بها و أقرأالآداب .

آپ نے حج کے لیے اپنے ملک سے سفر کیا، فارغ ہو کر شہر صفد مقیم
ہوئے، اور وہیں تعلیم دینی شروع کی۔

کچھ دنوں شام کے علاقہ صفد میں تعلیم وتدریس کر کے اپنے ملک کا رخ کیا، اور
وہیں مستقل قیام فرمایا۔

حضرت علی بن عتیق فاسیؒ نے مغرب سے چل کر مشرق کا سفر صرف حج کی
نیت سے کیا اور اس مقدس فریضہ سے فارغ ہو کر تعلیم دین میں لگ گئے، اور پھر
اپنے وطن واپس ہوئے، اس سفر میں آنے جانے کے سلسلے میں ان کو کیا کچھ نہ برداشت

کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ اس تصریح سے کیجیے:

قلیل ذات الید.

آپ بہت زیادہ تنگ دست رہا کرتے تھے۔

غور کرو جس مسلمان کو تنگ دستی رہتی ہو، پھر وہ مغرب سے چل کر مشرق آئے، اور واپس جائے، تو اس پر دوران سفر میں کیا کیا گذرے گی؟ آپ اصول، فقہ اور تفسیر میں بہت ماہر تھے، آٹھویں صدی میں آپ کا وصال ہوا۔

(الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۷۰)

آپ ابن صیاد کے لقب سے مشہور ہیں، جس کی ظاہری وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے آباء واجداد شکاری تھے، اور رزق حلال کے لیے حلال جانوروں کا شکار کر کے ان کو فروخت کیا کرتے تھے، اس شکاری کے بچے کا علم و فضل کی دنیا میں یہ مقام حاصل کرنا اور اللہ ورسول کی محبت میں تنگدستی اور مفلسی کے عالم میں حج کے لیے آنا، اسلام کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عبد نوازی نہیں تو پھر کیا ہے؟

سچ ہے جو لوگ اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر کچھ بننا چاہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے راہیں کھولتا ہے، چاہے وہ شکاری ہوں یا اور کسی پیشہ سے تعلق رکھتے ہوں، چاہے، وہ غریب ہوں یا ان کے پاس دولت ہو۔

امیر علی بن یوسف شاہ حمص رح

امیر علی بن یوسف بن اوحد رحمۃ اللہ علیہ صاحب حمص یعنی حمص کے

حکمراں ہیں، جو ملک شام میں واقع ہے، آپ دمشق کے امراء و کبراء میں ایک بڑی حیثیت کے مالک تھے، آپ کی ایک ظاہری صفت یہ تھی کہ

و لم يكن بدمشق أجمل صورة منه .

آپ کے وقت میں شہر دمشق میں آپ سے زیادہ حسین و جمیل کوئی شخص نہیں تھا۔

اس پیکر حسن و جمال کی موت عین جوانی میں ہوئی وہ بھی کہاں؟ جہاں کے لیے بہت سے اہل دل تمنا کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔

مات وله دون العشرين با لمدينة الشريفة و دفن بالبقيع في ٧٥٤ه . (الدرر الكا منه ج٣ص ١٢٤)

٧٥٤ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ بیس سال سے بھی کم عمر کے تھے، اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

ظاہر ہے کہ یہ خوش قامت وخوش رو اور صالح وسعید اور امیر نو جوان مدینہ منورہ میں اس عمر میں کسی سرکاری کام سے نہیں گیا، بلکہ وجح وزیارت کی کشش اور سعادت وخوش بختی کی تڑپ نے اس دیار میں پہونچایا ہوگا، پھر خوش بختی نے اس ابن یوسف کو اس مقدس بقعۂ ارض میں جگہ دی، جہاں سے رسول اللہ ﷺ کی بشارت کی رو سے کئی ہزار ایسے مردے اٹھیں گے، جن کے چہرے چاند کے مانند درخشاں وتاباں ہوں گے۔

اس خندہ و تابندہ خوش بختوں میں حمص کا یہ نو جوان امیر ابن یوسف بھی ہوگا، جسے جنت البقیع نے دوسرے بے شمار اللہ کے بندوں کی طرح اپنی آغوش میں لیا ہے۔

سرمایہ داروں نے نو جوانوں، کھاتے پیتے گھرانوں کے نوخیزوں اور عیش وعشرت کی بزم کے نووارد متوالوں کے لیے اس نو جوان امیر حمص کے اندر عبرت آموزی کی بڑی قدریں موجود ہیں، اور اٹھتی ہوئی جوانیاں حسن و جمال کے اس پیکر کی رہنمائی میں صدق وصفا کے منازل طے کرسکتی ہیں۔

امام عمر بن حسن ابوالخطاب کلبی اندلسیؒ

حضرت امام حافظ کبیر الخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد کلبی اندلسی متوفی ۶۳۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ''جمیل'' کے لقب سے مشہور ہیں، آپ مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی کی اولاد میں سے ہیں۔

وكان بصيرا بالحديث معتنيا بتقيده مكبا على سماعه حسن الخط معروفا بالضبط له حظ وافر من اللغة و مشاركة فى اللغة و غيرها. (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٢٠٥)

آپ علم حدیث میں دور رس نگاہ رکھتے تھے، اس کے ضبط و تحریر کا بڑا اہتمام کرتے تھے، احادیث کے سماع میں لگے رہتے تھے، آپ کا خط نہایت بہتر تھا، کتابت کے قوانین برتنے میں مشہور تھے، حدیث کے ساتھ ساتھ علم لغت وادب

میں حصہ وافر رکھتے تھے، اور اس سے آپ کو بڑی مناسبت تھی۔

آپ نے ۵۹۵ھ میں تونس میں حدیث کا درس دیا، اور اسی دوران میں حج ادا فرمایا، اور مشرقی دنیا سے علم حدیث کی تحصیل فرمائی، اصبہان، عراق اور نیسا پور میں خاص طور سے علم حدیث کی تحصیل کی اور علمائے اسلام کی اس سنت پر عمل کیا، جو طالب علمی کے زمانے میں حج وزیارت کی شکل میں چلی آرہی ہے۔

عمر بن سالم بدر مغربیؒ

حضرت امام عمر بن سالم بن بدر داریلی مغربی رحمۃ اللہ علیہ افریقہ کے ملک مغرب اقصیٰ کے رہنے والے تھے، مغرب سے تحصیل علم اور حج وزیارت کے شوق میں مشرق کا سفر کیا، پہلے دمشق آئے، اور وہاں کے اجلہ علماء اور محدثین سے دینی علوم حاصل کیے، پھر وہاں سے آکر حج وزیارت کی دولت سے بہرہ مند ہوئے، اور حرمین شریفین مدتوں قیام کر کے وہاں کے انوار وبرکات اور فیوض وحسنات حاصل کیے، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

ثم حج فأقام بمكة وبالمدينة دهرا طويلا الى أن مات .

آپ نے حج کرنے کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مدت دراز تک قیام کیا، یہاں تک کہ یہیں فوت ہوئے۔

حرمین شریفین کی خوشگوار اور بابرکت فضا اس قدر راس آئی کہ آپ مدتوں قیام کرنے کے باوجود اس سے اچھی طرح سیر نہ ہوسکے، اور اسی مقام مقدس میں اپنی

جان جان آفریں کے سپرد کر کے قیامت تک کے لیے اس کی آغوش میں سو گئے۔

عمر بن سالم مغربی اپنے وطن مغرب اقصیٰ سے چلے، ملک شام کے شہر دمشق میں آکر علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی، اور پھر وہاں اپنے روحانی سفر کی دوسری منزل حرمین شریفین بنائی، اور جب یہاں سے رختِ سفر باندھا، تو ملاءِ اعلیٰ کی منزل پر جا پہونچے، کتنا مبارک ہے سفر، اور کتنی مبارک ہیں، یہ منزلیں، جن کے اندر علم و فضل کا یہ کارواں ٹھہر کر منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے، یہ برکتیں انھیں پاک نفسوں کے لیے ہیں، جو تقویٰ کی استعداد اور قابلیت رکھتے ہیں، چنان چہ حضرت عمر بن سالم کے بارے میں تصریح ہے:

وكان صالحا، زاهدا. (الدرر الكامنه ج۳ ص ۱٤٦)

آپ نہایت نیک بخت اور صالح ہونے کے ساتھ بڑے عابد و زاہد بھی تھے۔

ان ہی صفات نے آپ کو یہ مراتب عالیہ بخشے ہیں۔

عمر بن جامع سلامی دمشقیؒ

حضرت عمر بن جامع بن یوسف سلامی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد و زاہد اور باخدا بزرگ گذرے ہیں، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

الزاهد العابد كان مشهورا بالعبادة سرد الصوم خمس عشر سنة.

آپ زاہد و عابد اور عبادت میں مشہور تھے، آپ نے پندرہ سال تک پے

در پے روزے رکھے۔

آپ زہد وعبادت کے ساتھ قلت کلام کی صفت بھی رکھتے تھے۔

وكان قليل الكلام معروفا لكثرة الحج و التلاوة.

آپ کم گو تھے، کثرتِ حج اور کلام پاک کی کثرتِ تلاوت میں مشہور تھے۔

(الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۱۳۹)

زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت اور کم گوئی کے ساتھ حج کی کثرت اور قرآن حکیم کی رات دن تلاوت ان ہی بزرگان دین کا حصہ ہے، جن کے اندر دینی علوم کی روشنی ہوتی ہے، اور وہ اس کی روشنی میں دین ودیانت کی شاہ راہیں طے کرتے ہیں، مورخین نے یہ نہیں لکھا ہے کہ آپ نے کتنے حج کیے، مگر رجال وسیر کے محتاط الفاظ بتاتے ہیں کہ حضرت عمر بن جامع سلامی حج وزیارت میں بہت آگے تھے، اور اس میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اپنے بندوں میں خاص خاص عبادتوں کا ذوق پیدا کر دیتا ہے، جیسی عظیم تر عبادت ہوتی ہے ویسی ہی جزا کی بلندی اور عظمت ہوتی ہے۔

اسلام میں حج بہت ہی اہم عبادت ہے، جس میں تمام اسلامی اعمال اور عقائد کا ظہور ہوتا ہے، اور اسلامی عظمت و برتری کا یہ تمام وکمال اس میں ظہور ہوتا ہے، اس عمل کا ثواب بھی عظیم تر ہے، اللہ کا یہ محبوب بندہ صفر ۵۷ے ھ میں میساطیہ

کی خانقاہ میں فوت ہوا۔ رحمہ اللہ

امام عمر بن عبد الکریم ابو الفتیان دہستانی رواسیؒ

حضرت امام، حافظِ حدیث ابو الفتیان عمر بن عبد الکریم بن سعدویہ بن مہیب دہستانی رواسی متوفی ۵۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ”الحافظ الجوال“ ہیں، آپ نے پانچویں صدی کے پورے عالم اسلام کے علمی اور دینی مرکزوں میں گھوم گھوم کر علم حاصل فرمایا، نیساپور، دہستان، دمشق، مصر، مرو، جزیرہ اور مکہ مکرمہ وغیرہ سے علم استفادہ کیا، آپ کے شاگردوں میں حضرت امام غزالیؒ جیسے اعیان امت ہیں، علامہ ذہبیؒ نے حافظ ابو جعفر محمد بن علی ہمدانی کا قول آپ کے بارے میں یوں نقل کیا ہے:

مارأيت في تلك الديار احفظ من ابي الفتيان لابل في الدنيا كلها كان كتاباً جوالاً، دارالدنيا في طلب الحديث لقيته بمكة ورأيت الشيوخ يثنون عليه ويحسنون القول فيه ثم لقيته بجرجان، وصار من إخواننا.

میں نے اس دیار میں کیا پوری دنیائے اسلام میں ابو الفتیان سے بڑا حافظ حدیث نہیں دیکھا، وہ درحقیقت چلتی پھرتی کتاب تھے، انھوں نے حدیث کی طلب میں دنیا بھر کا چکر کاٹا، میں ان سے مکہ مکرمہ میں ملا ہوں، میں نے مکہ کے علماء مشائخ کو ان کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اور ان کے بارے میں اچھے خیالات ظاہر کرتے ہوئے دیکھا ہے، پھر ان سے میری دوسری ملاقات جرجان

میں ہوئی ،اب کی وہ جان و پہچان کی وجہ سے ہمارے بھائی بن چکے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۳۴)

امام رواسیؒ طوس سے مرو چلے، تا کہ امام ابوبکر بن سمعانی سے ملاقات کرکے استفادہ کریں، مگر ربیع الآخر ۵۰۳ھ کو راستہ میں سرخس میں فوت ہو گئے، جیسا کہ ان کی قبر کے پتھر پر لکھا ہوا ہے۔

گھر سے چلنے سے پہلے آپ نے فرمایا تھا:

أريد أن أخرج الى مرو وسرخس على طريقى وقد قيل انها مقبرة العلم فلا أدرى كيف يكون حالى .

میں اپنے معمول کے مطابق مرو اور سرخس جانا چاہتا ہوں، سرخس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ علم کا قبرستان ہے، معلوم نہیں وہاں پر میرا کیا حال ہوگا۔

چناں چہ آپ کا اندیشہ پورا ہوا، اور آپ نے وہیں وفات پائی۔

امام رواسی جو دنیا میں اپنی مثال آپ تھے، جن کی تعریف و توصیف مکہ مکرمہ کے مشائخ کرتے تھے، اور جن کو کرامت کا حصہ وافر ملا تھا، جانتے ہو وہ کون تھے، سنو!

الرواسى نسبة الى بيع الرؤوس.

رواسی جانوروں کے سر فروخت کرنے کی نسبت ہے۔

یعنی آپ بکریوں اور گایوں کے سر فروخت کیا کرتے تھے ، اور آپ کا

آبائی پیشہ سری پائے کی تجارت تھا، کہو مسلمانوں کے کس پیشہ کے بارے میں کیا کہتے ہو، خوب سمجھ لو کہ کسبِ حلال کے لیے تمام حلال پیشے مبارک و محترم ہیں، اور علم وفضل کی بے پناہ دولت سے سب ہی مالا مال ہیں۔

یہ تو ہندوستان کے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کو پیشوں اور کاموں کی بنا پر کاٹ کاٹ کر قیمہ کر دیا گیا ہے، اور وحدتِ اسلامیہ کو پارہ پارہ کیا گیا ہے، اس سے بچو اور ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھو۔

عمر بن عثمان جعفری دمشقیؒ

حضرت امام عمر بن عثمان بن مومن جعفری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ''جامع التوبہ'' کے خطیب اور دمشق کے مدرسہ خاتونیہ کے مدرس بھی ہیں، آپ بہترین خطیب اور مدرس تھے، ایک مدت طویل تک جامع التوبہ اور مدرسہ خاتونیہ میں خدمت انجام دیتے رہے، ۷۷۲ھ میں حج کا ارداہ کیا تو جامع التوبہ کی خطابت اور مدرسہ خاتونیہ کی مدرسی اپنے داماد عماد الدین حسبانی کو عطاء فرمائی، اور خود حج وزیارت کے لیے چلے گئے، نہایت ذوق شوق کے عالم میں حج ادا فرمایا اور زیارتِ روضہ مطہرہ سے فیض یاب ہوئے، واپسی پر دمشق کے قریب مقام صحان میں محرم ۷۷۳ھ میں وصال کیا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زائد ہی تھی۔

عمر بن عثمان نے حج کے لیے نکلنے سے پہلے خطابت اور مدرسی کی طرح اپنے دوسرے کام بھی مناسب لوگوں کو سپرد کیے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خبر

کہ اس مقدس سفر کی آخری منزل دمشق کو واپسی نہیں ہے، بلکہ ملأ اعلیٰ تک کی رسائی ہے، اور اگر اس کی خبر نہ بھی رہی ہوتو کسے معلوم کل کیا ہونے والا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس مقدس سفر میں روانہ ہونے سے پہلے اپنے تمام متعلقہ کاموں کو پورا کرلینا چاہیے، یا ان کو ایسے لوگوں کے سپرد کردینا چاہیے جو اپنی استعداد وقابلیت سے بخیر و خوبی انجام تک پہنچا سکیں۔

عمر بن عثمان دمشقی کے بارے میں حافظ ابن کثیر دمشقی کا قول حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے، اس سے ان کی شخصیت کا پورا تعارف ہوجاتا ہے:

وكان من أماثل الناس و اكارمهم وكان يلبس الثياب الفاخرة وله هيئة وبشرة حسنة.

آپ نہایت نیک اور نہایت ہی شریف آدمی تھے، لباس فاخرہ پہنتے تھے، اور آپ کی شکل وصورت بھی نہایت حسین وجمیل تھی۔

(الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۱۵۶)

اخلاق و عادات اور اسلامی زندگی کے اعتبار سے بہتر سے بہتر ہونا باطنی حسن خوبی ہے، پھر بہتر سے بہتر لباس پہننا خدا کی نعمت کی تحدیث ہے۔

عمر بن علی بن موسیٰ بغدادیؒ

حضرت عمر بن علی بن موسیٰ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں بغداد کے حنابلہ کے قاضی تھے، تقریباً ۶۸۸ھ میں پیدا ہوئے، بغداد کے علماء سے تعلیم حاصل

کر کے دمشق گئے، اور وہاں کے علماء سے پڑھا، بڑے عابد و زاہد اور باخدا بزرگ تھے، تجوید وقرأت کے ماہر تھے، آپ کی زندگی کا جلی عنوان یہ ہے:

وحج مراراً ۔ آپ نے بار بار حج کیے۔

(الدررالکامنہ ج ۳ ص ۱۵۹)

آخر میں مقام مستنصریہ میں ''جامع خلیفہ'' کی امامت اختیار کر لی، پھر ذوقعدہ ۷۴۹ھ میں بغداد سے حج کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، مگر منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں انتقال ہوگیا، اس سے پہلے بار بار حج ادا کر چکے تھے، مگر شوق کم نہ ہوا اور آخر کار اسی شوق میں جان چلی گئی، سچے عاشقوں کی زندگی کا ماحصل یہی ہے کہ وہ عشق ومحبت کی راہ میں اپنی جان دیدیں۔

امام عمر بن علی ابوحفص سراج الدین بغدادیؒ

امام ابوحفص سراج الدین عمر بن علی بن موسیٰ بن خلیل بغدادی بزار حنبلی متوفی ۷۴۹ھ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں، آپ ۶۸۸ھ کے حدود میں پیدا ہوئے، وقت کے بڑے بڑے علماء سے دنیا گھوم گھوم کر علم حاصل کیا، قرآن خوب پڑھتے تھے، خوش الحانی میں مشہور تھے، حدیث کی قرأت بھی نہایت دل نشیں انداز میں کرتے تھے، عبادت اور تہجد میں بڑی مستعدی دکھاتے تھے، بغداد میں پڑھنے پڑھانے کے بعد مختلف مقامات میں گئے، اور ہر جگہ علم وفضل کی روشنی پھیلائی، کچھ دنوں بغداد میں دارالخلافہ کی جامع مسجد میں امامت بھی کی، پھر مدتوں

دمشق میں قیام کرکے وہاں بھی امامت کا عہدہ سنبھالا، آخر عمر میں پھر بغداد تشریف لائے اور مختصر قیام کے بعد حج کی راہ لی، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے:

وحج مراراً . آپ نے بار بار حج ادا کیے۔

آخری عمر کے ایک حج کا واقعہ ابن رجب حنبلی یوں بیان کرتے ہیں:

ثم توجه الى الحج سنة تسع واربعين وحججت أنا تلك السنة ايضاًمع والدی ، فقرأت علی شیخنا ابی حفص عمر ثلاثیات البخاری بالحلة الیزید یة ثم توفی رحمه الله قبل و صوله الی مكة بمنزلة حاجر صبیحة یوم الثلاثاء حادی عشرین ذی القعدة سنة تسع واربعین ویقال انه كان نوی الاحرام وذلك قبل الوصول الی المیقات ودفن بتلك المنزلة ومعه نحو من خمسین نفسا بالطاعون رحمهم الله .

۷۴۹ھ میں پھر آپ حج کے لیے نکلے، اس سال میں نے بھی اپنے والد کے ہمراہ حج ادا کیا، اور اسی اثناء میں اپنے استاذ ابوحفص عمرؒ سے بخاری شریف کی ثلاثیات کو حلہ یزیدیہ کے ساتھ پڑھا۔ مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ مقام "حاجر" میں ۱۱رذی قعدہ ۷۴۹ھ کو منگل کی صبح انتقال فرماگئے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ آپ احرام کی نیت کرچکے تھے، یہ حادثہ میقات پر پہنچنے سے پہلے ہی پیش آیا، اور اسی منزل پر آپ کے ہمراہ پچاسوں آدمی جو طاعون

سے فوت ہو گئے تھے دفن کیے گئے۔ رحمہم اللہ

(طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۴۴۴ و ۴۴۵)

مسافرت کی موت شہادت کی موت ہوتی ہے، پھر حج و زیارت کے سفر میں موت کا آنا تو بڑی خوش نصیبی کی بات ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسے مرنے والوں کو ہر سال حج کا ثواب ملتا رہتا ہے، اور قیامت کے دن یہ حضرات حجاج کے زمرے میں اٹھائے جائیں گے۔

اس زمانہ میں ہر دوسرے تیسرے سال دشمنانِ اسلام یہود و نصاریٰ اپنی خبر رساں ایجنسیوں اور اخباروں کے ذریعہ حج سے پہلے اس قسم کی جھوٹی خبریں اڑاتے رہتے ہیں کہ اس سال عرب میں طاعون ہے، وبا ہے، ہیضہ ہے، تاکہ مسلمان ڈر کر دنیا کے سب سے بڑے روحانی اور دینی اجتماع میں شریک نہ ہوں اور کسی طرح حج کی مقدس تقریب ناکام ہو، مگر ان کی یہ چالیں کامیاب نہیں ہوتی ہیں، یہ قسم قسم کے انجکشن، ٹیکے، اور طبی پابندیاں بین الاقوامی قانون کی آڑ میں اسی نیت کی ترجمانی کرتی ہیں، الحمد للہ کہ اس دور میں حکومت سعودیہ میں ہر طرح کی طبی آسانیاں فراہم ہیں، اور مدتوں سے موسم حج میں کسی قسم کی کوئی بیماری نہیں آئی ہے، مسلمانوں کو ان باتوں کا خیال نہیں کرنا چاہیے، اور اللہ کی راہ میں اپنے کو اسی کے حوالہ کر کے بے دھڑک نکلنا چاہیے۔

عمر بن محمد جنازیؒ

عمر بن محمد جنازیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب جلال الدین ہے، آپ کے علم و فضل کے لیے یہ شہادت کافی ہے:

کان عالما عابدا، زاهدا متنسكا جامع الفروع و الأصول .

آپ عالم، عابد، زاہد، عبادت گذار اور دین کے اصول وفروع کے جامع تھے۔

اپنے دیار کے بڑے بڑے علمائے دین سے تحصیل علم کر کے رتبۂ کمال کو پہونچے، مگر اس رتبۂ کمال کی تکمیل اسی وقت ہوئی، جب حج کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

ثم قدم دمشق و درس و أفتى و حج . (الفوائد البهية ص ٥٤)

آپ اپنے وطن سے دمشق آئے، درس وتدریس کے ساتھ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے، اسی سفر میں حج کیا۔

آپ ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے، درجات ومقامات کی تکمیل درحقیقت اسی وقت ہوتی ہے، جب اللہ کے گھر میں حاضر ہو کر عبادت وروحانیت کی لذت حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت امام مالک بن انس مدنیؒ

حضرت امام ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحی مدنی متوفی ۱۷۹ھ رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے چوتھے امامِ قرآن وسنت ہیں، "امام دارالہجرت" لقب ہے، مدینہ منورہ مولد ومنشا ہے، گہوارۂ نبوت میں آنکھ کھولی، درس گاہِ نبوی کے حلقہ نشینوں سے علم حاصل فرمایا۔

ابن وہب کا بیان ہے کہ میں نے منادی کرنے والے کو یہ ندا کرتے ہوئے سنا ہے کہ مدینہ میں امام مالک کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے۔

مدینہ منورہ کے ذرہ ذرہ سے آپ کو والہانہ محبت وعقیدت تھی، آپ کے حال میں لکھا ہے:

وکا ن لا یر کب فی المدینة مع ضعفه و کبر سنه ویقول لا أرکب فی مدینة فیها جثة رسو ل الله ﷺ مدفو نة .

(تا ریخ ابن خلکا ن ج ۲ ص ۱۰)

آپ مدینہ منورہ میں باوجود ضعف اور بڑھاپے کے سواری نہیں کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں اس بستی میں سواری نہیں کرسکتا جس میں رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر مدفون ہے۔

اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ کی محبت کے متوالے کس کس کردار کے گذرے ہیں، اور انھوں نے اہل دل کے لیے کیسی کیسی سنتیں چھوڑیں ہیں، امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ کی پوری زندگی مدینہ منورہ میں بسر ہوئی، مگر آپ نے اسی لیے اس پاک بستی میں سواری نہیں کی کہ اس میں رحمۃ للعالمین کا جسد اطہر آرام فرما رہا ہے، یہ ہے مقام نبوت ورسالت کا ادب اور احترام!

آپ کے مقام نبوت کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب حدیث رسول کا درس دیتے تو غسل اور وضو فرماتے اور پاکیزہ کپڑے پہنتے اور بالوں میں کنگھی کر کے خوشبو استعمال فرماتے تھے، مسند درس پر تشریف لاتے اور فرماتے، میں حدیث رسول کی تعظیم کرنا چاہتا ہوں، اور اسے بلا طہارت ولطافت کے بیان نہیں کرنا چاہتا۔

راستوں میں چلتے پھرتے یا جلدی حدیث بیان نہیں کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ رسول اللہ کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے، اسے باقاعدہ سمجھا جائے، مسجد نبوی شریف میں درس حدیث دیتے وقت اگر کوئی طالب علم آواز بلند کرتا، تو نہایت متانت وسنجیدگی سے اسے منع فرماتے اور قرآن کی یہ آیت پیش کر کے دربار رسالت میں گستاخی سے منع فرماتے:

يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي .

اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے وقت اپنی آواز بلند کرتا ہے، وہ گویا رسول اللہ ﷺ کی آواز کے اوپر اپنی آواز کو

بلند کر رہا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۰۰ و ۱۰۱)

اس عاشقِ رسول کی اس نصیحت میں ان تمام زائرین کے لیے سبق ہے، جو دربارِ رحمۃ للعالمینی میں سلام وصلاۃ عرض کرتے وقت آواز بلند کرتے ہیں، اور بھیڑ بھاڑ کرکے شور مچاتے ہیں، یہ طریقہ اربابِ محبت کا نہیں ہے، اور اسلاف نے اسے جناب رسالتِ مآب میں بے ادبی فرمایا ہے۔

امام محمد بن ابراہیم بن منذر نیساپوریؒ

حضرت حافظ حدیث علامہ، فقیہ یکتائے زمانہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن منذر نیساپوریؒ متوفی ۳۱۰ھ یا ۳۰۹ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے مجتہد تھے، صاحب تصانیفِ کثیرہ ہیں، مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار فرمائی، اور وہیں انتقال بھی فرمایا، اسی لیے ''شیخ الحرم'' کے لقب سے مشہور ہیں، مکہ مکرمہ ہی کے اندر ۳۰۹ھ یا ۳۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵)

حافظ ابن منذر نیساپور کے رہنے والے تھے، قسمت نے مکہ مکرمہ پہونچا کر ''شیخ الحرم'' کے رتبہ کو پہونچایا، اور موت نے اس رتبہ کو اور بھی مضبوط کر دیا۔

امام محمد بن ابراہیم بن علی بن مقری اصبہانیؒ

حضرت امام حافظ، ثقہ، سیاح محدث اصبہان ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی بن عاصم بن زاذان اصبہانی متوفی ۲۸۱ھ رحمۃ اللہ علیہ ابن مقری کی کنیت سے

مشہور ہیں، پورے عالم اسلام کے تقریباً پچاس بڑے بڑے شہروں میں جاکر تحصیل علم فرمائی، خود فرماتے ہیں کہ میں نے طلبِ حدیث میں چار مرتبہ مشرق اور مغرب کا چکر کاٹا ہے، میں نے ابن فضالہ کے صرف ایک نسخہ کے لیے ستر مرحلہ کا سفر کیا ہے، حالاں کہ اس نسخہ کو کسی نان بائی کے سامنے پیش کرتا تو وہ ایک روٹی کے عوض بھی اسے قبول نہ کرتا، فرماتے ہیں:

دخلت بيت المقدس عشر مرا ت وحججت أربعا أقمت بمكة خمسا و عشرين شهرا .

دس بار بیت المقدس جا چکا ہوں، چار مرتبہ حج کر چکا ہوں، اور مکہ مکرمہ میں پچیس ماہ قیام کر چکا ہوں۔

امام ذہبیؒ نے ابوبکر بن ابوعلی کے واسطہ سے حضرت امام ابن مقری کا ایک واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا ہے، جو سننے کے قابل ہے:

آپ فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں، طبرانی اور ابوالشیخ تینوں مدینہ منورہ میں تھے، وہ زمانہ ہمارے لیے بڑا صبر آزما تھا، حد سے زیادہ تنگدستی اور محتاجگی تھی، ایک مرتبہ ہم سب پورے دن فاقہ سے رہے، جب شام کے کھانے کا وقت ہوا تو میں نے قبر شریف کے پاس جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک کی شدت ہے، یہ سن کر طبرانی نے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ، یا تو روزی ملے یا موت ہی آجائے گی، اس کے بعد میں اور ابوالشیخ دونوں وہاں سے اٹھ کر اپنے قیام گاہ پر چلے آئے، تھوڑی دیر کے

بعد دروازہ پر ایک علوی نے آکر آواز دی، ہم نے دروازہ کھولا تو اس کے ہمراہ دو لڑکے دو برتن لیے کھڑے ہیں، جس میں کھانے پینے کی بہت سی چیزیں ہیں، علوی نے کہا تم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس میری شکایت پہونچائی ہے، ابھی میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کے پاس کچھ کھانے کی چیزیں لے کر حاضر ہوں۔

حضرت شیخ بن مقری کو خازن کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، کیوں کہ آپ صاحب بن اسماعیل بن عباد رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کے خازن اور نگراں تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے صاحب بن عباد سے کہا ہے کہ آپ معبر ہیں، اور ابن مقری محدث ہیں، اس کے باوجود آپ ان کو اس درجہ دوست رکھتے ہیں، اور ان کا احترام کرتے ہیں، صاحب نے کہا وہ میرے والد کے دوستوں میں سے ہیں، مشہور ہے کہ ''مودة الآباء قرابة الأبناء'' یعنی باپ دادا کی باہمی محبت اولاد کے لیے قرابت ہوتی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں:

أنت نائم وولي من أولياء الله على بابك.

تم پڑے سوتے ہو، اللہ کا ایک دوست تمہارے دروازے پر کھڑا ہے۔

اس کے بعد میں گھبرا کر نیند سے اٹھا، اور دربان کو بلا کر پوچھا کہ دروازہ پر کون کھڑا ہے، اس نے بتایا کہ ''ابو بکر ابن مقری'' ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

یہی اللہ کے وہ بندے ہیں، جن کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جن کی یاد سے روحوں کو سکون اور دلوں کو قرار حاصل ہوتا ہے، ان ہی مقبولان بارگاہِ خدا کے باعث انسانیت کا بھرم قائم ہے، اور آدمیت کا سرا اونچا ہے۔

یہی وہ بندے ہیں، جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہت سے خدا کے بندے آشفتہ سر، پریشاں بال، غبار آلود، دروازوں سے دھکے کھائے ہوئے اپنے مرتبہ میں اتنے بلند ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم رکھدیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما کر ان کی بات رکھ لیتا ہے۔

محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی دمشقیؒ

حضرت ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد زرعی دمشقی متوفی رجب ۷۵۱ھ رحمۃ اللہ علیہ، ''ابن قیم الجوزیہ'' کی کنیت سے مشہور ہیں، امام ابن تیمیہ کی تلمیذ خاص ہیں، اور ائمہ اسلام میں زبردست مقام کے مالک ہیں، ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے بڑے مناقب و مفاخر ہیں، قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، ادب، نحو، کلام اور زہد و تصوف اور سلوک و معرفت میں آپ کو مہارت تامہ حاصل ہے، تلاوت و تہجد کا بڑا اہتمام فرماتے تھے،، اپنے استاذ امام ابن تیمیہ کی طرح آپ کو بھی قید و بند سے دوچار ہونا پڑا، بلکہ جیل خانہ کی خاموش فضا نے آپ کو علوم اسلامیہ کے مطالعہ اور ان میں معلومات جمع کرنے کا خوب موقع دیا۔

امام ابن رجب حنبلی آپ کے تلمیذ لکھتے ہیں کہ آپ زمانہ اسارت میں تلاوت قرآن اور فکر و مطالعہ میں مشغول رہا کرتے تھے، جس کی وجہ سے آپ پر خیر کثیر کے دروازے کھل گئے، اور ذوق صحیح اور لذت سلیمہ کا حصۂ وافر مل گیا، ارباب

معارف وسلوک کے غوامض واسرار منکشف ہوئے، چنان چہ آپ کی تصانیف ان حقائق سے بھری پڑی ہے۔ پھر ابن رجب لکھتے ہیں:

وحج مرات كثيرة، وجاور بمكة وكان اهل مكة يذكرون عنه من شدة العبادة، وكثرة الطواف امرا يتعجب منه.

آپ نے بہت سی دفعہ حج ادا فرمایا اور مکہ مکرمہ میں اقامت فرمائی، باشندگان مکہ آپ کی شدت عبادت اور کثرت طواف کے بارے میں ایسی داستانیں بیان کرتے ہیں، جن کو سن کر تعجب ہوتا ہے۔ (طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۴۴۸)

حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں "زاد المعاد" گویا رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر ایک مکمل کتب خانہ ہے، بڑی جامع اور مستند کتاب ہے، سلوک وتصوف میں آپ کی کتاب "مدارج السالکین فی منازل السائرین" عجیب و غریب کتاب ہے، ان کے علاوہ اعلام الموقعین، کتاب الروح، التبیان فی اقسام القرآن وغیرہ وغیرہ میرے پاس موجود ہیں، اوران سے استفادہ کی سعادت حاصل ہے، نیز آپ کی بہت سی کتابیں ہیں، جو مسلمانوں کی بہترین تصانیف میں شمار کی جاتی ہیں۔

اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں ہزاروں اہل اللہ مقیم ومجاور تھے، اہل مکہ ان میں سے جس کے بارے میں شہادت دیں، وہ بھی اس قدر شاندار انداز میں اس کے مقام ومرتبہ کا کیا کہنا، اورحرم پاک میں اس کی محویت کا کیا اندازہ؟

امام ابوبکر محمد بن ابوسعید اسفرائنیؒ

ابوبکر محمد بن ابوسعید بن سختو یہ اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن اسفرائن سے آکر مدتوں جرجان میں قیام کیا اور وہاں پر بشر اسفرائنی سے حدیث حاصل کی۔

ثم خرج منها إلى مكة .

پھر آپ جرجان سے مکہ معظمہ چلے گئے ۔ (تاریخ جرجان ص ۴۱۹)

''تاریخ جرجان'' کے مصنف اس کے بعد خاموش ہیں ، معلوم نہیں کہ ابوبکر محمد بن ابوسعید اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے یا اور کسی جگہ چلے گئے ، ان کے فضل کو یہی کیا کم ہے کہ اسفرائن سے جرجان آئے ، اور جرجان سے رخت سفر باندھ کر اللہ کے جوار میں چلے آئے ، ، اور یہیں زندگی کے مبارک ایام گزارنے لگے ، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں رہ کر انھوں نے کیا کیا علمی خدمات انجام دی ہوں گی ، اور کیا کیا فیض حاصل کیا ہوگا ۔

امام ابونصر محمد بن احمد بن اسماعیل اسماعیلی جرجانیؒ

ابونصر محمد بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس اسماعیلی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد امام ابوبکر اسماعیلی کی حیات ہی میں بہت بلند مقام کے مالک بن گئے تھے ، بہت سے شہروں میں ان کی بڑی مان جان تھی ، بڑی عزت وشوکت کے مالک تھے ، جن جن مقامات میں جا کر علم حدیث کی تحصیل کی تکمیل فرمائی ، ان میں عراق ، مکہ مکرمہ ، رے ، اور ہمدان خاص طور سے قابل ذکر ہیں ، علماء ومحدثین کی عادت کے مطابق آپ نے بھی طلب علم کے زمانہ میں حج ادا فرمایا ، اور حجاز کے علماء سے اکتساب علم وفضل کیا ، ربیع الآخر ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے ۔

(تاریخ جرجان ص ۴۱۰)

امام محمد بن احمد دولابیؒ

حضرت امام حافظ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم انصاری رازی

دولابی متوفی ۳۱۰ھ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث حاصل کرنے کے لیے حرمین شریفین، عراق، مصر اور شام کا سفر کیا اور ان مقامات کے علماء سے استفادہ فرمایا۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

مات بين مكة والمدينة بالعرج في ذى القعدة سنة عشر و ثلاث مائة .

آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام عرج میں ذی قعدہ ۳۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۹۲)

اس مرنے والے کی موت کس قدر قابل رشک ہے، جس کے دونوں جانب حرمین شریفین کی خیر و برکت ہو اور درمیان میں مرنے والا کبھی حرم مکی کی خوشبو سے فیض پا جاتا ہو، اور کبھی حرم مدنی کی جنت سے رحمت کے جھونکے اسے تسکین دیتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ عرج کے اس ٹیلہ پر انوار و برکات کی بارش کرے، جو امام دولابیؒ کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے۔

امام محمد بن احمد بن الحداد مصریؒ

حضرت امام ابوبکر محمد بن احمد بن جعفر کنانی مصری شافعی متوفی ۳۴۴ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے شیخ ہیں، ویسے تو بہت سے علماء سے تحصیل علم کی، لیکن امام نسائی سے خصوصی شرف تلمذ حاصل تھا، اور ان ہی کی مجلس سے "شیخ عصرہ" بن کر نکلے۔ ذہبی لکھتے ہیں:

كان من أوعية العلم ذالسن وفصاحة وبصر بالحديث

والفقه والنحو كان متعبدا كثير الصلوة بعيد الصيت .

آپ علم کا خزانہ تھے ، بڑے فصیح و بلیغ تھے ، حدیث ، فقہ اور نحو میں بڑی اونچی نگاہ رکھتے تھے ، بڑے عابد تھے ، نمازیں بہت زیادہ پڑھتے تھے ، ان مقامات میں دور دور تک آپ کا شہرہ تھا۔

روزانہ ایک ختم قرآن پڑھا کرتے تھے ، ایک دن ناغہ دے کر روزہ رکھا کرتے تھے ، مصر کے قاضی بھی رہ چکے تھے ، ان تمام خوبیوں کے باوجود حضرت امام ابن حداد کے بارے میں معلوم بھی ہوا کہ یہ کون تھے ''لوہار کے بچے'' تھے ، اسی لیے تو آپ کو ''ابن الحداد'' کہا جاتا ہے ، اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کر کے اور اس کے علوم کو حاصل کر کے جس انسان کو جو مرتبہ حاصل کرنا ہے کر لے ، اس دنیا میں ہر آدمی کو عبادت و شرافت کا تمغہ ملتا ہے۔

امام ابن الحداد اتنے زبردست عالم اور ولی کامل ہونے کے باوجود نہایت شاندار زندگی بسر کرتے تھے۔

وكان طويل اللسان ، حسن الثياب والمركوب غير مطعون عليه في لفظ ولا فعل وكان صادقا بالقضاء.

آپ خوب بولتے تھے ، کپڑے اور سواری بہت اعلیٰ قسم کی ہوا کرتی تھی ، آپ اپنے کسی قول و فعل میں معیوب نہیں تھے ، نہایت دیانت اور سچائی سے قضاء کے کام کو انجام دیتے تھے۔

آپ کی وفات کے بارے میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

مات عند قدومه من الحج سنة أربع وأربعين و ثلاث مائة .

۳۴۴ھ میں حج سے واپسی پر آپ فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۸)

مرد مومن کے لیے موت صدق وصفا کی آخری منزل ہے، اور وہ اسے طے کرکے ملاأعلیٰ کی مقدس زندگی سے بہرور ہوجاتے ہیں، امام ابن حداد بھی صدق وصفا کے تمام منازل طے کرنے کے بعد ہی اس اخروی منزل کو طے کرلیا۔

امام محمد بن ابوالحسین احمد شہید جارودیؒ

حضرت امام محدث ابوالفضل محمد بن ابوالحسین احمد بن محمد بن عمار جارودی شہید ۳۱۷ھ رحمۃ اللہ علیہ کو قرامطہ ملاعنہ نے عین حج کے ایام میں نہایت بے دردی سے شہید کیا، حاکم بن بکیر بن احمد حداد اس اندوہناک واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

كاني أنظر الى الحافظ أبى الفضل محمد بن(ابى) الحسين وقد اخذته السيوف وهو متعلق بيديه جميعاً بحلقتى الباب حتىٰ سقط راسه على عتبة الكعبة .

گویا وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے جب کہ حافظ ابوالفضل محمد بن ابوالحسین پر چاروں طرف سے تلواریں پڑ رہی تھیں، اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے

درِ کعبہ کے دونوں حلقوں کو تھامے ہوئے تھے، یہاں تک کہ آپ کا سر مبارک کعبہ شریف کی چوکھٹ پر آ گرا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵۰)

اللہ کے گھر میں اللہ کے ایک بندے کے جان دینے کا یہ منظر کتنا اہم ہے کہ امام ابوالفضل دونوں ہاتھوں سے کعبہ کا دروازہ پکڑے کھڑے اللہ کی بارگاہ میں مصروف دعا اور محو مناجات ہیں، کہ قرمطی ملحدوں کی تلواروں نے آپ کا سر کعبہ کی چوکھٹ پر ڈال دیا، ملحدوں کا یہ گروہ چوتھی صدی کی ابتداء میں پورے عالم اسلام میں قتل غارت کرتا تھا، ۳۱۷ھ میں پوری فوج کے ساتھ اس گروہ نے اپنے سردار کی قیادت میں عین حج کے موقعہ پر کعبہ، مکہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قتل عام کیا، اور اس میں کئی ہزار حجاج شہید ہوئے، امام ابوالفضل کے بھائی احمد بن ابوالحسین بھی اسی معرکہ میں اسی جگہ شہید ہوئے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

قتلته القرا مطة لعنهم الله وأخاه أحمد وقتلوا حول الحرم الوفاً من الحجيج فا قتلعوا الحجر واخذوه معه۔

آپ کو قرامطہ لعنہم اللہ نے قتل کیا، نیز انھوں نے آپ کے بھائی احمد کو قتل کیا اور حرم کے آس پاس ہزاروں حجاج کو قتل کیا، اور حجر اسود کو اکھاڑا، اور اپنے ساتھ لے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵۱)

اسلامی تاریخوں میں ان سفاکوں کے مظالم اور مفسدانہ حرکتوں کا پورا ذکر موجود ہے، اللہ تعالیٰ ان مظلوم شہداء پر رحمت کی بارش کرے، جو اس ہنگامہ میں عین

حج کے دن اس طرح شہید ہوئے کہ ان کی لاشوں سے مطاف، مسجد حرام، مکہ کی گلیاں، پہاڑوں کی گھاٹیاں اور میدان پٹے پڑے تھے، اور ظالموں اور سفاکوں کو پورا پورا بدلہ دے۔

محمد بن احمد حرانی دمشقیؒ

محمد بن احمد بن محمد حرانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شمس الدین ہے، آپ ''ابن القزاز'' کی نسبت سے مشہور ہیں، ۶۱۸ھ میں پیدا ہوئے، دمشق میں مدتوں حدیث کا درس دیا، آپ عابد و زاہد ہونے کے ساتھ نہایت زندہ دل اور ہشاش بشاش بزرگ تھے۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

کان عابداً زاهداًكثير التلاوة صاحب نوادر و دعاية .

آپ عابد، زاہد تھے، اور بہت زیادہ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، آپ نوادر اور دلچسپ باتیں بھی کیا کرتے تھے۔

آپ نے جب حج ادا کیا تو کثرت تلاوت کا خصوصی مظاہرہ فرمایا، مکہ مکرمہ میں آپ کے ختم قرآن کی کثرت کے بارے میں امام ذہبی کا یہ قول کافی ہے، جسے ابن حجر نے نقل کیا ہے:

انه تلا بمكة أزيد من الف ختمة وانه كان اتكأ في الحجر من جهة الميزاب فتلا فيه ختمة .

آپ نے قیام مکہ کے زمانہ میں ایک ہزار سے زیادہ ختم قرآن کیا، اور

میزاب رحمت کی جانب حطیم میں ٹیک لگا کر ایک ختم قرآن کیا۔

اسی مقدس سفر سے واپس ہوتے ہوئے ذی الحجہ ۷۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ (الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۳۱۴)

مکہ مکرمہ کی ہر ہر ساعت طالب صادق کے لیے غیر مترقبہ ہوتی ہے، اور اس کا لمحہ لمحہ بے انتہاء برکت کا حامل ہوتا ہے، حرم شریف کی فضاؤں میں تقدیس و تطہیر کی لہریں موجزن ہوتی ہیں، جس مسلمان کو حج کی دولت نصیب ہو اس کی سب سے بڑی خوش بختی اسی میں ہے کہ وہ رات دن ذکر خدا، طواف بیت اللہ اور تلاوت کلام پاک میں لگا رہے، اور ان پاک گھڑیوں کو نادر موقع سمجھ کر جو نیکی کرنی ہے کر لے، خدا جانے یہ مبارک ساعتیں زندگی مین دوبارہ حاصل ہوں گی یا نہیں۔

کم نصیب ہیں، وہ لوگ جو اس وقت کو بھی غفلت مین گذار دیتے ہین، اور فیوض برکات خداوندی کے گلستان مین جا کر بھی اس کے رنگ و بو کی دولت فراواں سے محروم رہ جاتے ہین، اور بد نصیب ہیں وہ لوگ جو نہ صرف محروم رہتے ہیں، کہ حج کے زمانہ میں لڑائی جھگڑا تو تو، میں میں کر کے اس مبارک وقت کو ضائع کر دیتے ہیں۔

محمد بن احمد قیسی مالقیؒ

ابو طاہر محمد بن احمد قیسی مالقی رحمۃ اللہ علیہ ان صفات کے جامع تھے:

كان خبيراً بطريق اقوم، عابداً، خاشعاً، ناصحاً، ياتي

في مواعظه بعجائب .

آپ طریق مستقیم سے واقف تھے، عبادت گذار، اللہ کے خائف، اور عوام کے خیر خواہ تھے، اپنے وعظوں میں عجیب وغریب باتیں بیان کیا کرتے تھے۔

خاص طور سے فقہ میں آپ کو خاص مقام حاصل تھا، آپ حج کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہوئے تھے، اور عبادت وریاضت کی اس معیاری دولت سے مالامال ہو چکے تھے، اللہ کے اس بندے کا وصال بھی اللہ کی راہ میں یوں ہوا کہ وضو کرنے کے لیے پانی بھرنے گئے، اور کنویں میں گر گئے، اگر چہ کنویں سے زندہ نکلے، لیکن اسی سلسلہ میں فوت ہوئے، یہ حادثہ شعبان ۷۴۹ھ میں پیش آیا۔

(الدرر الکامنہ ج۳ ص ۲۷۸)

محمد بن احمد بن عبد اللطیف دمشقیؒ

حضرت شیخ محمد بن احمد بن عبد اللطیف تکرینی دمشقی رحمۃ اللہ کا لقب جمال الدین ہے، آپ بہت بلند کردار بزرگ تھے آپ کی نیکیاں مشہور ہیں، جس وقت حج کے لیے تشریف لے گئے، آپ کو ایسی بیماری لگ گئی جس کی وجہ سے آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے، اسی مرض کی حالت میں آپ جب مدینہ منورہ گئے تو حجرہ مطہرہ کے پاس کھڑے ہو کر شفا کے لیے فریاد کی، اور اسی وقت درد و تکلیف میں نمایاں کمی محسوس کی اور اٹھ کر چلنے لگے، اس دن کے بعد سے یہ تکلیف آپ کو کبھی نہیں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

لما حج أصا به خلط اقعد منه فلما دخل الى المدينة استغا ث عند الحجرة فوجد خفة فقا م يمشي و لم يعا وده ذلك الألم .

حج کے موقع پر آپ کوایسی بیماری ہوگئی، جس نے آپ کو چلنے پھر سے روک دیا، جب مدینہ منورہ گئے، تو حجرہ شریف کے پاس فریاد کی، اور اسی وقت کمی محسوس کی، اور اٹھ کر چلنے لگے، پھر اس کے بعد سے یہ تکلیف نہیں ہوئی۔

اللہ ورسول کے مہمان کو ان کے حرم میں اگر تکلیف ہوئی تو اس غیور مہمان نے دوا علاج کی فکر نہیں کی، اور جب رحمۃ للعالمین کے دربار فیض بھی پہو نچے، تو اس شفا خانہ مدنی کے معالج روحانی سے رجوع کیا، اور مرض فوراً ختم ہوگیا، حج کے زمانے میں مختلف ملک کے مسلمان، مختلف مزاج کے ساتھ حجاز آتے ہیں، اور وہاں کی آب وہوا سے متاثر ہوکر بیمار پڑتے ہیں، جن کے علاج کے لیے ہر طرح کا سامان ہوتا ہے، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس سفر میں حقیقی دوا توکل علی اللہ اور اللہ و رسول کی محبت ہے، محمد بن احمد دمشقی ذی قعدہ ۷۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

(الدرر الکامنہ ج۳ ص۲۹۰)

محمد بن احمد تلمسانیؒ

امام محمد بن احمد بن ابوعبداللہ بن مرزوق بھی بڑے پایہ کے عالم ومحدث گذرے ہیں، مغرب اقصیٰ سے چل کر جوانی ہی کے عالم میں حج ادا فرمایا، اور اسی منزل سے آگے کی تمام راہیں کھل گئیں، حافظ ابن حجرؒ نے ان سے حج کے موقعہ پر

ملاقات کی تھی، ان کا بیان ہے:

وحج بعد العشرين.

آپ نے بیس سال کی عمر کے بعد حج ادا فرمایا۔

آپ امام محمد بن احمد بن مرزوق تلسمانیؒ کے پوتے ہیں، حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ جب وہ حج کے لیے آئے تو ہمارے پاس مصر میں بھی تشریف لائے، اتفاق سے میرے پاس ان کے دادا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی شفائے قاضی عیاض کی شرح موجود تھی، میں نے یہ قلمی نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا تو وہ اسے پا کر بہت زیادہ خوش ہوئے اور اسے اپنے دادا کی یادگار کے طور رکھا، مصر میں رہ کر کچھ دنوں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا، اس مدت میں آپ کے بہت سے کمالات وفضائل کا ظہور ہوا، اور خوب عزت وشہرت ملی۔

اہل علم جہاں کہیں بھی جاتے ہیں، اپنی روحانی غذا حاصل کرنے کے لیے بیتاب رہتے ہیں اور جب ان کو کہیں سے کچھ علمی نوادر مل جاتے ہیں تو ان باچھیں کھل جاتی ہیں، خصوصاً حج کے سفر میں دنیا کے بڑے بڑے اہل علم وفضل سے ملاقات ہوتی ہے، اور عمدہ سے عمدہ علمی نوادر کا پتہ چلتا ہے، اس مقدس سفر میں اہل علم کے لیے خاص طور پر علمی برکتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔

حج وزیارت کی برکتوں کے ساتھ یہ علمی برکتیں بھی حرمین شریفین کا صدقہ اوران کا ہی فیض ہوتی ہیں، اس سے حج کے مقاصد میں سے ایک مقصد عظیم کا حصول ہوتا ہے۔

محمد بن احمد تلمسانیؒ

حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مرزوقؒ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شمس الدین ہے، مغرب کے شہر تلمسان کے رہنے والے ہیں، حج کے لیے مغرب سے سفر کرکے ۷۳۶ھ میں مکہ مکرمہ میں آئے، پھر وہاں سے مدینہ منورہ گئے، اور ان دونوں مقدس مقاموں سے علم وفضل کی دولت بھی حاصل کی اور حج وزیارت کی برکات کے ساتھ اہل علم اور اہل دل کی صحبتوں سے بھی فیض پایا۔

مکہ مکرمہ میں حج کے بعد قیام کرکے وہاں کے علماء وفضلاء سے درس لیا، مثلاً عیسیٰ بن عبداللہ، زین الدین احمد بن محمد طبری، فخر الدین عثمان توزری، نجم الدین محمد بن کمال، عبداللہ بن محبّ طبری، جلال الدین محمد بن احمد اقشہری وغیرہ جیسے مکہ کے فضلاء سے علمی فیض حاصل کیا۔

اسی طرح مدینہ منورہ میں اہل علم وفضل کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور ان سے فیض اٹھایا، مثلاً زبیر بن علی اسوانی، عبداللہ بن محمد فرحون، خطیب مدینہ حسن بن علی بن اسماعیل واسطی، جمال الدین محمد بن احمد بن خلف مطری موذن مسجد نبوی، احمد بن محمد صغانی نائب الحکم، شرف الدین محمد بن محمد امیوطی حاکم، مثقال بن عبداللہ، موسیٰ بن سلامہ شافعی مصری خطیب، شاعر الیمن تونسی، عبدالوارث بن عبدالواحد تونسیؒ، وغیرہ جیسے اہل اللہ اور علم وفضل مدینہ منورہ میں دین وایمان کی متاع گراں مایہ کو لیے پڑے تھے۔

حج و زیارت اور حرمین شریفین کے اس مقدس سفر میں امام محمد بن احمد تلمسانی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے، اور انھوں نے اپنے لائق فرزند کو اپنے ساتھ لے کر ہر جگہ سے اکتساب فیض کرایا، واپسی پر گردش روزگار سے دو چار ہوئے، جیل خانہ جانے کی نوبت آئی، اسارت کی مدت گذار کر پھر دوسری بار مشرق کا رخ کیا اور قاہرہ میں ۷۸۱ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے۔

اللہ کے نیک بندوں کے لیے ابتلاء کی کوئی انتہاء نہیں ہے، حج و زیارت کے بعد ان ناگوار حالات کا پیش آجانا، بلند درجات کا باعث ہوا، اور صبر و استقامت کی دولت ملی۔

امام محمد بن احمد شمس الدین بغدادیؒ

ابو العباس شمس الدین محمد بن احمد بغدادی حنبلی متوفی ربیع الآخر ۷۱۷ھ رحمۃ اللہ علیہ عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے باخدا بزرگ اور زاہد عابد تھے، مدتوں اپنی والدہ کے ماموں حضرت شیخ یحییٰ صرصری کی صحبت میں رہے، اسی طرح شیخ عبد اللہ کتیلہ کی صحبت میں ایک زمانہ تک رہے، اور ان کے ہمراہ علمی اور روحانی سفر کیا روم، جزیرہ، مصر، شام، اور حرمین شریفین وغیرہ کا چکر کاٹنے کے بعد دمشق کو وطن بنایا، اور یہیں فوت ہوئے۔

علمی اور روحانی سیر و سیاحت کے دوران میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں دس سال تک قیام فرما کر حرم کی برکتوں سے فیضیاب ہوئے، ابن رجب حنبلی کا بیان ہے:

وجاور بمكة عشر سنين .

اور آپ دس سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم اور مجاور رہے۔

دوسری جگہ ہے کہ:

وجاوربالحرمين بضع عشرة سنة وتاهل وولد له فلما لمعت له أنوار شيخنا يعني ابن تيمية وظفر باضعاف تطلبه ارتحل الى دمشق بأهله واستو طنها .

حرمین شریفین میں دسیوں سال تک مقیم رہے یہاں تک آپ اہل عیال والے ہو گئے۔

اور جب ہمارے شیخ امام ابن تیمیہ کے انوار کھلے اور ان سے استفادہ کا وقت آیا تو آپ بال بچوں سمیت دمشق چلے آئے اور یہیں وطن بنالیا۔

(طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۳۶۲)

امام ابو العباس بغدادی نے حرمین شریفین میں علم و فضل کی زندگی بسر کی، مگر جب انھوں نے حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کا شہرہ سنا، اور ان کی علمیت وقابلیت کی داستانیں حرمین تک میں پہونچنے لگیں تو پھر ان سے علمی استفادہ کے لیے دمشق تشریف لائے اور یہیں کے ہو رہے۔

ارباب علم کی یہی شان ہے، جہاں بھی ان کو علم کی روشنی نظر آئی پروانہ وار وہاں کے لیے اڑتے ہیں، علم ناپیدا سمندر ہے، جسے آدمی پار نہیں کرسکتا ہے، اور جتنا

ہی اس میں آگے بڑھتا ہے اپنی کم علمی کا احساس بڑھتا جاتا ہے، اسی لیے تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم دنیا میں عالم یا متعلم بن کر یعنی سیکھو سکھاؤ اور پڑھو پڑھاؤ۔

حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ

حضرت امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے چار مسلم فقہائے کتاب وسنت میں سے ایک ہیں، آپ نے فقہی مسائل کے استخراج میں حدیث وقیاس کے امتزاج کی بہترین راہ نکالی ہے، آپ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے، دو سال ہی کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ بیوگی کی حالت میں آپ کو مکہ لائیں، جہاں آپ شعب الخیف میں رہتے تھے، اور مکہ مکرمہ کے جلیل القدر امام مسلم بن خالد زنجی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لاکر امام دارالہجرت حضرت مالکؒ سے ان کی کتاب موطاء پڑھی، اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ تیرہ سال کی تھی، پھر یہاں سے آپ یمن گئے، آپ کے چچا اس وقت یمن کے قاضی تھے، وہاں پر آپ کی خوب شہرت ہوئی۔

قدم من اليمن بعشر آلاف دينار ضرب خباء د خارج مكة فكان الناس ياتونه فما برح حتى فرقها كلها وما سأله احد شيئاً الااحمر وجهه حياء من السائل .

آپ یمن سے دس ہزار دینار (تقریباً پچاس ہزار روپے) لے کر مکہ آئے اور شہر مکہ کے باہر اپنا خیمہ نصب فرمایا، لوگ آپ کے پاس آتے جاتے اور آپ ان

کو یہ رقم لٹاتے جاتے، حتیٰ کی پوری رقم آپ نے خرچ کردی، اور جب کسی نے کچھ مانگا تو مارے شرم کے الٹے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، آپ کو سائل سے اس قدر حیاء معلوم ہوتی تھی۔

غزہ کا یتیم جس نے مکہ مکرمہ میں اسی طرح پرورش پائی کہ ماں کے پاس معلمی کی فیس کا بندوبست نہیں تھا، اس نے جب کشادگی کے ساتھ بلد اللہ میں دوبارہ قدم رکھا تو اس اخلاق و مروت کے ساتھ کہ پچاس ہزار روپے ایک ہی دن میں مجاوران حرم اور جوار الٰہی کے محتاجوں پر تقسیم کردیے۔

وہ بھی اخلاص وحمیت کے اس رنگ میں کہ بجائے فخر ومباہات کے الٹے آپ کو سائلوں سے شرم آتی تھی، اور ان کے سامنے آپ کی گردن جھک جاتی تھی، جس نگاہ میں شرم وحیاء کا اتنا مادہ ہو اس میں بھلا کبھی بیبا کی آسکتی ہے؟ اور ایسے شخص کو ریاء وسمعت بھلا دور سے بھی چھو سکتی ہے؟ آخر ایسا کیوں نہ ہو؟ اس جوان کو مکہ کی فضاؤں اور مدینہ کی گلیوں نے پالا تھا اور حرمین شریفین کی آغوش علم وفضل نے پروان چڑھایا تھا۔

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام احمد بن حنبل کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

تعال حتى أريك رجلا لم تر عيناك مثله .

آؤ میں تمہیں ایسے آدمی کو دکھاؤں جس کی مثال تمہاری آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔

اس کے بعد آپ نے مجھے امام شافعی کو دکھایا۔

(طبقات کبری شعرانیؒ ج ۱ ص ۴۴)

علمائے دین ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں، حضرت امام احمد نے کس عقیدت ومحبت سے حضرت امام شافعی کا تعارف کرایا، اور ان کے دل میں امام صاحب کی کیا قدر وقیمت تھی، اس کا اندازہ اوپر کے الفاظ سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

حضرت امام، حافظ حدیث، شیخ الاسلام، امیر المومنین فی الحدیث ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری متوفی ۲۵۶ھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صحیح البخاری مسلمانوں کے نزدیک قرآن شریف کے بعد مرتبہ رکھتی ہے، آپ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں عید کی رات میں فوت ہوئے، بچپن میں یتیمی کی حالت میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کی تصنیفات کو حفظ کیا، اپنے شہر بخارا کے علماء سے احادیث کا سماع کرنے کے بعد ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور بہن کے ہمراہ تحصیل علم کے لیے سفر کیا۔ اور بلخ، بغداد، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق کی طرح آپ نے مکہ مکرمہ میں بھی آکر وہاں کے علماء سے علم حاصل فرمایا۔

ابھی چہرے پر بال بھی نہیں اُگے کہ آپ نے حدیث کا درس دینا شروع کر دیا، امام بخاری کا بیان ہے کہ مجھے صحیح احادیث ایک لاکھ یاد ہیں، اور غیر صحیح احادیث

دو لاکھ یاد ہیں، نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لما طفت في ثمان عشر سنة جعلت أصنف قضايا الصحابة والتابعين وأقاويلهم في أيام عبيد الله بن موسى، وحينئذ صنفت التاريخ عند قبر النبي ﷺ في الليالي القمرة.

جب میں نے ۲۸۱ھ میں علمی سفر کیا تو اسی دوران میں صحابہ اور تابعین کے قضایا اور ان کے اقوال کو جمع کرنے لگا، یہ عبید اللہ بن موسیٰ کی امارت کا زمانہ تھا نیز اسی سفر میں میں نے اپنی کتاب التاریخ رسول اللہ ﷺ کے مزار مقدس کے پاس چاندنی راتوں میں بیٹھ کر تصنیف کی۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے علوم وفنون اور ان کے اسماء وحالات لکھنا آپ کے مزار مبارک کے پاس بیٹھ کر وہ بھی مدینہ منورہ کی چاندنی راتوں میں جس قدر حسین وجمیل مشغلہ ہے، اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اور ان کے حسن نیت کا کتنا حسین مظاہرہ ہو رہا ہے، مدینۃ العلم ﷺ کے گھر میں آپ کے سرہانے بیٹھ کر آپ کی احادیث اور آپ کے صحابہ کے حالات کو تصنیف کرنا امام بخاری جیسے خوش نصیب حضرات کا حصہ ہے، یا ان لوگوں کا جو ان کے نقش قدم پر چل کر علم وفن میں اخلاص پیدا کر لیتے ہیں۔

امام محمد بن حسین آجری بغدادی

حضرت امام محدث، قدوہ ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ بغدادی متوفی

۳۶۰ھ رحمۃ اللہ علیہ چوتھی صدی کے زبردست عالم دین ہیں، آپ کے خاندان میں اینٹیں بنانے، پکانے، اور فروخت کرنے کا کام ہوتا تھا، بالفاظ دیگر آپ ''خشت پز'' تھے، اسی لیے آپ آجری کی نسبت سے مشہور ہیں، امام ابوبکر آجری کے بارے میں خطیب بغدادی کا قول ہے:

کان دینا، ثقة له تصانیف.

آپ نہایت ثقہ، دیانت دار تھے، آپ کی کئی تصانیف ہیں۔

علامہ ذہبیؒ اپنا بیان یوں نقل کرتے ہیں:

وکان عالما عاملا صاحب سنة و اتباع.

آپ عالم باعمل تھے، سنت کی پیروی اور رسول کی اتباع میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کے قیام مکہ کے زمانے میں بہت سے عام حجاج اور مغربی علماء اور حجاج نے آپ سے حدیث کی روایت کی اور فیض اٹھایا:

وخلق کثیر من الحجاج و المغاربة و کان مجاورا بمکة.

آپ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، جہاں آپ سے بہت سے حجاج اور مغربی علماء کی ایک بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی۔

ذرا آپ کے قیام مکہ کی تفصیل سنئے:

امام آجریؒ نے ۳۳۰ھ سے پہلے پہلے بغداد میں رہ کر درس و تدریس مشغلہ جاری رکھا، اس کے بعد بغداد سے منتقل ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے، اور محرم ۳۶۰ھ

میں وہیں فوت ہوئے، امام ابن جوزی محمد بن طاہر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسہل محمود بن عکبری کا بیان ہے:

لما وصل أبوبكر محمد بن الحسين الآجرى إلى مكة استحسنها و استطابها فهجس في نفسه أن قا ل اللهم أحيني في هٰذه البلدة ولو سنةً .

جب امام ابوبکر محمد بن حسین آجری مکہ مکرمہ پہونچے تو یہ مقدس سرزمین ان کو بہت پسند آئی اور دل سے یہ دعا نکلی اے اللہ تو مجھے اس شہر میں زندہ رکھ چاہے ایک ہی سال تک۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت امام آجری نے اس وقت یہ دعا سوز وگداز کے کس عالم میں فرمائی تھی، اوراس مقدس شہر میں کم از کم ایک سال زندہ رہ کراس کی بہاریں لوٹنے کی تمنا کی تھی، یا پھر جذب وشوق کے عالم کو خود امام آجری سمجھے ہوں گے، جہاں تک ظاہری طور سے اس مقدس تمنا کی اہمیت وعظمت کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں، اس جذب وکیف کی تمنا پر خود باب اجابت بھی جھوم اٹھا اور مانگنے والے کو اس کے وہم وگمان سے زیادہ دیا چنانچہ جس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی ہاتف غیبی نے جواب دیا:

فسمع ها تفا يهتف و يقول يا أبابكر لم سنة ؟ ثلا ثين سنة .

امام آجری نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوبکر؟ کیوں صرف

ایک ہی سال؟ بلکہ پورے تیس سال۔

اللہ اکبر! حرم پاک کی محترم ومتبرک ساعت رہی ہوگی، ذوق وشوق سے معمور امام آجری کا دل رہا ہوگا، یادالٰہی میں مشغول زبان رہی ہوگی اور غلاف کعبہ کو تھامے ہوئے دونوں ہاتھ رہے ہوں گے، اور پھر اس نیاز کے عالم میں ایک عاجز ومسکین کی پاکیزہ تمنا رہی ہوگی، جب ہی رحمتِ خداوندی بھی اس طرز سوال پر فریفتہ ہوگئی اور ایک سال کے سائل کو داتا نے پورے تیس سال حرم پاک کی مجاورت کے لیے عطا فرمائے۔

بہر حال جب امام آجری کو مکہ میں رہتے ہوئے تیس سال پورے ہوگئے، تو پھر اسی ہاتف غیبی نے آواز دی اور زندگی کا پیانہ لبریز ہوا۔

فلما كا ن في سنة الثلا ثين سمع ها تفا يقول أبا بكر قد وفينا با لوعد فما ت في تلك السنة .

(ابن خلكا ن ومقدمه أخلا ق العلماء)

جب امام آجری قیام مکہ کے تیسویں سال میں پہونچے تو پھر ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو بکر! ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، چنان چہ اسی سال آپ نے انتقال فرمایا۔

ایسے ہوتے ہیں مقبولانِ بارگاہ خداوندی اور مطلوبانِ جلوہ گاہ حرم الٰہی؟ کیا ہم میں سے کوئی اندازہ کرسکتا ہے کہ ایسے پاک بندوں کی زندگی کس قدر

مطمئن رہی ہوگی، اور ان کی موت کس درجہ پُرنشاط ہوئی ہوگی، جسے رحمتِ خداوندی نے ایک سال کے بدلے تیس سال تک حرم کی زندگی دی، یقیناً اس کی حیات بعد الممات جنت کے غرفے میں گذرے گی انداز ہ کرو، جب ایک حج مبرور کی جزا جنت ہے تو تیس حج کی جزا کس قدر جنات وانہار کی صورت میں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقبول بندوں کے طفیل میں دینی زندگی کی وہی تڑپ دے، جو ان کو حاصل تھی اور حرم محترم کا وہی شوق دے، جو اُن کو حاصل تھا، آمین!

وزیر ابوشجاع محمد بن حسینؒ

وزیر ابوشجاع کا نام ونسب یہ ہے ابوشجاع محمد بن حسین بن عبد اللہ بن ابراہیم متوفی ۴۸۸ھ رحمۃ اللہ علیہ، ہمدان کے قریب روذراو سے خاندانی تعلق تھا، اہواز میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ابویعلی حسین کو خلیفہ عباسی القائم نے اہواز میں وزارت کے لیے خط لکھا مگر خط اس وقت پہونچا، جب ابو یعلی حسین داعی اجل کو لبیک کہہ چکے تھے، ابوشجاع نے خلیفۃ المقتدی کے لیے وزارت کی۔

آپ نے فقہ وعربیت کے ساتھ ساتھ محدثین کی ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا، ان میں امام ابو اسحاق شیرازی ہیں، جس وقت آپ مقتدی کے وزیر ہوئے، آپ کے پاس چھ لاکھ دینار یعنی تقریباً تیس لاکھ روپئے موجود تھے، آپ نے یہ پوری رقم خیرات وصدقات میں خرچ کردی۔

ابوجعفر بن خرقی کا بیان ہے کہ میں ان دس آدمیوں میں سے ایک تھا، جو

ابوشجاع کے صدقات کو نکالنے پر مامور تھے، میں نے ایک مرتبہ اپنے ہاتھ سے دیے ہوئے صدقات کا حساب لگایا تو صرف میرے ہاتھ کی رقم ایک لاکھ دینار نکلی، یعنی تقریباً پانچ لاکھ روپے، آپ نے نیک کاموں کے لیے بہت سے اوقاف قائم کیے، مسجدیں بنوائیں رانڈوں اور یتیموں کا وظیفہ جاری کیا، ایک مرتبہ بیماری آئی تو مختلف شہروں میں قسم قسم کی دوائیں بھجوائیں، ہر قسم کی زمینی پیداوار کا عشر نکالتے تھے۔

و حج في وزارته سنة ثمانين فبذل في طريقه الزاد و الأدوية و عم أهل الحرمين بصدقات و سارئ الفقراء في إقامة المناسك والتعبد.

انھوں نے اپنی وزارت کے زمانے میں ۴۸۰ھ میں حج کیا اور راستہ بھر کھانے کی چیزیں اور دوائیں لٹائیں اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کو خوب خوب نوازا اور غیر مستطیع حجاج کی مدد کر کے ان کو مناسک حج کی ادائیگی کا پورے طور پر موقع دیا۔

حج و مناسک کی ادائیگی کے بعد تک آپ وزارت پر رہے، معزولی کے بعد جب آپ جمعہ کے دن جامع مسجد کی طرف چلے تو عوام آپ سے مصافحہ کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے، لوگ مصافحہ کرتے جاتے تھے، اور آپ ان کو دعا دیتے جاتے تھے، اس کے بعد سے آپ نے اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی، گھر کی دہلیز میں ایک مسجد بنائی، اس میں اذان دیتے اور نماز ادا کرتے۔

اس کے بعد نظام الملک طوسی کے یہاں سے طلبی آئی تو وہاں جا کر کچھ

دنوں رہے، پھر اس سے حج کی اجازت چاہی، اور حج ادا کیا، مدینہ منورہ کے زمانہ قیام کا واقعہ ابوالحسن بن عبدالسلام راوی بیان کرتے ہیں، میری اور ابوشجاع کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے میرے ہاتھ کا بوسہ دیا، میں نے اسے بہت بڑی چیز سمجھا، تو خود ہی کہا کہ آپ ایک زمانہ میں میرے ساتھ یہ معاملہ کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اس کا بدلہ دوں۔

اللہ کے اس نیک بندے کو مدینہ منورہ ہی میں موت آئی، اور بڑی عاشقانہ شان کے ساتھ آئی، علامہ ابن جوزی کا بیان ہے کہ وزیر ابوشجاع مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، جب مرض الموت میں بیمار پڑے، تو ان کو مسجد نبوی میں لایا گیا مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر روئے، اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ قال اللہ عز و جل ولو أنهم اذظلموا أنفسهم جاؤك فاستغفروا اللہ و استغفرلهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحيما وقد جئت معترفا بذنوبي و جرائمي، أرجو شفاعتك و بكى و توفى من يومه و دفن بالبقيع عند قبر إبراهيم عليه السلام بعد أن صلى عليه بمسجدرسول اللہ ﷺ و زور به الحظيرة . (طبقات الحنابله ج۱ص ۱۷۸)

یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آئیں، اور اللہ سے مغفرت چاہیں، اور رسول بھی ان کے لیے دعا

کرے تو وہ ضرور اللہ کو قبول کرنے رحم کرنے والا پائیں گے اور میں اپنے گناہوں
اور جرائم کا اعتراف کر کے آپ کی شفاعت کا امیدوار ہوں، یہ کہہ کر رونے لگے
اور اسی دن انتقال کیا اور جنت البقیع میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مزار کے
پاس دفن کیے گئے، آپ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی گئی، اور آپ کو حظیرہ مقدس
کے گرد گھمایا گیا۔

اللہ اکبر! اس وزیر کی موت کس قدر قابل رشک ہے کہ جس نے روضہ
اطہر کے پاس کھڑے ہو کر آخری کلمات میں اپنے گناہوں کی مغفرت کرائی، اور
اسی دن پھر دنیا سے چلے گئے۔

اور چلتے چلاتے روضہ پاک کے گرد چکر کاٹ کر سامنے کے قبرستان میں
جگر گوشۂ رسولؐ کے پہلو میں جگہ پائی عاشقان باصفا کی زندگی اور موت اسی طرح
مقدس ہوتی ہے، اور دنیا ان پر رشک کرتی ہے۔

امام ابوبکر محمد بن حسین مرزفی

ابوبکر محمد بن حسین بن علی شیبانی مرزفی حنبلی متوفی ۵۲۷ھ رحمۃ اللہ علیہ
ان علمائے دین میں سے ہیں، جو "حاجی" ہی کی نسبت سے مشہور ہیں، اور تذکرہ
نویس آپ کی نسبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

محمد بن حسين بن علي بن إبرا هيم بن عبد ا
الشيباني الحا جي، المرزفي المقري الفرضي ، أبوبكر .

محمد بن حسین بن علی بن ابراہیم بن عبد اللہ شیبانی، حاجی، مرزنی، مقری، فرضی، ابوبکر۔

یعنی آپ فن تجوید وقرأت کے امام تھے، بہترین قاری ہونے کے ساتھ قرأت کے بہترین استاداور مقری بھی تھے، علم الفرائض والمواریث کے زبردست ماہر تھے، مگران سب میں آپ کے لیے ''حاجی'' کالقب بہت نمایاں تھا۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ نے کتنے حج ادا فرمائے یا کس نوعیت سے حج فرمایا، جوخاص طور سے حاجی کے لقب سے مشہور ہوئے، ورنہ اُس زمانہ میں آج کل کی طرح حج کرنے والوں کو حاجی کہنے کارواج نہیں تھا، کیوں کہ مسلمانوں کے نزدیک یہ کوئی ایسی امتیازی بات نہ تھی بلکہ ہر صاحب استطاعت مسلمان حج کرتا تھا، اوراس فریضہ کوادا کرنے کے بعد اسے اپنے لیے لقب نہیں بناتا تھا، یہ تو آج کل مولوی، مولانا، حافظ، قاری کی طرح حاجی کو بھی مسلمانوں نے ایک امتیازی لقب بنالیا ہے۔

محمد بن حسین تکرینی مصری

محمد بن حسین تکرینی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شرف الدین ہے، آپ بہت بڑے تاجر اور کامیاب بیوپاری تھے، مصر میں ایک بہت بڑا مدرسہ چلا رہے تھے، جسے آپ نے دارالحدیث بنایا تھا، اوراس پر بہت سی جائداد اور دولت وقف کی تھی۔ اس عظیم الشان مدرسہ کو چلانے اور اس پر اپنی دولت وقف کرنے کے باوجود آپ کے پاس بڑی دولت تھی، اور اس قدر دولت وثروت کے باوجود دینداری اور خدا پرستی کا حال یہ تھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں رہ کر کعبۃ اللہ کے جوار سے فیضیاب ہوتے تھے، اوراسی مجاورتِ بیت اللہ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

ومات وهو مجاور بمكة ٧٦٤هـ .

محمد بن حسین مصری ۷۶۴ھ میں اس حال میں فوت ہوئے کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔

مکہ مکرمہ میں انتقال کے وقت بھی آپ کے پاس بہت دولت تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی آپ کی تجارت جاری تھی، اس لیے کہ آپ نے مرنے کے بعد بہت زیادہ مال چھوڑا تھا، جسے آپ کے لڑکے تاج الدین نے ایک ہی سال میں لٹا پٹا دیا، ایک اندازہ کے مطابق انھوں نے سال بھر میں ستر ہزار مثقال سونا ضائع کر کے اپنی نا عاقبت اندیشی کا ثبوت دیا۔

نا اہل اولاد اپنے باپ دادا کی حلال کمائی اس طرح لا پرواہی اور بے دردی سے خرچ کر کے چند دنوں میں کوڑی کوڑی کے محتاج ہو جاتی ہے، اور اپنی نا لائقی سے سب کچھ کھو بیٹھتی ہے، دیکھو کہ محمد بن حسین شرف الدین کتنے بڑے تاجر تھے، ان کی دولت سے دنیا کا کتنا بڑا کام چلتا تھا، ایک مستقل دار الحدیث نکالے تھے، اور اس پر اپنی حیثیت کے مطابق بہت زیادہ جائداد وقف کی۔

اور بھی خدا جانے کتنے نیک کام کرتے تھے، اس قدر دولت وثروت کے باوجود نیکی اور خدا پرستی کا یہ عالم تھا کہ اللہ کے جوار میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے، ان کی آنکھ کا بند ہونا تھا کہ ان کے جود وسخا اور فیض وبرکت کا سلسلہ بند ہو گیا، اور نا اہل لڑکے نے کچھ دنوں تک نہ خود کھایا اور نہ دنیا کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔

امام شرف الدین محمد بن سعد حرانیؒ

ابوعبد اللہ شرف الدین بن محمد بن سعد بن عبد الاحد دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۳ھ رحمۃ اللہ علیہ امام ابن تیمیہ کے خاص شاگردوں میں ہیں۔

وکا ن صحیح الذھن جید المشا رکۃ فی العلو م من خیا ر النا س و عقلاء ھم و علما ئھم.

آپ نہایت صحیح ذہن تھے، علوم وفنون میں آپ کو اچھی دسترس تھی، نیک کاروں، عقل مندوں اور عالموں میں ممتاز حیثیت تھے۔

فقیہ ابوعبداللہ شرف الدین کو اللہ تعالیٰ نے حج وزیارت کے سلسلے میں بڑی مبارک موت دی۔

ابن رجب حنبلی کا بیان ہے:

تو في فی ذی الحجۃ سنۃ ثلا ث و عشرین و سبع مائۃ بوادي بني سا لم في رجو عہ من الحج و حمل الی المدینۃ المنورۃ علی أعنا ق الرجا ل ودفن با لبقیع و کا ن کھلا رحمہ اللہ تعالیٰ .

آپ ذوالحجہ ۷۲۳ھ میں حج سے واپسی پر وادی بنی سالم میں فوت ہوئے اور لوگوں کے کندھوں پر مدینہ منورہ لے جا کر جنت البقیع میں دفن کیے گئے، اس وقت آپ ادھیڑ تھے۔

دربارِ خداوندی کی حاضری کے بعد دَرِ رحمۃ للعالمین ﷺ پر حاضری

ہو چکی تھی، امام شرف الدین کو قافلہ ملک شام کی جانب لے جارہا تھا، مگر تقدیر مدینہ میں رکھنا چاہتی تھی، آخر دونوں کی کشمکش تقدیر اور خوش بختی کے حق میں یوں ختم ہوئی کہ حضرت امام شرف الدین کو ''وادی بنی سالم'' میں موت آئی، اور قافلہ نے اپنے آدمیوں کے ذریعہ ان کو جنت البقیع کے جوار میں پہونچا دیا اور جہاں کی مٹی تھی وہیں جا کر پار گھاٹ لگی۔

عاشقانِ باصفا کا خمیر کوئے جاناں کی خاک ہی سے اٹھتا ہے، اور اسی میں ملتا ہے، پھر امام شرف الدین کا جنازہ جنت البقیع کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا تھا، اور کون سی مٹی اس امانت کو محفوظ رکھ سکتی تھی؟

امام ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی

حضرت امام حافظ حدیث ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی مقدسی متوفی ۵۰۷ھ رحمۃ اللہ علیہ ''ابن القیسرانی'' کی کنیت سے مشہور ہیں، آپ نے دنیا کا چکر کاٹ کر دین اور علم کی دولت جمع فرمائی، مقدس، بغداد، مکہ مکرمہ، تینس، دمشق، جزیرہ، اصبہان، نیساپور جرجان، ہرات، حلب، استرآباد، شج، بوہ، دینوں، رے، سرخس، شیراز، قزوین، کوفہ، موصل، مزد، رحبہ، نوقان، حرمین شریفین، نہاوند، ہمدان، محاسطہ، اسدآباد، انبار، اسفرائن، آمل، اہواز، بسطام، خرد وجرد، وغیرہ وغیرہ میں جا کر وہاں کے علماء سے تحصیل علم کی۔

حضرت امام ابن طاہر مقدسی نے تلاش علم میں دنیا کا چکر کن مصائب میں

کاٹا، اسے ان کی زبانی سنئے:

بلت الدم في طلب الحديث مر تين مرة ببغدا د و مرة بمكة كنت أمشي حا فيا في الجو فلحقني .

(تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٣٩)

حدیث کی طالب علمی کے زمانے میں مجھے دو مرتبہ خون کا پیشاب ہوا، ایک مرتبہ بغداد میں اور دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں جب کہ میں ننگے پاؤں دھوپ اور ہوا میں چل رہا تھا، تو یہ حادثہ پیش آیا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی طلب میں کبھی سواری نہیں کی، پیدل چلتے ہوئے اپنی کتابیں اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے پھرتا تھا، اور میں نے طالب علمی کی حالت میں کسی سے کبھی سوال نہیں کیا بلکہ جو حالات آئے، ان پر صبر کر کے زندگی گذاری، روزانہ رات اور دن میں بیس فرسخ روزانہ چلتے تھے یعنی تقریباً ساٹھ میل روزانہ چلتے تھے۔ فرماتے ہیں:

وأول سما عي منه سنة ستين و دخلت إلىٰ بغدا د في سنة سبع و ستين ثم خرجت و أحرمت من بيت المقدس بحجة .

(تذكرة الحفا ظ ج٢ ص ٤٠)

حدیث کا میرا پہلا سماع ۴۶۰ھ میں ہوا، اور ۴۶۷ھ میں بغداد گیا، پھر وہاں سے نکلا، اور بیت المقدس سے حج کا احرام باندھا۔

آپ کی وفات بھی حج سے واپسی کے بعد ہی ہوئی۔

ما ت ابن طا هر عند قدو مه بغدا د من الحج يو م الجمعة

في ربيع الأول .

ابن طاہر کی وفات حج سے بغداد آجانے کے بعد یوم الجمعہ ربیع الاول ۵۰۷ھ میں ہوئی۔

حضرت امام ابن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین کی تلاش میں جو مصائب برداشت کیے ہیں، وہ طالب علمی کی تاریخ کے شاندار واقعات ہیں، مکہ مکرمہ اور گرمی میں اس طالب علم نے تلاش علم میں چل کر جو مصیبت برداشت کی ہے، وہ ان کی کامیابی کی کھلی دلیل ہے۔

اس خون کی قدر وقیمت کیا ہوگی، جو طالب علمی کی محنت کی وجہ سے پیشاب کے راستے سے آجائے؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوسکتا ہے، علماء کی روشنائی قیامت کے دن شہداء کے خون کے برابر ہوگی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوریؒ

حضرت امام حافظ کبیر امام محدثین عبداللہ حاکم نیساپوری متوفی ۴۰۵ھ رحمۃ اللہ علیہ ''ابن البیع'' کی نسبت سے مشہور ہیں، جس کے معنی تاجر کے لڑکے کے ہیں ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے، اور اپنے والد اور ماموں کی توجہ سے بچپن ہی میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی، ۳۳۰ھ میں حدیث کا پہلا سماع کیا۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

و رحل إلى العراق و هو ابن عشرين و حج ثم جال في

خراسان و ما وراء النهر فسمع بالبلاد من الفی شیخ أو نحو ذلك .

بیس سال کی عمر میں انھوں نے عراق کا علمی سفر کیا، اور حج ادا کرنے کے بعد خراسان اور ماوراء النہر کا چکر کاٹا، اور مختلف شہروں میں تقریباً دو ہزار اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا۔

امام حاکم نے بیس سال کی عمر میں اپنے وطن سے پہلا علمی سفر عراق کا کیا اور اسی طالب علمی سفر میں نوجوانی کے عالم میں حج و زیارت کی دولت سے مشرف ہوئے، کتنی اچھی تھی امام حاکم کی اٹھان جس نے ان کو حدیث میں "حاکم" کے مرتبہ کو پہونچایا۔

حافظ خلیل بن عبداللہ کا بیان ہے:

له رحلتان إلى العراق و الحج .

حاکم نے عراق اور حج کے لیے دو سفر کیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم دو مرتبہ امام حاکم نے ضرور ہی حج و زیارت کی دولت پائی ہے، اس دولت کی افادیت و عظمت کا حال خود امام حاکم بیان کرتے ہیں:

شربت ماء زمزم و سألت الله أن يرزقني حسن التصنيف .

(تذكرة الحفاظ ج۳ص ۲۲۷تا ۲۳۳)

میں نے زمزم شریف پی کر اللہ سے دعا کہ وہ مجھے تصنیف و تالیف کا سلیقہ مندی مجھے عنایت فرمائے۔

زم زم شریف کے پیتے وقت جس چیز کی نیت کی جاتی ہے، اور جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ مقبول ہوتی ہے، اور ہر مسلمان اپنے اپنے ظرف کے مطابق جو چاہتا ہے اللہ سے مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے، حضرت امام حاکم نے حسن تصنیف کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، آپ کی تمام تصانیف علمائے اسلام کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہیں، آپ کی عظیم الشان تصنیف ''المستدرک'' ہے، جو چار ضخیم جلدوں میں حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے، اس کتاب کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کی برکت سے ہم بھی مستفیض ہوئے ہیں، اسی طرح آپ کی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' نہایت اہم کتاب ہے، اور اس سے استفادہ کا شرف بھی ہمیں حاصل ہے، امام حاکم کی وفات بالکل ناگہانی طور پر ہوئی، جب کی آپ حمام سے غسل کر کے نکلے، اور ایک آہ کی اور دنیا سے رخصت ہو گئے، پائجامہ پہن چکے تھے اور قمیص پہننے کی باری نہ آسکی، یہ حادثہ ماہ صفر ۴۰۵ھ کا ہے۔

قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی اندلسیؒ

حضرت امام حافظ قاضی ابو بکر ابن العربی معاضر مالکی اشبیلی اندلسی متوفی ربیع الاول ۵۴۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ونسب یوں ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد المعروف ابن العربی معاضری آپ اندلس کے مشہور شہر اشبیلہ کے رہنے والے تھے، اندلس کی تباہی اور بربادی سے پہلے جو چند مشہور علمائے اسلام اور حفاظ ہوئے ہیں، آپ کی ذات ان ہی میں سے ہے، آپ شعبان ۴۶۸ھ میں پیدا ہوئے، آپ

کے والد ابو محمد عبد اللہ اشبیلیہ کے بڑے فقہاء اور رؤسا میں سے تھے، امرائے اشبیلیہ کے یہاں ان کا مقام بہت بلند تھا، جب ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو ابو محمد عبد اللہ اپنے صاحب زادے کو لے کر بروز یکشنبہ یکم ربیع الاول ۴۸۵ھ میں حج کے لیے نکل پڑے۔

اس وقت قاضی ابو بکر کی عمر سترہ سال کے لگ بھگ تھی، اور وہ اپنے شہر کے علماء سے بہت کچھ تعلیم حاصل کر چکے تھے، مشرقی دنیا کی راہ میں پہلا ملک مصر پڑا، جہاں قاضی ابو بکر نے متعدد علمائے دین سے تحصیل علم کی، پھر شام کے علماء سے استفادہ کرتے ہوئے بغداد گئے، اور وقت کے مشاہیر سے کسب علم و فیض کیا۔

وحج في موسم سنة تسع وثمانين وسمع بمكة من أبي علي الحسين بن علي الطبري وغيره .

اور ۴۸۹ھ میں آپ نے حج ادا فرمایا، اور مکہ مکرمہ میں ابو علی حسین بن علی طبری وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا۔

حج و زیارت اور تحصیل علم کر کے واپسی پر بغداد آئے، اور اطمینان سے علماء، ادباء، محدثین اور فقہا سے خوب خوب علم حاصل کیا، جب بغداد سے اندلس باپ بیٹا دونوں چلے تو راستہ میں مصر کے شہر اسکندریہ میں ابو بکر طوسی کے یہاں قیام کیا، اسی اثنائے قیام میں قاضی ابو بکر کے والد ۴۹۳ھ میں فوت ہو گئے، اور دو جانوں پر مشتمل کاروان علم و فضل اب ایک ہو کر ۴۹۴ھ میں اندلس پہونچا، مگر غم واندوہ کے ساتھ نہیں پہونچا، بلکہ اس شان سے پہونچا:

وقدم بلده أشبيلية بعلم لم يات به احد قبله ممن كانت له رحلة الى المشرق.

اورآپ اپنے شہر اشبیلیہ میں اتنا زیادہ علم لے کر آئے کہ اس سے پہلے کسی بھی مشرقی دنیا کا سفر کرنیوالا عالم اتنا زیادہ علم مغرب کو لا کر نہیں بخشا۔

(مقدمہ کتاب احکام القرآن)

قاضی ابوبکر نے اپنے اس سفر حج کو ایک سفر نامہ کی شکل میں تیار کیا تھا، عام مورخ اور تذکرہ تو پس آپ کی تصنیفات میں اس کا نام نہیں لکھتے ہیں، مگر آپ نے اپنی مشہور کتاب ''احکام القرآن'' سورہ یوسف میں یا اسفی علی یوسف کی تفسیر کرتے ہوئے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کا نام ''ترتیب الرحلہ'' بتایا ہے۔

(احکام القرآن ج ا ص ۴۴ طبع مصر)

آپ کی تصنیفات میں بہت سی اہم کتابیں ہیں، مگر ان میں احکام القرآن اور القواصم والعواصم بہت مشہور ہیں، احکام القرآن کو سابق سلطان مغرب اقصیٰ مولائی عبدالحفیظ ابن سلطان مولائی حسن نے اپنے خرچ اور اہتمام سے ۱۳۳۱ھ میں مصر میں دو جلدوں میں چھپوایا، یہ کتاب میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، اور اس سے استفادہ کی برکت حاصل ہے۔

تفسیر میں آپ کی ایک اور کتاب ''انوار الفجر'' کے نام سے ہے، جسے آپ بیس سال کی مدت میں اسّی ہزار ورق میں تحریر فرمایا ہے، آٹھویں صدی میں اس

عظیم الشان تفسیر کا کامل و مکمل نسخہ ایک مغربی بزرگ یوسف خرام نے مراکش میں سلطان ابوعنان کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا تھا۔

افسوس کہ آج اس عظیم الشان نادر علمی اور قرآنی خزانہ کا کہیں پتہ نہیں چلتا اور مسلمانوں کی بے شمار تصنیفات کی طرح یہ کتاب بھی دست بروز مانہ کی نذر ہوگئی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن تجیبیؒ

حضرت امام، حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن سلیمان مرسی محدث تلمسانی متوفی ۶۱۰ھ رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم دین اور محدث ہیں، زمانہ طالب علمی میں حج کی دولت سے سرفراز ہوئے، اور مدتوں علم کی راہ میں غائب رہے۔

علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے:

ورحل وحج واطال الغیبۃفا کثر عن السلفی والناس وقد سمع بمکۃ من علی بن حمید الطرابلسي.

آپ نے سفر کیا اور حج ادا فرمایا، مدتوں غائب رہ کر تحصیل علم کی چنانچہ سلفی اور دوسروں سے بہت زیادہ سماع کیا، مکہ مکرمہ میں علی بن حمید طرابلسی سے حدیث کا سماع کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۸۱)

آپ کے استاذ امام سلفی نے آپ کے لیے درازی عمر کی دعا کی تھی،
بشارت دی تھی کہ تم "محدث المغرب" بنو گے، چنان چہ آپ جب تلمسان پہو
تو اندلس کے محدثین نے ان کی درس گاہ کا رخ کیا۔

مقبولان بارگاہ خداوندی کی دعائیں زود اثر ہوتی ہیں، اور ان کی قبولیت
منظر فوراً سامنے آجاتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعا عبادت کا مغز
واقعہ یہ ہے کہ دعا ہر مومن کا سہارا اور تعلق مع اللہ کی سب سے مضبوط کڑی ہے۔

امام محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب مدنیؒ

حضرت امام ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ونسب یوں ہے: ابو الحار
محمد بن عبد الرحمٰن بن مغیرہ بن حارث بن ابی ذئب ہشام بن شعبہ بن سراولاک بن
ابی قیس بن عبدو قرشی عامری رحمۃ اللہ علیہ، آپ شیخ الوقت مانے جاتے ہیں، اجا
علمائے تابعین اور فقہاء میں سے ہیں، ساتھ ہی بہت بڑے عابد وزاہد ہیں، آپ
۸۰ھ میں پیدا ہوئے، پوری رات نمازیں پڑھا کرتے تھے، اور اس طرح عبادت میں
مشغول رہا کرتے تھے، اگر ان سے کہا جاتا کہ کل قیامت آرہی ہے تو وہ مزید عبادت
نہ کر سکتے تھے، کیوں کہ پہلے ہی سے رات دن عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔

پہلے تو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے مگر بعد میں مسلسل

روزے رکھنے لگے، بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک ہی لباس میں جاڑے اور
گرمی کے ایام بسر فرماتے تھے، آپ کو احادیث کا تمام تر سرمایہ زبانی محفوظ تھا، اور
کوئی کتاب آپ کے پاس نہ تھی، جمعہ کے دن سویرے ہی مسجد نبوی شریف
میں جاتے اور خطبہ تک نماز میں مشغول رہتے، حق وصداق کے اظہار میں بڑے
بے باک تھے، اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ابونعیم کا بیان ہے کہ جس سال خلیفہ عباسی ابوجعفر منصور نے حج کیا، اُسی
سال میں نے بھی حج ادا کیا، منصور کے ہمراہ امام ابن ابی ذئب اور امام مالک تھے،
اس نے امام ابن ابی ذئب کو بلا کر دار الندوہ میں (باب الزیاد) اپنے پاس بٹھایا،
اور کہا حسن بن زید کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے (حضرت حسنؓ نے خلیفہ
منصور کے خلاف خروج کیا تھا) یہ سن کر آپ نے فرمایا، وہ عدل انصاف کی تلاش
میں رہا کرتے ہیں، منصور نے پوچھا میرے بارے میں کیا خیال ہے، فرمایا:

ورب هذه البيت إنك لجائر .

اس گھر کی قسم تو یقیناً ظالم ہے۔

یہ سن کر منصور کے حاجب ربیع نے آپ کی داڑھی پکڑ لی، یہ دیکھ کر ابوجعفر
منصور نے اسے نصیحت کیا اور امام ابن ابی ذئب کو تین سو دینار دینے کا حکم کیا۔

ہمارے علمائے اسلام کی یہی حق گوئی و بے باکی تھی، جس نے بڑے

بڑے جابروں اور ظالموں کو زیر کر دیا۔

ایک مرتبہ خلیفہ مہدی حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا، جس وقت وہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوا، ہر شخص اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا، مگر حضرت ابن ابی ذئب اپنی جگہ سے نہ اٹھے، اور ذکر و شغل میں لگے رہے۔

فقيل له قم فهذا أمير المومنين قال إنما يقوم الناس لرب العلمين.

جب آپ سے کہا گیا کہ کھڑے ہو جایئے، امیر المومنین مہدی آئے ہیں، تو آپ نے جواب دیا، لوگ صرف اللہ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

جب خلیفہ مہدی کو آپ کی خبر ہوئی تو اس نے کہا:

دعوه فقد قامت كل شعرة في راسي .

امام ابن ابی ذئب کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کے رعب وجلال سے میرے سر کا بال کھڑا ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۱)

دیکھا آپ نے کہ امام ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے رسول کے گھر میں کس شان و شوکت سے سلطنت وحکومت کے مقابلہ میں ڈٹے رہے، اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ علم وفضل کے تیور کے سامنے ٹک سکے۔

بات یہ ہے کہ حرم مکی اور حرم مدنی ایسے مقامات ہیں، جہاں دنیا کے تمام انسان برابر ہیں، اور سب کے سب اللہ و رسول کے دربار میں برابر کی حیثیت رکھتے

ہیں، اللہ کی رحمت اور اللہ کے رسول کی محبت ہر مسلمان کے لیے عام ہے، دوسرے
یہ کہ بہر حال علم و فضل، ثروت و دولت اور حکومت و امارت کے مقابلہ میں ہمیشہ فتح
یاب رہے ہیں۔

امام محمد بن عبدالمحسن عفیف الدین بغدادیؒ

ابوعبداللہ عفیف الدین محمد بن عبدالمحسن بن ابوالحسن بن عبدالغفار بن خراط
بغدادی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ رحمۃ اللہ علیہ ''ابن وردود النبی'' کی کنیت سے مشہور ہیں،
آپ بہت بڑے محدث، واعظ اور عالم تھے، دوسرے بہت سے علوم میں مہارت
رکھنے کے ساتھ ساتھ واعظ گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے، مدت دراز تک اپنے
واعظ سے مسلمانوں کی ہدایت کی، اور اپنے زمانہ کے ''مسند اہل عراق'' قرار
پائے۔

بڑے قانع بزرگ اور صاحب فضل و خیر عالم تھے، امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر میں بہت پیش پیش تھے، امام ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے کہ:

حج مرات . آپ نے متعدد بار حج ادا فرمایا۔

ایک مرتبہ حج سے واپسی اور عامۃ المسلمین کے استقبال کا حال ابن رجب
کے الفاظ میں سنیے:

قدم علینا حاجاً سنة ثمان وتسعین ونزل ظاهرالبلد فخرجنا الیه ، وسمعنا منه ، وسمعنا تذکیره .

امام ابن دوالینی ۶۹۸ھ میں بسلسلۂ حج ہمارے یہاں تشریف لائے، اور شہر کے کنارے اترے، جب ہم لوگوں کو خبر لگی تو ہم نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث کا سماع کیا اور ان کا واعظ بھی سنا۔

امام ذہبیؒ نے اپنے معجم میں آپ کے بارے میں لکھا ہے:

کان عالماً ، واعظاً حسن المحاضرة صحبناه فی طریق الحج ، حدث ببغداد و دمشق ، والمدینة ، والعلا .

آپ عالم ، واعظ بہترین مقرر تھے ، حج کے سفر میں ہم نے ان کی صحبت اٹھائی ہے، آپ نے بغداد ، دمشق ، مدینہ منورہ ، اور علاء میں حدیث کا درس دیا ہے۔

اہل علم وفضل کی صحبت غنیمت ہوتی ہے، ان کے ساتھ بیٹھنے میں دینی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اور برکت ہوتی ہے، پھر حج وزیارت کے مقدس سفر میں اگر ان کی صحبت نصیب ہوجائے تو کیا کہنا، علماء جہاں جاتے ہیں علم کی دولت لٹاتے ہیں، اور اسے دوسروں سے حاصل کرتے ہیں۔

حج کے سفر میں قافلہ بنا کر نکلنا بہت مفید اور بہتر ہے، اگر علماء ساتھ ہوں تو پھر یہ قافلہ بڑا ہی بارونق اور بابرکت ہو جاتا ہے۔

محمد بن عبد العزیز صدر جہانؒ

حضرت امام صدر جہان محمد بن عبد العزیز بن محمد ن حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست امام تھے، علمی مباحث میں اپنا جواب آپ تھے، آپ نے حج ادا کیا تو پوری شان سے علمی وقار کا مظاہرہ کیا، اور معلوم ہوا کہ کوئی عالم دین حج کے لیے نکلا ہے، حضرت ملا علی قاریؒ کا بیان ہے:

قدم بغداد حاجاً سنة ثلث و ستمأه وكان معه جماعة من فقهاء بلده فتلقاه ركب عظيم من الوزراء والأمراء والأعيان .

آپ سفرِ حج کے سلسلہ میں ۶۰۳ھ میں بغداد آئے، آپ کے ہمراہ آپ کے شہر کے علماء اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت تھی، اس پوری پارٹی کا استقبال بغداد کے وزراء، امراء، اور اعیان و اشراف نے نہایت شاندار طریقہ پر کیا۔

(الفوائد البہیہ ص ۶۴)

ذرا سوچو تو کہ بخارا سے جب امام صدر جہاں اپنے شہر کے علماء کی ایک بڑی پارٹی کے ساتھ حج کے لیے نکلے ہوں گے تو بخارا سے لے کر بغداد اور مکہ مکرمہ

تک راستہ بھر کیا منظر رہا ہوگا، کیسی کیسی علمی اور دینی مجلسیں منعقد ہوتی رہی ہوں گی، حج وزیارت کے سلسلے میں کیسے کیسے اسرار ورموز کھلتے رہے ہوں گے، اور جس شہر سے وہ لوگ گذر رہے ہوں گے، وہاں کے لوگ کس شان سے ان کا استقبال کرتے رہے ہوں گے، استقبال کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جس وقت امام صدر جہاں کا قافلہ بغداد کے قریب پہونچا ہوگا، اور شہر میں ان کی آمد کی خبر لگی تو وزراء، اعیان شہر، ارباب حکومت اور دوسرے طبقات کے بڑے بڑے لوگوں نے باہر نکل کر شاندار استقبال کیا، اس وقت اس علمی اور دینی کارواں کی شان وشوکت قابل دید رہی ہوگی، یہ سفر کیا تھا اسلامی شان وشوکت کا بین الاقوامی مظاہرہ تھا، واقعہ یہ ہے کہ اس مقدس سفر حج میں اہل علم اور اہل دل کی بڑی ضرورت ہوتی ہے اور حج وزیارت کی روحانی لذت اسی وقت حقیقی طور سے محسوس ہوتی ہے، جب کہ ہر ہر فرد میں اسلامی روح کارفرما ہو۔ اور اخلاق محمدی کا اس سے ظہور ہوتا ہو، افسوس کہ آج سفر حج میں یہ باتیں کم نظر آتی ہیں، حتیٰ کہ بڑے بڑے علماء کے ہم رکاب لوگ بھی تنگدلی، تنگ اخلاقی اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جو لوگ حج وزیارت میں کسی طرح کی بھی ریاکاری کرتے ہیں، یا خودنمائی کا اظہار کرتے ہیں، یا دوسروں سے کراتے ہیں، وہ اللہ ورسول کے دربار جلال وجمال کے مقام سے ناواقف ہوتے ہیں اور ان میں معرفت کی روشنی نہیں آئی ہے، پس حجاج و زوار کو اپنے طور پر نہایت متواضع، منکسر المزاج اور خاکسار ہونا چاہیے، اگر

دوسرے لوگ اس راہ میں محبت عقیدت سے ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں تو سمجھیں کہ یہ ہماری تعظیم وتکریم نہیں ہے، بلکہ اللہ ورسول کے گھر کی نسبت کی وجہ سے ہمارے ساتھ یہ معاملہ کیا جارہا ہے، اگر ہم اس دیار پاک کے راہی نہ ہوتے تو ہماری تعظیم وتکریم اس طرح نہ ہوتی، اگر یہ خیال رہا تو ان شاء اللہ اس صورت حال سے فخر وغرور کی ہوا بھی نہیں لگے گی، بلکہ عجز وانکساری میں اضافہ ہوگا۔

امام قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاریؒ

حضرت قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد بزاز انصاری حنبلی بغدادی متوفی ۴۶۱ھ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ابوطاہر عبدالباقی بغداد کے بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، اور قاضی ابویعلی کے خاص لوگوں میں سے تھے، خود بھی بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، آپ کے صاحبزادے حضرت قاضی ابوبکر نے دنیا میں گھوم گھوم کر تحصیل علم کی، زمانۂ طالب علمی ہی میں مکہ مکرمہ جاکر ابومعشر وغیرہ علماء سے حدیث پڑھی، بچپن ہی میں قاضی ابویعلی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، آپ کو رومیوں نے ایک مرتبہ گرفتار کیا، اور آپ پانچ ماہ تک ان کی جیل میں اس طرح رہے کہ گردن اور ہاتھ پیر میں بوجھل بیڑیاں پڑی رہتی تھیں، رومی نصاریٰ کہتے تھے کہ یسوع مسیح کو اللہ کا بیٹا کہو، مگر آپ شدت سے انکار کرتے تھے، آپ ''قاضی مارستان'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے، غالباً بغداد کے کسی مارستان یعنی شفاخانہ کے حلقہ میں عہدۂ قضاء پر مامور تھے، آپ کی سچائی اور صاف گوئی کا یہ حال

تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ہر علم کو پڑھا، اور اسے کلی طور پر یا جزوی طور پر حاصل کیا، مگر علم نحو میں میرا حصہ بہت کم ہے، مرنے سے تین دن پہلے ہی سے تلاوت قرآن میں مصروف تھے، اور اسی حال میں ۲؍رجب ۴۶۱ھ میں فوت ہوئے، اور حضرت شرجانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں میری اقامت ومجاورت کے زمانہ میں ایک دن مجھے بہت ہی سخت بھوک لگی، اور کھانے کی کوئی چیز میسر نہیں ہوئی، اسی حال میں باہر نکل کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگا، راستہ میں مجھے ریشمی کپڑے کی ایک تھیلی ملی جو ریشم ہی کے دھاگے سے بندھی ہوئی تھی، اسے لے کر اپنے کمرے میں آیا، اور کھول کر دیکھا تو اس میں نہایت بیش قیمت موتیوں کا ایک ہار رکھا ہوا تھا، ایسا عمدہ ہار میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، جب اس کی تھیلی کو گھر میں رکھ کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی اس کے لیے منادی کر رہا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک کپڑے میں پانچ سو دینار ہیں، اور وہ کہہ رہا ہے کہ جو آدمی اس تھیلی کو واپس کردیگا، میں اسے یہ رقم شکریہ کے طور پر دیدوں گا، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں بھوکا اور حاجت مند ہوں، کیوں نہ اس تھیلی کو واپس کر کے اس رقم سے اپنا کام چلاؤں؟ یہ سوچ کر میں نے اس آدمی سے کہا میرے ساتھ آؤ، جب گھر آکر اس نے تمام علامتیں بیان کیں اور تھیلی، ہار، بندھن، موتی غرض کہ ہر چیز کے بارے میں صحیح صحیح معلومات دیں تو میں نے تھیلی نکال کر اسے دیدی، اور اس

نے مجھے پانچ سو دینار دیے، مگر میں نے یہ کہہ کر وہ رقم لینے سے انکار کردیا کہ جب اس تھیلی کے بارے میں معلوم ہوگیا کہ آپ کی ہے تو بغیر کسی رقم کے میرے لیے اس کا لوٹا دینا ضروری ہوگیا، اس لیے میں کوئی بدلہ نہیں لوں گا، اس پر وہ اصرار کرتا رہا اور میں انکار کرتا رہا، اور میں راضی نہ ہوا اور وہ اپنا ہار اور روپیہ لے کر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ میں مکہ مکرمہ سے نکل کر جہاز پر سوار ہوا، اللہ تعالیٰ کی مرضی ایسی ہوئی کہ جہاز ٹوٹ گیا، اور تمام لوگ سمندر میں غرق ہوگئے، اور جس قدر سامان تھا سب ڈوب گیا، صرف میں جہاز کے ایک تختہ پر صحیح وسالم بچ گیا، کئی دنوں تک اسی تختہ پر سمندر کی موجوں میں زندہ رہا، اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ میں کہاں جاؤں، کچھ دنوں کے بعد تختہ ایک جزیرہ سے لگا، اور میں اسی میں اتر گیا، وہاں مسلمانوں کی آبادی تھی، ایک مسجد میں جاکر ٹھہر گیا، اور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوگیا، جب وہاں کے لوگوں نے میرے پڑھنے کو سنا تو:

فلم يبق فى تلك الجزيرة احدالاجاء الى وقال علمنى القرآن فحصل لى من اولئك القوم شيء كثير من المال .

اس پورے جزیرہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو میرے پاس نہ آیا ہو، سب نے آکر کہا کہ مجھے بھی قرآن کی تعلیم دیجیے، چنان چہ میں نے ان کو پڑھانا شروع کیا، اور اس طرح ان لوگوں سے میرے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی۔

ایک دن میں نے مسجد میں قرآن شریف کے کچھ اوراق پائے اور ان کو لیکر

پڑھنے لگا، یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اچھی طرح لکھنا بھی جانتے ہیں، میں نے جب ہاں کہا تو انھوں نے کہا ہمیں بھی لکھنا سکھا دیجیے۔

فجاؤا وابا ولادهم من الصبيان والشاب فكنت اعلمهم فحصل لى ايضا من ذلك شىء كثير.

پھر وہ لوگ اپنی اولاد میں سے بچوں اور جوانوں کو میرے پاس لائے، میں نے ان کو لکھنا سکھانا شروع کیا، اس صورت سے بھی میرے پاس اچھی خاصی دولت جمع ہوگئی۔

کچھ دنوں کے بعد وہاں لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے یہاں ایک یتیم بچی ہے، اس کے پاس کچھ مال و جائداد وغیرہ بھی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی شادی اس بچی سے کردی جائے، میں نے انکار کیا، مگر انھوں نے نہ مانا، اور جب بار بار اصرار کیا تو میں نے بھی رضامندی ظاہر کردی، چنان چہ نکاح ہوگیا، اور انھوں نے دلہن کو میرے یہاں بھیجا، جب میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بعینہ وہی مکہ مکرمہ والا ہار اس کی گردن میں پڑا ہوا ہے، اس اعجوبہ سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ زفاف میں اس ہار کو تعجب سے دیکھنے کے علاوہ میرے لیے کوئی شغل نہیں تھا، جب لوگوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ آپ نے اس یتیم بچی کا دل توڑ دیا کہ اس کی طرف دیکھا بھی نہیں، اور اس کے ہار کو دیکھتے رہے، اس پر میں نے ان لوگوں کو ہار کا پورا قصہ سنا دیا، وہ اسے سن کر تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند کرنے

لگے، حتیٰ کہ پورے جزیرہ میں ایک شور برپا ہوگیا، میں نے یہ حالت دیکھ کر ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے، جو آپ لوگ اس قدر متعجب ہوکر شور مچا رہے ہیں، انھوں نے مجھے بتایا کہ جس بوڑھے نے آپ سے ہار لیا تھا، وہ اسی یتیم بچی کا باپ تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ:

ماوجدت فی الدنیا مسلما الا ھذا الرجل الذی رد علیّ ھذا العقد.

میں نے دنیا میں اس ایک آدمی کو صحیح مسلمان پایا، جس نے مجھے یہ ہار واپس کیا ہے۔

یہ کہہ کر وہ یوں دعائیں کیا کرتا تھا:

اللھم اجمع بینی و بینہ حتی ازوجہ بابنتی.

اے اللہ! مجھے اور اسے ایک جگہ پر کردے، تاکہ اس سے اپنی بیٹی کا بیاہ کردوں۔

اس بوڑھے کی آرزو اب اس کے مرنے کے بعد اس طرح پوری ہوئی، بہرحال میں نے اس عورت کے ساتھ ایک مدت تک نہایت خوشگوار زندگی بسر کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے دو بچے دیے، پھر اس کا انتقال ہوگیا، اور میں اور دونوں بچے اس کے ہار کے وارث ٹھہرے، اللہ تعالیٰ کی مرضی ایسی ہوئی کہ کچھ دنوں کے بعد دونوں بچے بھی فوت ہوگئے، اور صرف میں ہار کا مالک ہوگیا، اور اسے میں نے ایک لاکھ دینار میں فروخت کرڈالا۔

وهذاالمال الذی ترون معي من بقايا ذلك المال .

اور یہ مال و دولت جسے تم لوگ میرے پاس آج تک دیکھ رہے ہو، اسی مال کا بقیہ حصہ ہے۔ (طبقات ج ا ص ۱۹۶، ۱۹۷)

حرمین شریفین اور اس کے حدود و اطراف انسانی جانوں کی طرح ان کے سامانوں اور مالوں کے لیے امن و پناہ کی جگہ ہیں، اور وہاں پر حجاج کے گرے پڑے سامان بری نیت سے اٹھانا بڑے گناہ کی بات ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص اس وقت کے حج میں آنے والے لوگوں کا سامان منی اور عرفات وغیرہ سے نہایت چالاکی سے گھما دیا کرتا تھا، اس نے اپنی چھڑی میں لوہے کا کڑا لگوا رکھا تھا، اور قافلوں میں گھس کر بات کرتے کرتے ان کی گٹھریوں اور سامانوں کو اسی سے پھنسا پھنسا کر کھسکاتا جاتا تھا، اس طرح موسم حج میں وہ آئے ہوئے لوگوں کے سامان اور مال کی چوری کیا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس چور کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم میں اپنی آنت اور اوجھڑی کے ارد گرد گھوم رہا ہے، جیسے چکی میں چلنے والا گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے۔

حاجیوں کے سامان چرانے اور چوری کی نیت سے ان کو اٹھانے کی سخت ممانعت آئی ہے، اس قسم کی حرکتوں کی سزا تازہ بتازہ مل جاتی ہے، اس سلسلے میں ایسے مشاہدات اس زمانے میں گذرے ہیں کہ بدنیتی اور مال و سامان میں خرد برد کی سزا فوراً مل جاتی ہے، لہذا اس سے بہت دور رہنا چاہیے اور جہاں کہیں کوئی

سامان یا مال ملے اسے اٹھا کر حکومت کے حوالہ کر دینا چاہیے یا حکومت کے ذمہ داروں کو خبر دینا چاہیے، اس کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے، جیسا کہ ابھی حضرت قاضی ابو بکر محمد انصاری بغدادی کے واقعہ سے معلوم ہوا، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس کار خیر کا عظیم الشان اجر دے گا، اور حرم کی نیکی میں اسے شمار کرے گا، اور آخرت میں بھی اس کا ثواب ملے گا۔

حکومت سعودیہ نے ایسا انتظام کیا ہے کہ اب حجاز مقدس میں لوٹ مار چوری اور خرد برد کا نام و نشان تک نہیں ہے، اور حجاج کا ایک ایک گرا پڑا سامان ''دار الامانۃ'' میں محفوظ رہتا ہے، اور ملتا ہے، مگر افسوس کہ خود بہت سے جاہل اور نا عاقبت اندیش حاجی اس قسم کی حرکتیں کر کے ذلیل و خوار ہوتے ہیں، اور حج و مناسک کی ادائیگی میں رخنہ ڈالتے ہیں۔

خوب یاد رکھو! حرم شریف میں جس طرح نیکی پر ثواب بہت زیادہ ملتا ہے، اسی طرح برائی پر عذاب بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن علی بن لادن جرجانیؒ

حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن لادن جرجانی رحمۃ اللہ علیہ زبردست فقیہ تھے، اپنے وقت کے ائمۂ حدیث سے زیادہ احادیث لکھیں، خاص طور سے امام طبرانی، ابن خلاد ضبیی اور ابو بکر شافعی سے پڑھا، ۳۵۳ھ میں جرجان سے مصر گئے اور ابو العباس عتبہ رازی اور دوسرے علمائے مصر سے تحصیل حدیث کی، اسی طرح

جرجان سے تین بار طلب علم میں عراق کا سفر کیا، آخر میں یمن کا سفر کر کے امام وقت ابوعبداللہ نقوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد کے متعلق امام سہمی ”تاریخ جرجان“ میں لکھتے ہیں:

ثم رأيته بمكة في سنة ثماني وستين قد رجع من اليمن وحج وكان معنا في الطريق الى مدينة واغتيل بها فجاء نعيه وانا ببغداد انه توفي في صفرأ و شهر ربيع الاول سنة تسع و ستين و ثلثمائة .

پھر میں نے ان کو مکہ مکرمہ میں ۳۶۸ھ میں دیکھا، جب کہ وہ یمن سے واپس آگئے، اور حج کیا، اور مدینہ منورہ جاتے ہوئے، راستہ میں ہمارے ساتھ تھے، اور اس کے بعد وہ وہیں سے لاپتہ ہوگئے، اور ہمیں ان کی موت کی خبر بغداد میں لگی کہ صفر یا ربیع الاول ۳۶۹ھ میں انتقال فرمایا۔ (تاریخ جرجان ص ۴۰۴)

آپ نے جرجان سے عراق کا سفر ایک مرتبہ نہیں تین مرتبہ فرمایا، اور اس سے پہلے جرجان سے مصر کا سفر کیا، اور پھر علم کی پیاس بجھانے کے لیے یمن کے ایک چشمۂ علم وفضل کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آخر میں مکہ مکرمہ جاکر حج و زیارت سے مشرف ہوئے، اس طرح تحصیل علم اور حج و زیارت دونوں فضیلتوں کو جمع کیا، صحت وسلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ جاکر دربار رسالت میں حاضری دی، اور کچھ دنوں کے لیے رک گئے، اسی طرح ساری دنیا گھوم پھر کر آپ نے بھی آخر وہیں

سکون پایا، جہاں پر اہلِ دل سکون کی دولت پاتے ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی جرجان میں پیدا ہوئے، مصر، عراق، یمن اور مکہ مکرمہ کا سفر کیا، ان مقامات میں سکونت اختیار کی، مگر جب وصال کا وقت آیا تو سرزمین طیبہ کا انتخاب ہوا، وہ بھی اس خاموشی اور پردہ کے ساتھ کہ راستہ کے ساتھیوں کو بھی موت کی خبر مدینہ منورہ میں نہ ہوسکی، اسی کو کہتے ہیں خوش نصیبی اور سعادت مندی!

امام محمد بن عمرو عقیلیؒ

حضرت امام حافظ حدیث ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد عقیلی متوفی ۳۲۲ھ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کے حفظ میں بہت مشہور تھے، طالب علموں سے زبانی احادیث سنتے تھے، اور جہاں غلطی ہوتی کتاب کھول کر درست کراتے تھے۔

حافظ ابوالحسن بن سہل قطان کا بیان ہے:

أبوجعفر ثقة ، جليل القدر عالم بالحديث، مقدم فى الحفظ.

ابوجعفر ثقہ، جلیل القدر محدث اور حافظہ میں بہت آگے ہیں۔

آپ کی کئی تصنیفات ہیں، ان میں ''کتاب الضعفاء الکبیر'' بہت مشہور ہے، علامہ ذہبیؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان مقيماً بالحرمين. آپ حرمین شریفین میں قیام پذیر تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۵۰)

ظاہر ہے کہ امام عقیلی نے حرمین شریفین کے زمانۂ قیام میں بار بار حج و زیارت کی دولت حاصل کی ہوگی، اور فیوض و برکات کے دونوں خزانوں سے اپنی استعداد بھر خوب خوب دولت کمائی ہوگی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن ابونصر فتوح حمیدی اندلسیؒ

حضرت امام حافظ الحدیث ابوعبداللہ محمد بن ابونصر فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید بن بصل ازدی، حمیدی، اندلسی متوفی ذی الحجہ ۴۸۸ھ رحمۃ اللہ علیہ اندلس کے مشہور محدث اور فقیہ ہیں، آپ کی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' بہت زیادہ مشہور ومفید ہے، امام ابن حزم ظاہری کے ارشد تلامذہ سے ہیں، آپ نے اندلس، مصر، شام، عراق، بغداد اور مکہ مکرمہ وغیرہ میں تعلیم حاصل فرمائی، اپنے استاذ امام ابن حزم کی طرفداری میں آپ کو اپنا وطن اندلس چھوڑ کر مشرق میں آکر آباد ہونا پڑا، حتیٰ کہ بغداد میں فوت ہوئے، اور باب الہند پر شیخ ابواسحاق شیرازی کے پہلو میں دفن ہوئے، مگر دو سال کے بعد آپ کو وہاں سے منتقل کر کے باب حرب پر حضرت شرحائیؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

امام حمید اندلسیؒ علمی اسفار کے سلسلے میں علماء کی عادت کے مطابق مکہ مکرمہ بھی تشریف لے گئے، اور وہاں کی اہم علمی اور دینی شخصیتوں سے فیض اٹھایا۔

و لقي بمكة كريمة المروزية أول رحلة وكان في سنة ثمان و أربعين و أربع مائة. (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ١٧)

آپ نے مکہ مکرمہ میں حضرت کریمہ مروزیہ رحمہا اللہ سے پہلے سفر میں ملاقات کی تھی، جو ۴۴۸ھ میں ہوا تھا۔

حرمین شریفین قدیم زمانہ سے بڑے بڑے اہل اللہ اور اربابِ علم وفضل کے مرجع ومرکز رہے ہیں، اور عالم اسلام کی اہم شخصیتیں ان سے وابستہ رہا کی ہیں، مردوں کی طرح اسلام کی باندیاں بھی اس سرزمین پر اپنے اپنے ملکوں سے آکر خود فیض حاصل کرتی تھیں، اور دنیا کو فیض پہونچاتی تھیں، حضرت کریمہ بڑی زبردست عالمہ محدثہ خاتون تھیں، مرو کی رہنے والی تھیں، اور مکہ مکرمہ میں آکر قیام فرمایا تھا، ان سے مشرق ومغرب کے علمائے اسلام مستفیض ہوئے، حضرت امام حمیدیؒ نے بھی اس خاتونِ اسلام سے شرفِ ملاقات حاصل کیا اور ان سے فیض اٹھایا۔

امام ابوبکر محمد بن مبارک بغدادیؒ

شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مبارک دینوری بغدادی متوفی ۵۷۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت ابوبکر محمد بن مبارک بڑے پایہ کے عالم دین اور باخدا بزرگ تھے، باپ ہی کی وراثت سے بیٹا علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے بلند مرتبہ کو پہونچا۔

شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بغدادی کے تذکرہ میں ابن الحنبلی کا یہ بیان لکھا ہے کہ:

وكان أبوه أبوبكر محمد رجلاً صالحاً كثير الحج .

آپ کے والد ابو بکر محمد بہت بڑے بزرگ آدمی تھے، انھوں نے بہت زیادہ حج ادا کیا تھا۔ (طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۳۳۸)

اللہ کے جو بندے متعدد بار حج کریں، ان کی نیکی اور بزرگی میں کیا شک ہو سکتا ہے، بشرطے کہ ان کا مقصد صرف دنیا طلبی اور تجارت وغیرہ نہ ہو، جیسے آج کل کچھ لوگ سال بسال حج کو صرف اس لیے جاتے ہیں کہ اس نام سے تجارت کریں، حج میں تجارت ناجائز نہیں ہے، مگر مقدم حج ہونا چاہیے، اور تجارت بعد کی چیز ہونی چاہیے۔

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اور ۵۰۵ھ میں فوت ہوئے، آپ دنیائے اسلام کے برگزیدہ شخصیتوں میں سے ایک ہیں، اپنے استاد حضرت ابو المعالی جوینی کی زندگی ہی میں ''المنخل'' نامی کتاب لکھی تو استاد نے اسے دیکھ کر شاگرد سے فرمایا:

دفنتني وأنا حي هلا صبرت حتى أموت.

تم نے تو مجھے زندہ دفن کر دیا، اس قدر صبر کیوں نہ کیا کہ میں مر جاتا۔

یعنی شاگرد کی کتاب کے بعد استاد کی کتاب دب جائے گی، اور اس کی کوئی خاص وقعت باقی نہیں رہے گی، ایک استاد اپنے شاگرد کی ہمت افزائی اور قدر دانی کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا جملہ کہہ سکتا ہے، امام غزالی بڑی آن بان کے ساتھ

رہتے تھے، ان کی علمی شان پورے عالم اسلام میں مسلم تھی ۴۸۴ھ میں بغداد گئے، اور اس وقت کی مشہور عالمی درسگاہ مدرسہ نظامیہ کے مدرس ہوئے، اور بڑے بڑے ائمہ دین کو درس دیا۔

پھر دل کی دنیا بدلی، اور ظاہری شان وشوکت بے حقیقت نظر آنے لگی، چناں چہ ذی قعدہ ۴۸۸ھ میں مدرسہ نظامیہ کی مدرسی اس عالم میں چھوڑی کہ:

ترك التدريس والرياسة ولبس الخام الغليظ ولازم الصوم وكان لاياكل الا من اجرة النسخ وحج.

مدرسی کے ساتھ رئیسانہ ٹھاٹھ چھوڑا، اور موٹے کپڑے پہنے، اور ہمیشہ روزہ رکھنے لگے، اجرت پر کتابت کرتے اور اسی سے کھاتے تھے، اور اسی عالم میں حج ادا کیا۔ (کتاب المنتظم)

واپسی پر بیت المقدس میں جم کر بیٹھے اور دنیائے انسانیت کی مشہور کتاب احیاء العلوم تصنیف فرمائی۔

حج کے بعد احیاء العلوم کی تصنیف بڑی معنی خیز ثابت ہوئی، اور اس سے معرفت وحقیقت کے انوار واسرار کھلے۔

حج درحقیقت دلوں کے دروازے کھول دیتا ہے، اور نیکوں اور دیانت داروں کو نیک سے نیک تر اور دیانتدار سے دیانتدار تر بنا دیتا ہے۔

ابوجعفر محمد بن علی بن محمد، ہمدانی مقدم الحاجؒ

حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن محمد متوفی ۵۱۷ھ رحمۃ اللہ علیہ ہمدان کے رہنے والے تھے، آپ کا لقب "مقدم الحاج" یعنی حاجیوں کے مقادم ومنتظم، آپ ہمدانی حجاج کے منتظم ومنصرم تھے، اور ان کے سفر حج وزیارت کے تمام کاموں کی نگرانی فرماتے تھے، اور اپنے اہتمام میں حجاج کے قافلے لے جاتے تھے، حج، زیارت کراتے اور واپس لاتے۔

آپ کے حال میں علامہ ابن جوزی نے کتاب المنتظم میں لکھا ہے:

یلقب بمقدم الحاج حج کثیرا وکان یقرء القرآن بصوت طیب ویختم فی مسجد رسول الله ﷺ ختمة فی کل سنة فی لیلة واحدة قائما فی الروضة.

آپ کا لقب مقدم الحاج تھا، آپ نے بہت زیادہ حج ادا فرمائے، اور نہایت پیاری آواز سے مسجد نبوی شریف میں روضۂ جنت میں کھڑے کھڑے ہر رات ایک ختم قرآن پڑھتے تھے، ہر سال آپ کا یہی معمول تھا۔

(کتاب المنتظم ج۹ ص ۲۴۸)

حضرت ابوجعفر ہمدانی کے حجاج کرام کی مقدمی کس قدر بابرکت تھی، کہ سال بسال ان کو حج وزیارت کی سعادت اس پاکیزہ انداز میں نصیب ہوتی تھی، جس پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے، کس قدر پاکیزہ جذبہ تھا، اور کتنا مقدس کام تھا۔

ان کے مقابلہ میں آج کل کے حاجیوں کے دلالوں کو دیکھیے کہ ان کی نیت کس قدر خراب ہوتی ہے، یہ لوگ بھی سال بسال حجاج کا قافلہ بنا کر جاتے ہیں، اور کسی معلم سے سودا بازی کر کے اپنی دلالی کے پیسے لے لیتے ہیں، اور معلم حاجیوں کو بکا ہوا سودا سمجھ کر ان کے ساتھ بے مروتی کا برتاؤ کرتا ہے، آج کل کے مقدم لوگ آتے جاتے خود بھی چوری سے مال لے جاتے اور لاتے ہیں، اور اپنے ساتھ کے حاجیوں سے بھی اپنا یہ کام لیتے ہیں، اس طرح خود بھی ذلیل اور رسوا ہوتے ہیں اور بیچارے حجاج کو بھی ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے ملک میں بھی ایسے دلالوں اور کمیشن لینے والوں کی کمی نہیں ہے، حجاج کرام کو ان کی میٹھی باتوں میں نہیں آنا چاہیے، اور اپنی مرضی سے معلم کا انتخاب اور قافلہ کا انتظام کرنا چاہیے۔

محمد بن محمد عمر دمشقیؒ

حضرت محمد بن محمد بن عمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شمس الدین ہے، آپ نے تمام علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے گاؤں بیت الدیار میں خطابت کا عہدہ سنبھالا اور عوام کو اپنے وعظ و خطابت سے دین کی باتیں بتاتے رہے۔

آپ کی زندگی کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ:

وحج مراراً .

آپ نے بار بار حج فرمایا۔ آپ بڑے خلیق اور بامروت بزرگ تھے،

رمضان ۷۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

(الدرر الکامنہ ج ۴ ص ۲۰۴)

آپ پڑھنے کے بعد اپنے وطن ہی میں دینی خدمت کرنے لگے، اور باہر نکلنا نصیب نہیں ہوا، مگر اللہ کے داعی نے پکارا تو ایک دم گھر سے نکل کر حرمین شریفین پہونچ گئے، حضرت محمد بن محمد دمشی کی طرح کتنے ایسے بانصیب مسلمان ہیں جو زندگی بھر گھر سے باہر نہیں نکلتے ہیں، مگر جب ان کا مقدر بیدار ہوتا ہے تو ان کو مکہ اور مدینہ پہونچا دیتا ہے، حالاں کہ ظاہری سامان کچھ نہیں ہوتا اور کوئی امید نہیں ہوتی کہ یہ شخص کبھی مکہ مدینہ جانے کی قوت بھی پا سکتا ہے، اور اس کے پاس اتنی وسعت بھی ہوسکتی ہے، مگر یہ فضل خداوندی جس پر ہونے والا ہوتا ہے ہوکر رہتا ہے۔

حضرت امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری مدنیؒ

حضرت امام حافظ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب قریشی زہری مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ تابعین کرام میں بڑے اونچے درجہ کے عالم دین ہیں، ان کے زمانہ میں بڑے بڑے صحابہ اور تابعین تھے، ان سے علم حاصل کیا۔

ابوالزناد کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابن شہاب زہری کے ساتھ ساتھ علماء کے گھروں کا چکر کاٹا کرتے تھے، امام زہری خود کہتے ہیں کہ میں امام سعید بن مسیب

کی خدمت میں آٹھ سال بیٹھا ہوں، نیز فرماتے ہیں کی میری طرح کسی نے نہ علم کی طلب میں صبر سے کام لیا ہے، اور نہ ہی میری طرح کسی نے اسے عام کیا ہے، جس بات کو میں نے اپنے دل میں رکھ لیا اسے کبھی نہ بھولا، بے نیازی کا حال یہ تھا کہ عمرو بن دینار کے بیان کے مطابق امام زہری کے سامنے درہم و دینار ایسے تھے جیسے چوپایوں کی مینگنی ہوتی ہے، آپ نے دسیوں صحابہ کو دیکھا تھا، اور ''فقہاء سبعہ'' کا سارا علم جمع کرلیا تھا، اپنے گھر کے اندر اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ چاروں طرف سے کتابوں کا ڈھیر ہوا کرتا تھا۔

حضرت ابن عیینہ کا بیان ہے:

مررت علی الزهری وهو جالس علی سارية عند باب الصفا فجلست بین یدیه فقال یاصبی قرأت القران قلت بلی ، قال تعلمت الفرائض قلت بلی ، قال کتبت الحدیث قلت بلیٰ وذکرت له اسحاق الهمد اني قال ابو اسحاق استاذ.

میں ایک دن امام زہری کے پاس گیا، آپ باب الصفا کے پاس ایک ستون سے لگ کر بیٹھے تھے، میں ادب سے سامنے بیٹھ گیا، تو انھوں نے دریافت کیا کہ بچے! تم نے قرآن پڑھ لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا فرائض کو بھی سیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا حدیث بھی لکھی ہے؟ میں نے کہا ہاں، حدیث کے سلسلہ میں میں نے ابو اسحاق ہمدانی کا نام لیا تو فرمایا ابو اسحاق حدیث کے استاذ ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۰۶)

حضرت ابن شہاب زہری نے حج کے زمانہ میں بھی علمی زندگی کے کارناموں کو جاری رکھا اور حرم میں بیٹھ کر بچوں تک سے علمی گفتگو کی اور امتحان کے طور پر ان سے سوالات کیے۔

آج بھی باب الصفا کے آس پاس ان قدوسیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور حرم محترم میں اہل علم پڑھتے پڑھاتے اور علمی مذاکرہ کرتے رہتے ہیں، امام زہری رمضان ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے۔

امام محمد بن مسلم صالحی دمشقیؒ

ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن مسلم بن مالک زینی صالحی حنبلی متوفی ۷۲۶ھ رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے قاضی القضاۃ تھے، ۶۶۲ھ میں پیدا ہوئے ۶۶۸ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا محتاجی کے عالم میں آپ نے یتیمی کی زندگی بسر کی، علم حدیث، فقہ، فتویٰ، اور عربی ادب کے ماہر تھے، صفر ۷۱۶ھ میں قاضی تقی الدین سلیمان کی وفات پر ان کی جگہ قاضی مقرر کیے گئے، مگر آپ نے پہلے یہ شرطیں منظور کرالیں کہ ریشمی خلعت نہیں پہنیں گے، اور شاہی سواری کے ساتھ نہیں چلیں گے، جب دار السعادہ میں قضاء کی خلعت آپ کو پہنائی گئی تو وہاں سے پیدل چل کر جامع دمشق آئے، اس وقت آپ کے جلو میں اشراف واعیان کا گروہ پیدل چل رہا تھا، جب جامع دمشق میں آپ کی نامزدگی کا پروانہ پڑھ کر سنایا گیا تو آپ نے خلعت

اتار کر مقام صالحیہ کی راہ لی، جو دمشق کی ایک پاکیزہ بستی ہے، اور جہاں شام کے اولیاء کا مرکز ہے۔

پوری زندگی علم دین کی اشاعت اور اس کی خدمت میں بسر کی، اچھے برے حالات آئے، مگر آپ کی چال ڈھال میں کوئی فرق نہیں آیا، امام ابوعبداللہ صالحی تین بار صحت وسلامتی کے ساتھ حج فرما کر واپس ہوئے۔

وحج ثلاث مرات . آپ نے تین بار حج ادا کیا۔

مگر چوتھے حج سے واپس نہ ہو سکے، اور دمشق کے علم وفضل کی یہ مٹی جنت البقیع میں مل گئی، یہ واقعہ ابن رجب حنبلی کے الفاظ میں سنیے:

ثم حج رابعة فتمرض فى طريقه بعد رحيلهم من العلى فور دالمدينة المنورة يوم الاثنين ثالث عشر ذى القعده سنة ست و عشرين وسبع مائة وهو ضعيف ،فصلى فى المسجد ثم سلم على النبى ﷺ وكان بالاشواق الى ذلك من مرضه ،ثم مات عشية ذلك اليوم، وقيل من اواخر الليلة المقبلة وصلى عليه بالروضة ودفن بالبقيع شرقي قبر عقيل رضى الله عنه وتاسف أهل الخير لفقده رحمه االله تعالىٰ.

جب آپ نے چوتھی مرتبہ حج کیا تو راستہ ہی میں مقام علیٰ کے کارواں کے کوچ کرنے کے بعد بیمار پڑے، اور بروز دوشنبہ ۲۳/ ذی قعدہ ۷۲۶ھ کو ضعف و

مرض کی حالت میں مدینہ منورہ پہونچے، ذوق وشوق کی بے تابی اور عشق رسول کی بے قراری کا یہ حال تھا کہ اسی عالم میں مسجد میں جاکر نماز ادا کی، اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا، پھر اسی دن شام ہوتے ہوتے اللہ کو پیارے ہوگئے، ایک بیان کے مطابق آپ کی وفات دوسری رات کے ختم ہوتے ہوتے ہوئی، بہر حال روضۂ جنت میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی، اور جنت البقیع میں عقیل رضی اللہ عنہ کے مزار کے مشرقی جانب دفن کیا گیا، اور آپ کے کھوجانے پر ارباب خیر وصلاح نے سخت افسوس کیا۔ (طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۳۸۱)

حضرت امام شمس الدین صالحی جیسے مریض محبت کا سنبھالا، قابل رشک ہے، دمشق سے چلے تو نسیم باغ طیبہ نے مژدۂ رنگ و بو سنایا، اور بیقراری و بیتابی منزل اعلیٰ تک پیچھے پیچھے چلی مگر قرب مدینہ نے اسے آگے کیا، اور مدینہ کا بیمارِ محبت بیقراری و بیتابی کی قیادت میں مدینہ آیا، بس کیا تھا؟ عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ گیا، اور روح مقید کا طائر چھوٹ کر سدرۂ مدینہ پر جا بیٹھا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام ابوبکر محمد بن منصور سمعانی مروزیؒ

حضرت امام حافظ ابوبکر محمد بن ابو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار تمیمی، سمعانی، مروزی متوفی صفر ۵۱۰ھ رحمۃ اللہ علیہ کتاب الانساب کے مصنف امام ابو سعید سمعانی کے دادا ہیں، بڑے زبردست امام حدیث اور یکتائے دہر عالم دین ہیں، احادیث کی اسانید میں ان کا کوئی شریک نہ تھا، انھوں نے تحصیلِ علم کے لیے

جو اسفار کیے، ان میں حرمین شریفین کو نمایاں شان حاصل ہے، وعظ کی مجلس میں استاد کے ساتھ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے محفل وعظ میں پرزہ دیدیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ فوراً سندوں کو وضع کرلیا کرتے ہیں، اس پرزہ کو دیکھ کر اسی منبر وعظ پر آپ نے ''من كذب عليّ متعمداً'' والی حدیث کو نوے سے زیادہ طرق واسانید سے بیان فرمادیا، اور چیلنج کیا کہ اگر کوئی اسانید کا عالم ہے تو اس سے کہو کہ ان احادیث کو اسانید کے ساتھ اس طرح لکھے کہ ایک دوسرے میں خلط ملط کردے، اور درمیان سے کچھ راویوں کو ساقط کردے، اگر میں ایک ایک سند کی تصحیح وتحقیق نہ کردوں تو اس کا دعویٰ درست ہے، لوگوں نے وہیں امتحان کے لیے ایسا کہا، اور آپ نے تمام اسانید کے نام اپنی اپنی جگہ رکھ دیے، اسی دن آپ نے اپنی مجلس کے قراء اور طلباء کے لیے لوگوں سے رقم طلب کی تو اسی وقت ایک ہزار دینار تقریباً پانچ سو روپیہ جمع ہوگیا۔

امام ابوبکر سمعانی اور ابوطاہر سلفی نے ایک ساتھ حج کیا، عین موسم حج میں امام ابومکتوم عیسیٰ بن ابوذر سے ملاقات ہوگئی، مگر ان دونوں صاحبوں کی ذرا سی سستی کی وجہ سے وہ بارہویں کے نفر اول منیٰ سے نکل کر سیدھے اپنے وطن ''سراۃ بنی شبابہ'' چلے گئے، جس کی وجہ سے ابوبکر سمعانی اور ابوطاہر سلفی میں سے کوئی بھی ان سے سماع نہ کرسکا، ابوبکر سمعانی کو غم ہوا مگر ابوطاہر سلفی نے سمجھایا کہ ابومکتوم عیسیٰ بن ابوذر کے پاس صحیح بخاری کے سوا کوئی کتاب نہیں تھی، اور بخاری شریف کی سند میں

آپ اور وہ دونوں برابر ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص۶۲)

منیٰ کے مقدس میدان میں عالم اسلام کا نچوڑ جمع ہو جاتا ہے، اور ایام حج میں دنیا بھر کے اربابِ خیر و برکت مشاعر مقدسہ میں رہتے ہیں، تلاش کرنے والے ان کو پاتے ہیں، اور اکتسابِ فیض وخیر کرتے ہیں، الحمد للہ کہ ہمیں بھی ایامِ منیٰ میں اپنی قیام گاہ میں جمرۃ اولیٰ اور جمرۃ ثانیہ کے مابین دمشق اور مدینہ منورہ وغیرہ کے بزرگوں سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

''لیالی منیٰ'' اپنے اندر بڑی خیر و برکت رکھتی ہیں، اور ان کے بڑے فضائل و مناقب ہیں، غالباً امام ملا علی قاری کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے، جس کا نام ''بغیۃ المنیٰ فی لیالی المنیٰ'' ہے، ان راتوں اور دنوں میں اربابِ علم وفضل کی ملاقات و معیت سونے پر سہاگہ ہوتی ہے، خیر و برکت کے یہ دن اور یہ راتیں بڑی قیمتی ہوتی ہیں، ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

امام ابو محمد بن نصر حجازی بغدادیؒ

ابو محمد عبد اللہ بن نصر حجازی بغدادی متوفی ربیع الاول ۴۸۰ھ رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست عابد و زاہد اور باخدا بزرگ تھے، امام ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابو محمد عبد اللہ بن نصر حجازی نے حدیث کی تحصیل کے بعد عباد و زہاد کی مجلس اٹھائی، اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں تفقہ حاصل کیا، اسی طرح آپ حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ زہد و عبادت میں یکتائے زمانہ ہوئے، آپ نہایت معمولی اور سادی زندگی

بسر کرتے تھے، اور اکثر و بیشتر اوقات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔

وكان خشن العيش متعبداً .

آپ نہایت متقشف عبادت گذار تھے۔

اسی بزرگی اور زہد وتقویٰ کے تقاضے پر آپ نے ایک دو نہیں بلکہ متعدد حج پاپیادہ فرمائے اور قدم قدم پر رحمتِ الٰہی سے مستفیض ہوئے۔

وحج على قدميه بضع وعشر حجة .

آپ نے پا پیادہ دس سے زائد حج ادا فرمائے۔

(طبقات الحنابلہ ج ا ص ۴۹)

پیدل حج کے لیے جانے کی بڑی فضیلت آئی ہے، اور اس راہ کے ہر ہر قدم پر نیکیاں ملتی ہیں، اس لیے بہت سے اربابِ دل پیدل حج کے لیے نکلا کرتے تھے، بل کہ ان کا بس چلتا تو سر اور آنکھ کے بل کوئے جاناں کی طرف چلتے، بہت سے حضرات نے مکہ مکرمہ سے منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور دوسرے مشاعر محترمہ کا پیدل سفر کیا ہے، مگر یہ اسی وقت مناسب اور بہتر ہے جب کہ حالات اس کی اجازت دیں، صحت پر اعتماد ہو، راستہ کی دشواریوں پر قابو پانے کی طاقت ہو، اور ہم سفر ہوں، ان باتوں کا لحاظ کیے بغیر پیدل حج کے لیے جانا خواہ مکہ مکرمہ کی مقدس بستی سے منیٰ اور عرفات کی طرف کیوں نہ ہو کسی طرح مناسب نہیں ہے، جو لوگ دور دراز ممالک سے حج کے لیے پیدل نکل پڑتے ہیں اور راستہ میں بھیک مانگتے ہیں اور اپنی بزرگی کا پروپیگنڈہ کر کے روپیہ پیسے جمع کرتے ہوئے چلتے ہیں، وہ درحقیقت حج وزیارت

کی عظمت واہمیت سے زیادہ اپنی غرض کو اہمیت دیتے ہیں، حج کی فرضیت کے بعد اس طرح کا سفر کرنا ادائیگی میں تاخیر اور فوت کے خطرہ کا باعث ہے۔

ابونصر محمد بن ہبۃ اللہ بندنیجیؒ

امام ابونصر محمد بن ہبۃ اللہ بندنیجی شافعی متوفی ۴۹۵ھ رحمۃ اللہ علیہ ضریر یعنی نابینا تھے، اپنے وقت کے زبردست شافعی امام حضرت ابواسحاق شیرازی سے علم حاصل کیا تھا۔

و مضى الى مكة فأقام فيها مجاورا بها أربعين سنة متشاغلا بالعبادة و التدريس والفتيا و رواية الحديث.

(المنتظم ج۹ ص ۱۳۳)

آپ مکہ مکرمہ چلے گئے، اور وہاں مجاورت اختیار کر کے چالیس سال تک عبادت، درس وتدریس افتاء اور روایتِ حدیث میں زندگی بسر کی۔

کہاں خراسان کا علاقہ اور کہاں حجاز مقدس کی سرزمین؟ مگر اس نابینا روشن ضمیر عالم دین کی بصیرت نے اس دوری کے طے کرنے کی راہ پالی، اور دو چار سال نہیں، چالیس سال تک رات دن حرم محترم کی مقدس فضا میں عبادت وریاضت، درس وتدریس، اور قال اللہ وقال الرسول کے پاک شغل میں زندگی گزار دی۔

ایسے نابینا اہل دل کی بصیرت پر بے شمار اہل چشم کی بصارت قربان ہو، اللہ کرے ہماری آنکھیں حرم کے ان جلوؤں کو دیکھ سکیں، جن کی کشش نے نابینا حضرات کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔

امام محمد یحییٰ عدنی

حضرت امام حافظ سند ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عمرو بن ابوعمر عدنی متوفی ۲۴۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ویسے تو عدن کے رہنے والے ہیں، مگر بعد میں مکہ مکرمہ میں اللہ کے جوار میں زندگی بسر کرنے لگے تھے، اور مجاور مکہ بن کر اس مرتبہ کو پہونچے کہ ''شیخ الحرم'' کہلائے۔

اللہ تعالیٰ نے امام محمد بن یحییٰ عدنی کو بڑی لمبی عمر دی تھی، اور جوارِ حرم میں رہ کر نیکی کمانے کا خوب خوب موقع عطا فرمایا تھا، حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وعمر دهرا و حج سبعا و سبعين حجة وصار شيخ الحرم في زمانه وكان صالحا عابدا لا يفتر عن الطواف.

آپ نے بڑی لمبی عمر پائی تھی، ۷۷ مرتبہ حج ادا فرمایا اور اپنے زمانہ میں ''شیخ الحرم'' کے مرتبہ کو پہونچ گئے، نہایت صالح اور عابد تھے، طواف کرنے سے کبھی نہ چوکتے تھے۔

کس قدر بابرکت زندگی اور خوش نصیب درازیٔ عمر تھی کہ دس پانچ نہیں ۷۷ حج ادا کرنے کا موقع ملا، وہ بھی اس طرح کہ طواف کبھی بند نہ ہوسکا، طواف کی عظمت واہمیت کا اندازہ ان بزرگوں کے حالات سے ہوجاتا ہے کہ اسے کیا عظمت حاصل ہے، طواف جیسی اہم عبادت کو کس قدر زیادہ ادا کرنا چاہیے، اس کا جواب ایک اور راوی حسن بن احمد بن لیث ان الفاظ میں کرتے ہیں:

بلغني أنه لم يقعد عن الطواف ستين سنة .

(تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۷٦، ۷۷)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ امام محمد بن یحییٰ عدنی پورے ساٹھ سال تک طواف
سے تھک کر نہیں بیٹھے۔

تعالیٰ اللہ! کیا ہمت تھی اور عشق الٰہی کا کیا حصہ ملا تھا، ساٹھ سال تک اس
طرح طوافِ کعبہ کرنا کہ اس مدت میں کبھی اس سے محروم نہ ہونا، اربابِ عزیمت
عظیم الشان کارنامہ ہے، اور یہ ان ہی حضرات سے ہوسکتا ہے، جن کی زندگیاں اللہ
کے لیے ہیں، حجاج کرام ذرا سوچیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں پہونچ کر طواف کس مقدار
میں ادا کرتے ہیں، اور دوسرے غیر ضروری کاموں میں کتنا وقت ضائع کرتے ہیں
خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حج کے اعمال میں سب سے اہم عمل بیت اللہ شریف
کا طواف ہے۔

امام ابوزرعہ محمد بن یوسف کشیؒ

حضرت ابوزرعہ محمد بن یوسف بن محمد بن جنید کشی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ
مکان جرجان سے تین فرسنگ دور ''کش'' نامی گاؤں میں تھا، جو ایک پہاڑی پر وا
تھا، آپ نے علمِ حدیث کی تعلیم جرجان میں حاصل کر کے خراسان کا سفر کیا، اس
طرح نیساپور، سرخس، رے، ہمدان، بغداد اور مکہ مکرمہ مین جا کر علماء کی ایک بڑ
جماعت سے حدیث کا درس لیا، واپسی پر جرجان میں کچھ دنوں حدیث کا درس دیا

پھر بغداد چلے آئے، اور وہاں حدیث کا درس دیا، اس کے بعد بصرہ جا کر جامع بصرہ میں حدیث کا املاء کرایا۔

ثم انتقل الى مكة ، وحدث بها سنين الى أن توفي في سنة تسعين وثلث مائة . (تاريخ جرجان ص ٤١٢)

پھر بصرہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے، اور کئی سال تک درس حدیث دیا، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ ہی میں ۳۹۰ھ میں فوت ہو گئے۔

ساری زندگی امام ابوزرعہ محمد بن یوسف کشی علم کی تحصیل اور اس کی تبلیغ میں پھرتے رہے، مگر جب آخری وقت آیا تو ان کے نصیب میں مکہ مکرمہ کا پاک قبرستان تھا، سچ ہے، آدمی جس مٹی سے پیدا ہوتا ہے کسی نہ کسی بہانہ سے اسی میں جا کر ملتا ہے، آج بھی یہی ہوتا ہے، کہ جن کے مقدر میں مکہ مکرمہ کی آغوش ہوتی ہے، وہ اسی میں جا کر چھپ جاتے ہیں۔

امام محمد بن یونس کریمی بصریؒ

حضرت امام، حافظ، محدث بصرہ، ابوالعباس محمد بن یونس بن موسیٰ قرشی شامی بصری متوفی ۲۸٦ھ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علمائے دین سے تحصیل علم کی، تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی، فرماتے ہیں کہ میں نے صرف بصرہ کے اساتذہ میں سے گیارہ سو چھیاسی (۱۱۸٦) حضرات سے حدیث لکھی ہے۔

وحججت فرأيت عبد الرزاق وفاتني السماع منه.

(تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۵)

میں نے جب حج کیا تو امام عبد الرزاق کو دیکھا مگر میں ان سے حدیث کا سماع نہ کر سکا۔

ہمارے علماء تحصیل علم کے شدید حریص ہوتے ہوئے بڑے بڑے علماء و محدثین کو ایام حج میں پانے کے باوجود ان کی شاگردی سے محروم رہے، بظاہر اس کے سوا کیا وجہ ہو سکتی ہے، کہ وہ مناسکِ حج اور طواف اور عبادت میں اس قدر مشغول رہتے تھے کہ دوسری باتوں کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی تھی، اور جذب و گم شدگی کی حالت میں رات دن کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے، اور اس مقدس ماحول میں ہمہ تن مصروفِ عبادت رہتے تھے، اگر اس قدر محویت کا عالم نہ ہوا کرتا تو علمائے اسلام کسی بڑے عالم کو پا کر اس سے استفادہ کیے بغیر نہیں رہتے، اللہ کے گھر میں پہونچ کر یہ محویت بڑی ہوش مندی کی بات ہے، اور ایسے ہی حضرات یہاں سے خوش بختی اور خوش نصیبی کی دولت لے جاتے ہیں۔

محمود بن احمد جمال الدین بخاری حصیریؒ

حضرت شیخ جمال الدین محمود بن احمد بخاری حصیری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ''تاجر'' کے نام سے مشہور تھے۔

وكان ساكنا بمحلة يعمل فيها الحصير.

آپ کے والد بخارا کے ایک محلّہ میں رہا کرتے تھے، اور وہیں چٹائی بنایا کرتے تھے۔

اس چٹائی بنانے اور بیچنے والے کا بیٹا محمود علم وفضل کے اس مقام کو پہونچا کہ:

انتهت اليه رياسة المذهب فی زمانه .

ان کے زمانہ میں ان ہی کی ذات پر مذہبِ حنفی کی سیادت وسرداری ختم تھی۔

نیسا پور، حلب، شام وغیرہ میں گھوم گھوم کر حدیث کا درس لیا، اور خود بھی درس و تدریس کا کام کیا، اور فتویٰ دیا، اس کے ساتھ ساتھ حج بھی ادا فرمایا، آپ کی وفات ۸/صفر ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ (الفوائد البہیہ)

ذرا غور کرو! چٹائی بنانے اور بیچنے کے کام میں اہل دل کے لیے جس قدر خیر و برکت ہوتی ہے، کہ امام محمود بن احمد بخاری کے والد نے اسی آمدنی سے ان کو اتنی زبردست تعلیم دی کہ وہ اپنے زمانہ میں احناف کے سب سے بڑے عالم بن گئے، پھر اسی کام کی خیر و برکت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے پاک کمائی سے حج بھی ادا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ جن کو توفیق دیتا ہے، وہ معمولی معمولی کاروبار کرنے کے باوجود حج وزیارت کی دولت پا جاتے ہیں، اور جن کو توفیق نہیں ہوتی، وہ بڑی بڑی تجارت

کے مالک ہوتے ہوئے بھی اس نعمت سے محروم ہی اٹھتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ
چھوٹے چھوٹے پیشوں میں جس قدر دین داری، ایمان داری، سکون قلب اور
اطمینانِ روح ہوتا ہے، اس کا تصور بھی بڑی بڑی تجارتوں میں نہیں ہوسکتا، یہ وجہ
ہے کہ آج بھی اسی طبقہ کے حضرات حج اور دوسرے نیک کاموں میں آگے آگے
ہوتے ہیں، اور وہ ہر اسلامی مظاہروں میں بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

محمود بن امام فخر الدین رازیؒ

آپ حضرت امام فخر الدین رازیؒ کے صاحب زادے ہیں، باپ کی نگا
علم وفضل نے بیٹے کو علم وفضل کے بہت بلند مقام پر کر دیا تھا، امام صاحب کے بع
ان کے صاحب زادے محمود باپ کے جانشین ہوئے۔

جس وقت محمود حجاز مقدس کے سفر کا عزم کر کے نکلے ہیں، تو راستہ کے تما
شہروں کے اہل علم وفضل واعیان واشراف آپ کے استقبال کے لیے نکلے، اور ہ
جگہ آپ کو محبت وعظمت سے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

وعزم سفر الحجاز و خرج من هراة ولماوصل الى بسطا
أكرمه أهلها لمحبتهم با لعلماء سيما أولا دالإمام فأقا م هنا ا
بحرمة وا فرة. (الفوائد البهية)

آپ سفر حجاز کے ارادے سے ہرات چلے، جب آپ بسطام پہو
تو وہاں کے باشندوں نے آپ کا بہت شاندار استقبال کیا، اور آپ کی بڑی تعظیم

توقیر کی، کیوں کہ وہ لوگ علماء خاص طور سے امام فخر الدین رازی کی اولاد سے بڑی محبت کرتے تھے، بہر حال محمد بن ابو بکر رازی وہاں چند دنوں نہایت ہی احترام کے ساتھ رہے، پھر آگے بڑھے۔

بڑوں اور بزگوں کی اولاد اگر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہوتی ہے تو اس کی بھی قدر و منزلت قائم رہتی ہے، اور دنیا اس کو بھی اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتی ہے، اگر بڑوں اور بزگوں کی اولاد نا خلف ہوتی ہے، تو اسے بہت ہی ذلیل ہونا پڑتا ہے، اور کہیں اس کی پوچھ نہیں ہوتی، آج کل دیکھو کہ علماء اور بزرگوں کی اولاد کس درجہ غیر ذمہ دار ہوتی ہے، جس کی وجہ سے علم و فضل کی رسوائی ہوتی ہے۔

امام فخر الدین رازی کے صاحبزادے حضرت امام محمود رحمۃ اللہ علیہ اگر اپنے والد کی طرح نہ ہوتے تو دنیا ان کا اس قدر احترام نہ کرتی۔

یہ بھی دیکھو کہ سفر حج کی مقدس ساعتیں کس طرح اچھے لوگوں کی اچھائیوں کو اجاگر کیا کرتی ہیں اور اللہ کی مخلوق پر ان کے علم و فضل کو کھول دیتی ہیں، یہی حال برائیوں کے بارے میں بھی ہے، جو لوگ حج کے لیے نکلنے کے باوجود برائیوں سے باز نہیں آتے، یہ سفر ان کو بھی دنیا کے سامنے ان ہی کے رنگ میں پیش کر دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے گھر جانے کے لیے کچھ انتظام و اہتمام کرنا چاہیے تا کہ اللہ کے مہمان کا ہر جگہ شاندار استقبال ہو۔

امام مروان بن معاویہ کوفیؒ

حضرت امام، حافظ، محدث ابوعبداللہ مروان بن معاویہ بن حارث بن اسماء بن خارجہ بن حصین فزاری کوفی متوفی ۱۹۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ویسے تو کوفہ کے رہنے والے تھے، مگر بعد میں مستقل طور سے مکہ مکرمہ میں رہنے لگے تھے، اس کے بعد دمشق میں سکونت اختیار کی اور "نزیل مکہ ودمشق" کہلائے۔

بہت بڑے حافظ الحدیث اور ثقہ محدث ہیں، آپ کو اپنی تمام حدیثیں زبانی یاد تھیں، گلی کوچوں میں گھوم گھوم کر محدثین وشیوخ سے علم چنتے تھے۔

وقیل کان فقیراً معیلاً فکان یبرونہ۔

آپ بالکل مفلس اور فقیر تھے، لوگ آپ کی مالی امداد کیا کرتے تھے۔

صحیح علمائے دین دنیاوی اعتبار سے بہت گئے گذرے ہوتے ہیں، اور کسی سے سوال کرنا علم دین کی اور اپنی توہین سمجھتے ہیں، خود فاقوں پر فاقے کرتے ہیں، بال بچے بھوکے مرتے ہیں، مگر غیرتِ اسلامی اور حمیتِ دینی کی وجہ سے کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتے، ایسے علماء کو تلاش کر کے ان کی مدد کرنا اور ان کی ضروریات کا پورا کرنا عامۃ المسلمین کے لیے ضروری ہے، اور اس میں ان کی سعادت مندی ہے۔

حضرت امام مروان بن معاویہ کی زندگی تنگ دستی اور افلاس میں گذری اور موت فقر وفاقہ کے ساتھ غربت ومسافرت میں ہوئی۔

قیل مات فجاۃ بمکۃ فی عشر ذی الحجۃ سنۃ ثلاث و تسعین و مائۃ. (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۷۲)

آپ کی وفات ناگہانی طور پر مکہ مکرمہ میں عین دسویں ذی الحجہ ۱۹۳ھ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے غیرت مند بندے کی وفات کس شانداری سے دی اور ان کے مرتبہ کو کس قدر بلند کیا کہ نہ بیمار پڑے، نہ دوا علاج کے لیے روپیہ پیسہ کی ضرورت پڑی اور خدا کے جوار میں عین دسویں ذی الحجہ کو وفات ہوگئی، جب کہ اللہ کی بے شمار مخلوق منیٰ اور عرفات و مزدلفہ میں مصروفِ عبادت تھی، اور اللہ کی رحمت اپنے بندوں کے لیے ہمہ تن انتظار تھی، اللہ تعالیٰ ایسے مرنے والوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دیتا ہے، اوران کو اپنے الطاف سے نوازتا رہتا ہے۔

حضرت امام مسروق بن اجدع کوفیؒ

حضرت امام ابوعائشہ مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی متوفی ۶۳ھ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی، حافظ الحدیث اور زبردست فقیہ ہیں، آپ کے والد اپنے زمانہ میں اہل یمن کے مشہور شہ سوار تھے، مشہور بہادر اور پہلوان حضرت عمرو بن معدی کربؓ آپ کے ماموں ہیں، حضرت مسروق کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا فخر حاصل ہے، آپ کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کرام کو بہت ہی قریب سے دیکھا اور جانچا ہے، میں نے ان کو امتِ محمدیہ میں دل کے اعتبار سے

بہت ہی پاکیزہ، علم کے اعتبار سے بہت ہی گہرا، اخلاق کے اعتبار سے بہت ہی اونچا اور تکلف کے اعتبار سے بہت ہی کم پایا ہے۔

آپ نے صحابۂ کرام میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابن مسعودؓ، اور حضرت ابی رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا ہے، امام شعبی کا بیان ہے کہ طالب علم میں ان سے زیادہ کوشش کرنے والا میں نے کسی کو نہیں پایا، مشہور تابعی قاضی حضرت شریح سے فتوی میں بہت آگے تھے، اور قاضی شریح آپ سے فتاوی اور قضایا میں علمی اور دینی مشورہ لیا کرتے تھے، آپ علم کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی بہت آگے تھے۔

عن امرأة مسروق أنه كان يصلي حتى يتورم قدماه.

حضرت مسروق کی بیوی کا بیان ہے کہ آپ اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ دونوں قدم سوج جاتے تھے۔

کسی آدمی کے خاص خاص حالات اور گھریلو معاملات اس کی عورت سے زیادہ کون جان سکتا ہے، حضرت مسروق کی بیوی کا یہ بیان آپ کی زندگی کا آئینہ ہے، جس میں آپ کے علم و فضل کی تصویر اپنے خدوخال کے ساتھ موجود ہے، جب امام مسروق حج کو گئے، تو آمد و رفت اور قیام کے پورے زمانہ میں اسی طرح اطاعتِ الٰہی کی کہ سجدہ کے علاوہ کبھی کسی کروٹ سوئے تک نہیں۔

چنانچہ ابو اسحاق کا بیان ہے کہ:

حج مسروق فما نام الا ساجدا حتی رجع .

(تذکرة الحفاظ ذهبی ج ۱ ص ٤٧ طبع حید رآباد دکن)

امام مسروق حج کو گئے تو واپسی تک صرف سجدے کی حالت میں سوئے۔

حج وزیارت کی راہ میں اس شان کا سفر اور اس شان کا قیام ان ہی بزرگوں کا حصہ ہے، جن کی مقدس زندگیاں پہلے ہی خوگر تسلیم و رضا ہوتی ہیں، حضرت مسروق حج کے پہلے بھی شب بیداری اور عبادت کرتے تھے، اور یہی عادت حج کے زمانہ میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ رضائے الٰہی کے لیے سونا اور آرام کرنا تک نا مرغوب ہوگیا، جو لوگ حج سے پہلے اپنی زندگی کو دینی بنا لیتے ہیں، ان کے حج کا کچھ اور ہی رنگ ڈھنگ ہوتا ہے، اور وہ کچھ اور ہی لذت پاتے ہیں۔

امام معافی بن زکریا نہروانیؒ

حضرت امام حافظ حدیث قاضی ابو الفرج معافی بن زکریا نہروانی متوفی ۳۸۸ھ رحمۃ اللہ علیہ علم وفنون میں ماہر تھے، ابن طراز کی نسبت رکھتے ہیں، فقہ میں امام محمد ابن جریر طبری کے مسلک پر چلتے تھے، خطیب کا قول ہے:

کان من أعلم الناس فی وقته با لفقه ، والنحو ، واللغة واصناف الأدب.

آپ اپنے زمانہ میں فقہ، نحو، لغت، اور علوم ادب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ امام معافی نے چھ بڑی بڑی جلدوں میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی ہے، جس میں اسرار ورموز اور عمدہ عمدہ فوائد ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کیا، میں منیٰ میں تھا، ایک منادی کو سنا جو یا ابا الفرج کہہ کر پکار رہا ہے، میں نے سمجھا کہ شاید یہ شخص مجھے پکار رہا ہے، پھر اس نے دوسری بار یوں آواز دی یا ابا الفرج المعافی بن زکریا اب کے میں نے جواب دینے کا ارادہ کرلیا، اتنے میں پھر اس نے تیسری یوں پکارا یا ابا الفرج المعافی بن زکریا النہروانی، اس پورے جملہ کو سننے کے بعد مجھے اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ یہ شخص مجھ ہی کو پکار رہا ہے، چنان چہ میں نے بڑھ کر جواب دیا تو اس نے کہا شاید آپ ''نہروان المشرق'' کے رہنے والے ہیں، میں نے کہا ہاں، اس نے کہا ہم تو نہروان الغرب کے ابو الفرج معافی بن زکریا نہروانی کو تلاش کر رہے ہیں، یہ سن کر میں نے اس اتفاقی واقعہ پر بہت زیادہ تعجب کیا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۰۳، ۲۰۴)

اندازہ لگاؤ کہ چوتھی صدی میں حجاج کی کثرت کا کیا عالم ہوتا تھا، اور منیٰ کے میدان میں اس زمانہ میں بھی کسی ایک آدمی کو تلاش کرنا کس قدر دشوار تھا، یہ جو آج کل منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں حجاج اپنا خیمہ بھول جاتے ہیں، یا راستہ نہیں پاتے اور پورے ایام منیٰ میں اپنے قافلہ سے بچھڑے رہتے ہیں یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے، اور اب تو پختہ راستوں اور حلقوں کے بن جانے سے بڑی آسانی ہوگئی

ہے، منیٰ کے میدان میں مسجد خیف مرکز بنائیے اور اس سے اپنے خیمہ کا نشان یاد رکھیے، اس طرح جب راستہ کی بھول ہوگی تو آسانی سے اپنا قافلہ مل جائے گا، جس طرح مکہ مکرمہ میں حاجی راستہ بھولے تو سیدھے حرم شریف کے اندر چلا جائے وہاں سے اسے اپنی قیام گاہ معلوم ہو جائے گی، یا کوئی نہ کوئی جان پہچان کا حاجی مل ہی جائے گا۔

امام معاویہ بن صالح حمصی اندلسیؒ

حضرت امام فقیہ ابوعمرو معاویہ بن صالح حضرمی حمصی متوفی ۱۵۸ھ رحمۃ اللہ علیہ ویسے تو شام کے شہر حمص کے رہنے والے تھے، مگر بنوامیہ کے زوال کے بعد عبدالرحمن بن معاویہ کے ہمراہ اندلس چلے گئے، جہاں عبدالرحمن نے اسلامی حکومت قائم کی، اور آپ نے عہدۂ قضا سنبھالا، اور ''قاضی اندلس'' کا لقب پایا، شام سے جانے کے بعد اندلس سے واپسی آخر عمر میں اس وقت ہوئی جب حج کے لیے آپ نے مشرق کا سفر کیا۔

حج في أواخر عمره .

آپ نے زندگی کے آخری ایام میں حج کیا۔

اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے کئی حضرات نے آپ سے موسمِ حج میں احادیث کی روایت کی۔

روى عنه الليث ، وابن وهب ، ومعن،و ابن مهدي ، واسد

بن موسیٰ، وابو صالح الکاتب صادفوه بمنیٰ.

لیث، ابن وہب، معن، ابن مہدی، اسد بن موسیٰ اور ابوصالح کاتب نے منیٰ میں آپ سے ملاقات کی اور حدیث کی روایت کی۔

اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے بعد زندگی کے دن پورے ہوگئے اور آپ حج کے بعد فوراً ہی فوت ہوگئے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

توفی بعد قضاء حجه سنة ثمان و خمسين و مائة.

(تذکرة الحفاظ ج ١ ص ١٦٦، ١٦٧)

حج کرنے کے بعد آپ ۱۵۸ھ میں فوت ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کس کس جگہ پر دین کا کام لیتا ہے، اور پھر ان کو اپنی جگہ پر واپس کر دیتا ہے، بنو امیہ کے زوال کے نتیجہ میں عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس میں پناہ لے کر وہاں اموی خلافت قائم کی تو اللہ تعالیٰ نے معاویہ بن صالح کو بھی ساتھ کر دیا کہ یہ وہاں کے دینی امور کی ذمہ داری سنبھالیں، پھر آخری عمر میں اللہ نے ان کو سفر حج کی آسانی فراہم کی تو مغرب سے مشرق آئے، یہاں عین حج کے موقعہ پر ایام منیٰ میں علماء نے آپ سے اکتسابِ علم کیا، اور پھر یہاں سے جاتے ہی آپ دنیا سے تشریف لے گئے، جیسے سب کام پورا ہو چکا تھا۔

امام معمر بن عبدالواحد قرشی اصبہانیؒ

حضرت امام ابو احمد معمر بن عبدالواحد بن محمد بن فاخر قرشی سمرقندی اصبہانی

متوفی ذی قعدہ ۵۶۴ھ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملک سے علم کے لیے سات مرتبہ بغداد کا سفر کیا، خود بغداد میں پڑھا اور اپنے بچوں کو بھی وہیں پڑھایا، بڑے بڑے علمائے اسلام آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ نے بھی مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی پاک بستی میں احادیث کا درس دینے کی سعادت پائی ہے۔

امام ابن جوزی کا بیان ہے:

سمعت بالمدينة النبوية منه . (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ١٠٦)

میں نے امام معمر سے مدینہ منورہ میں حدیث کا سماع کیا ہے۔

امام ابن جوزیؒ کی طرح اور کتنے طالبانِ حدیث نے آپ سے مدینہ منورہ میں درسِ حدیث کیا ہوگا، اور آپ کو زیادہ سے زیادہ سعادت مندی کی دولت ملی ہوگی۔

امام ابو معمر مفضل بن اسماعیل اسماعیلی جرجانیؒ

حضرت ابو معمر مفضل بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت امام ابو بکر اسماعیلی سے بہت زیادہ علم حاصل کیا، آپ کے والد حضرت امام ابو سعید اسماعیلی نے آپ کو اپنے ہمراہ لے کر علمی اسفار کیے، ہر ہر شہر کے علماء سے تحصیل علم کرائی۔

وحمله الى بغداد، ومكة في سنة أربع و ثمانين وثلث مائة وبقي هناك الى أن حج في سنة خمس وثمانين ورجع في سنة

ست و ثمانين الى جرجان ۔

آپ کو آپ کے والد ۲۸۴ھ میں بغداد اور مکہ مکرمہ لے گئے، آپ
۲۸۵ھ تک وہاں رہ کر حج ادا فرمایا، اور ۲۸۶ھ میں اپنے وطن جرجان کی طرف
مراجعت فرمائی۔

دیکھو کہ اس علمی سفر میں باپ نے اپنے بیٹے کو کہاں کہاں کی سیر کرادی
اور اپنی نگاہوں کے سامنے ان کے علمی اور دینی درجات طے کرائے، اسی سفر میں
بھی کرایا، کیوں کہ درحقیقت یہ علمی سفر حج کے بغیر مکمل نہ ہوتا، اور علم دین کی حقی
لذت کا صحیح احساس نہ ہوتا، اگر ان مقاماتِ مقدسہ میں آکر حج نہ کراتے۔

جو لوگ کسی بھی بہانے سے مقاماتِ مقدسہ کے قریب پہونچ کر بھی حج
زیارت سے محروم رہیں، وہ خدا کی بخشی ہوئی استطاعت سے فائدہ اٹھانے وا
نہیں، بلکہ کفرانِ نعمت کرنے والے ہیں۔

موسیٰ بن محمد تبریزیؒ

ابوالفتح موسیٰ بن محمد تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''مصلح الدین'' ہے، آپ
۶۶۹ھ میں پیدا ہوئے، آپ بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے، ۷۰۱ھ میں دمشق
علمی سفر کیا، پھر اپنے وطن تبریز جا کر دوسری بار ۷۲۶ھ میں دمشق آئے، اب
قاہرہ بھی تشریف لے گئے، اور ۷۳۳ھ میں حج و زیارت کی راہ میں فوت ہوئے۔

وتوفى فى العشرين من ذى الحجة سنة ثلث وثلاثي

وسبع بوادی بنی سالم من طریق الحجاز وهو قاصد زیارة قبر الرسول صلی الله علیه وسلم بعد اداء الحج .(الفوائد البهیه)

آپ ۲۰ ذی الحجہ ۳۴۷ھ میں حجاز کے راستہ میں وادی بنی سالم کے اندر فوت ہوئے، جب کہ آپ حج ادا کرنے کے بعد قبر پاک رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے جارہے تھے۔

کیا پاک موت ہے، ایک طرف حرم مکی کا سایہ ہے، دوسری طرف حرم مدنی کا سایہ ہے، اور درمیان کی منزل میں عاشق بیمار جان دے رہا ہے، اور دونوں حرم کی ہوائیں اس کی تیمارداری کررہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان عاشقان با صفا کی قبر پر پھول برسائے، اور ان کو کروٹ کروٹ رحمت سے نوازے، جنھوں نے راہ الفت میں مرنا سکھایا ہے۔

رحمهم الله أجمعين

امام موسیٰ بن ہارون بغدادیؒ

حضرت امام حافظ، حجت ابوعمران موسیٰ بن ہارون بن عبداللہ بن مروان بغدادی متوفی ۲۹۴ھ رحمۃ اللہ علیہ ''محدث العراق'' ہیں، علامہ ذہبیؒ نے ان کو حمال اور بزاز لکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بوجھ لانے لیجانے کا کام کرتے تھے، اور اسی مزدوری پر زندگی بسر کرتے تھے، پھر آگے چل کر آپ نے بزازی کا کام شروع کیا، اور کپڑے کی تجارت کھولی، ساتھ ہی علم حدیث میں اس مرتبہ کو پہونچے

کہ اپنے زمانہ میں حدیث پر تمام علماء سے اچھی گفتگو فرمایا کرتے تھے، چنان چہ حافظ عبد الغنی بن سعید کا قول ہے کہ حدیثِ رسول پر سب سے بہترین گفتگو کرنے والے اور اچھی رائے رکھنے والے علی بن مدینی اپنے زمانہ میں، موسیٰ بن ہارون اپنے زمانہ میں، اور دار قطنی اپنے زمانہ میں تھے۔

آپ کے بارے میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقيل كان موسىٰ كثير الحج يقيم ببغداد سنة ويجاور سنة . (تذكرة الحفاظ ج ٢ ص ٢١٨)

موسیٰ بہت زیادہ حج کرتے تھے، آپ کا اصول تھا کہ ایک سال بغداد میں رہتے اور ایک سال جوارِ رحمت میں سکونت کرتے۔

ایک حمال اور ایک بزاز کو اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت کی کتنی بڑی دولت سے نوازا تھا، علمی جلالتِ شان کا یہ عالم تھا کہ احادیث میں وہ اپنے زمانہ کا بہترین محدث و فقیہ مانا گیا، اور پھر اسے زہد و تقویٰ کی وہ زندگی ملی جو ایک سال تک بغداد میں علم کی تبلیغ و اشاعت کرتی اور ایک سال تک اللہ کے جوار میں رہ کر عبادت ریاضت میں مشغول رہتی، اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز صلاحیت اور استعداد ہے اور وسائل رزق اور ذرائع معاش انسان کے بننے بگڑنے میں کوئی مقام نہیں رکھتے۔

افسوس کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں نے پیشوں اور صنعتوں پر اپنی تقسیم کر ڈالی اور اپنی ''امتِ واحدہ'' کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں

میں بانٹ دیا، یہ تقسیم اسلامی زندگی کے سراسر خلاف ہے۔

امام ابوالمیامن مظفر جوسقی بغدادیؒ

ابولمیامن تقی الدین مظفر بن ابوبکر مظفر بن علی جوسقی بغدادی حنبلی، متوفی ۶۸۲ھ رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں سے ہیں جو حاجی کے لقب ہی سے مشہور ہیں۔ ابن رجب لکھتے ہیں:

ویعرف بالحاج. آپ ''حاجی'' کے خطاب سے مشہور ہیں۔

آپ رجب ۶۱۳ھ میں پیدا ہوئے، فقہ، اصول، خلافیات میں ماہر تھے، بحث و مناظرہ اور فتویٰ نویسی آپ کا خاص شغل تھا، ساتھ ہی بغداد کے ''مدرسہ بشریہ'' میں حنابلہ کو درس دیتے تھے، آپ کی علمیت اور جامعیت کا عالم یہ تھا کہ جب امام ابو حامد محمد بن مطرزیؒ بغداد سے مراغہ تشریف لے گئے اور وہیں لوگوں نے سوال کیا کہ بغداد میں ائمہ دین میں سے کون کون حضرات باقی رہ گئے ہیں تو امام ابوحامد مطرزی نے جواب میں فرمایا:

لم اعرف بها فاضلاً، فقيهاً، عالماً، بالاصول والفروع غير تقی الدين الجوسقی. (طبقات الحنابله ج۲. ص ۳۱۱، ۳۱۲)

امام تقی الدین جوسقی کے علاوہ بغداد میں آج کل میری نظر میں کوئی بھی فاضل، فقیہ، اصول وفروع کا عالم نہیں رہ گیا ہے۔

امام مطرزی کی یہ شہادت امام تقی الدین جوسقی کے علم وفضل کی امامت و

سیادت کے لیے کافی ہے، ۲۴؍ربیع الاول ۶۸۳ھ کی سنیچر کی شام کو تقی الدین فو
ہوئے، اور دوسرے دن صبح کو آپ کے جنازہ کی نماز اسی ''مدرسہ بشیریہ'' میں ادا
گئی، جہاں آپ درس دیا کرتے تھے، اور حضرت امام احمد بن حنبل کے مزار
پاس سپرد خاک کیے گئے۔

معلوم نہیں کہ آپ نے کتنے حج فرمائے تھے، یا کن حقوق آداب کے سا
یہ رسم ادا فرمائی تھی کہ آپ ''الحاج'' کے لقب سے مشہور ہو گئے، آج کل تو اس
کے دینی القاب وخطابات فیشن بن گئے ہیں۔

امام ابوالفتوح نصر بن احمد بن حصری ہمدانیؒ

حضرت ابوالفتوح نصر بن محمد ابو الفرج احمد حصری ہمدانی بغدادی متو
۶۱۸ھ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب برہان الدین ہے، آپ محدث، فقیہ، حافظ حدیث، ا
زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ادیب ہیں، رمضان ۵۳۶ھ میں
ہوئے، آپ کی زندگی کا جلی عنوان یہ ہے:

نزيل مكة وإمام حطيم الحنابلة بها.

آپ مقیم مکہ اور مسجد حرام میں مصلائے حنبلی کے امام تھے۔

زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ بغداد میں پڑھنے پڑھانے اور فیض پہونچا
میں بسر فرمایا، آخر میں مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار فرمائی، اور زہد و عبادت اور علم
فضل کی پاک زندگی کے بقیہ دن حرم پاک میں گذارے۔

ثم خرج من بغداد الى مكة سنة ثمان و تسعين وخمس مائة فاستوطنها وأم بها بالحنابلة وكان شيخاً، صالحاً، متعبداً.

(طبقات الحنابله ج۲ ص ۱۳۰)

پھر آپ ۵۹۸ھ میں بغداد سے مکہ مکرمہ چلے گئے، اور وہیں وطنیت اختیار کر لی، اور مصلائے حنبلی پر حنابلہ کی امامت کرنے لگے، آپ نہایت بزرگ، صالح اور عبادت گذار تھے۔

حرم شریف کی مجاورت کے ایام میں صیام و قیام اور مصلائے حنبلی کی امامت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا کرتا تھا اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ طواف اور عمرہ کی کثرت بھی رہا کرتی تھی۔

ابوالمظفر کا بیان ہے:

سمعت منه بمكة وكان متعبداً لايفتر من الطواف صالحاً ثقة

میں نے امام ابوالفتوح حصری سے مکہ مکرمہ میں حدیث کا سماع کیا ہے، وہ عبادت گذار بزرگ تھے، طواف سے خالی نہیں رہتے تھے، صالح اور ثقہ تھے۔

ابوالفرج بن حنبلی کا بیان ہے:

سمعت عليه جزءاً في المسجد الحرام وكان اماماً في علوم القرآن ومحدثاً، حافظاً، وعابداً.

میں نے ان سے مسجد حرام میں حدیث کے ایک جزء کا سماع کیا ہے، آپ

علوم قرآنی میں امام ہونے کے ساتھ حدیث کے حافظ اور عابد بھی تھے۔

رمضان المبارک کے مقدس ایام، وہ بھی حرم پاک کی مقدس فضا میں اپنے اندر بڑی خیر و برکت رکھتے ہیں، اور اس زمانہ میں عمرہ خاص عبادت کا درجہ رکھتا ہے، اور اس کا بڑا ثواب ہوتا ہے، حضرت ابو الفتوح برہان الدین حصری رمضان المبارک میں رات دن عمرہ کیا کرتے تھے، آپ کے رمضان میں عمرہ کا حال ایک بادشاہ کی زبانی سنیے، ''الملک المحسن احمد بن الملک الناصر صلاح الدین'' کا بیان ہے

مارأيت اعبد من البرهان بن الحصری كان يعتمر فی رمضان ثلاث عمرفی نهاره وثلاث عمر فی ليلة.

میں نے برہان الدین سے زیادہ عبادت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، رمضان شریف میں تین عمرے دن کو اور تین عمرے رات کو ادا فرمایا کرتے تھے۔

سوچو کہ امام برہان الدین حصری کے ذوق عبادت کا معیار کس قدر بلند تھا، اور ان کی محویت کس درجہ کی تھی، مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانہ میں آپ نے خوب خوب درس دیا، اور دنیا کو عالم اسلام کے مرکز میں بیٹھ کر علوم دین سے فیضیاب کیا۔

حدث ابو الفتوح بن الحصری بالكثير ببغداد و مكة وسمع منه كثير من الأئمة والحفاظ وغير هم .

(طبقات الحنابلة ج۲ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

ابو الفتوح حصری نے بغداد اور مکہ مکرمہ میں بہت زیادہ حدیث کا درس دیا

اور آپ سے بہت سے ائمہ وحفاظ حدیث وغیرہ نے سماع کیا۔

آپ کے سب سے آخری شاگرد مقداد قیسی نے مکہ مکرمہ ہی میں آپ سے زیادہ پڑھا۔

بغداد کے علم وفضل کی یہ انجمن حرم مکی میں مدتوں سجی رہی، اور عالم اسلام اس سے فیضیاب ہوتا رہا، حتیٰ کہ ۶۱۸ھ یا ۶۱۹ھ میں مکہ مکرمہ میں شدید قسم کا قحط پڑا، اور حالات حد درجہ پریشان کن ہوئے، تو امام ابو الفتوح بال بچوں سمیت مکہ سے نکل کر براہ سمندر یمن کے لیے روانہ ہوئے، اور وہاں پہونچ کر مقام نجم میں قیام پذیر ہوئے، جہاں اسی سال ربیع الآخر یا ذوقعدہ میں فوت ہوئے۔

(طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

موت تو حرم پاک میں نصیب نہ ہو سکی، مگر امام برہان الدین حصری نے حرم پاک میں رہ کر اتنا کچھ حاصل کر لیا تھا کہ ان کے لیے اللہ کے فضل وکرم سے وہی کافی ہے۔

امام ابو الفتح نصر بن فتیان نہروزی بغدادیؒ

حضرت ابو الفتح نصر بن فتیان ناصح الاسلام فقیہ عراق زاہد نہروزی بغدادی حنبلی متوفی رمضان ۵۸۳ھ رحمۃ اللہ علیہ "ابن المنی" کی کنیت سے مشہور ہیں، آپ زہد وتقویٰ میں بلند مقام ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ کے اصول وفروع میں یکتائے روزگار تھے، اس بارے میں آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، دنیا کے مختلف شہروں

سے طالبانِ علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور امام بن کر نکلے، آپ بچپن ہی میں اپنے علم اور وقار کی وجہ سے ''شیخ صبی'' کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، بچپن ہی سے لہو ولعب اور بے کار کاموں سے دور رہا کرتے تھے، تقریباً ستر سال درس وفتویٰ کا کام کرتے رہے، زندگی بھر مجرد رہے، اور شادی بیاہ سے یکسو ہو کر علم وعمل میں مصروف رہے۔

حضرت شیخ ''ابن المنی'' اپنے حج کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

حصل لی من میراث والدی عشرون دینار اً، فاشتریت بها شیئاً وبعته فاربحت فخفت ان تحلولی التجارة فا شتغل بها ونویت الحج فحججت وتجردت للعلم .

(تذکرة الحفاظ ج٤ ص ١٦٩)

مجھے اپنے والد کی میراث سے بیس دینار ملے، میں نے اس سے کچھ تجارت کی اور منافع اٹھایا، اس کے بعد مجھے خطرہ ہونے لگا کہ کہیں مجھے تجارت کی شیرینی منہ نہ لگ جائے اور اسی کا ہو کر رہ جاؤں، اس لیے حج کی نیت کر لی، چنانچہ حج ادا کرنے کے بعد صرف علم کا ہو کر رہا۔

دولت اور تجارت بری چیز نہیں، مال کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر فرمایا ہے، اور تجارت کو بہترین ذریعہ معاش قرار دیا ہے، البتہ ان میں پڑ کر دین ایمان اور انسانیت واخلاق کو بھولنا نہیں چاہیے، ورنہ پھر یہی چیزیں وبالِ جان

خطرۂ دین وایمان بن جائیں گی، اوران کو بدترین چیز قرار دیا جائے گا۔

حضرت امام ابوالفتح نہروزی گویا کہ پیدائشی عابد وزاہد تھے، اوران کو دنیا سے کوئی علاقہ نہیں تھا، اس لیے انھوں نے دنیاداری کو خیرباد کہا مگر ہمارے تمہارے ساتھ دنیا لگی ہوئی ہے، ہمارے لیے یہ نازیبا ہے کہ کام دھندا چھوڑ دیں، ہمارا کمال یہ ہے کہ ہم کام دھندا کے ساتھ ساتھ اسلام کے احکام کو اپنائے رہیں، اور ہماری دنیا پر حرف آجائے مگر اللہ ورسول کے احکام واوامر پر آنچ نہ آنے دیں، بلکہ ہم اپنے جان ومال سے دین کی خدمت کریں۔

امام ابوالفتوح نصر بن محمد ابن حصری بغدادیؒ

حضرت امام حافظ شیخ القراء برہان الدین ابوالفتوح نصر بن ابوالفرج محمد بن علی بغدادی حنبلی متوفی ۶۱۹ھ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

نزیل مكة وامام الحطيم . (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ١٦٩)

آپ مقیم مکہ مکرمہ اور حطیم شریف کے امام ہیں۔

مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں امام ابن حصری نے جو زندگی بسر کی اس کا اندازہ ابن نجار کی اس روایت سے ہوسکتا ہے:

وكان حافظاً، حجةً، نبيلاً، من اعلام الدين، جم العلم، كثير المحفوظ، كثير التعبد والتهجد.

آپ حافظ حدیث، حجت نبیل، اور دین کی بلند شخصیتوں میں سے تھے، آپ کے پاس علم بہت زیادہ تھا، حافظہ میں علمی خزانہ بھرا تھا، عبادت اور تہجد کا شغل بہت زیادہ رکھتے تھے۔

امام منذری کا بیان ہے:

وكان يسمع ويقرأويفيد الغرباء وغيرهم جاور عشر سنين (تذكرة الحفاظ ج٤ ص ١٧٠)

آپ طالب علموں کو خود حدیثیں پڑھ کر سناتے تھے، اور دور دراز کے طلبہ وغیرہ کو فائدہ پہونچاتے تھے، دس سال کی مدت تک آپ نے مکہ مکرمہ میں اقامت فرمائی۔

حرمین شریفین کی ایک ہی ساعت اگر مقبولیت میں گذر جائے تو ایک مسلمان کی نجات کے لیے بس ہے، پھر جن پاک لوگوں کو حرمین شریفین میں سالہا سال رہنے کی سعادت ملتی ہے، ان کے مراتبِ عالیہ کا کیا کہنا؟

اگر آپ کو یہ دولت ملے تو اس کے ایک ایک سکنڈ کو اپنے حق میں خیرو برکت بنایئے، اور جب لوٹیے تو بہت کچھ لے کر لوٹیے۔

امام ابو کثیر نصیر بن کثیر کشیؒ

حضرت ابو کثیر نصیر بن کثیر کشی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور زاہد تھے، آپ کا مزار کش میں زیارت گاہِ خلائق ہے، آپ نے عقبہ بن ولید، ابو عصام عقلانی

وغیرہ سے روایت کی، اور آپ سے محمد بن بندار سباک، ادریس بن ابراہیم جرجانی اور محمد بن یحییٰ ساہری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

آپ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور سفیان ثوریؒ دونوں امام جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا کہ بیت اللہ الحرام کا ارداہ رکھتا ہوں، آپ مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس سے میں نجات حاصل کرسکوں، اس پر امام جعفر بن محمد نے فرمایا:

اذا بلغت البيت الحرام فضع خدك على الحائط وقل يا سابق الفوت ويا سامع الصوت ، ويا كامي العظام بعد الموت ثم ادع بما شئت. (تاريخ جرجان سهمی ص ٤٣٦)

جب تم بیت اللہ شریف میں پہونچنا تو اپنے رخسار کو دیوارِ کعبہ پر رکھ کر یہ دعا کرنا، یاسابق الفوت الخ اور پھر جو جی میں آئے دعا کر لینا۔

آج کل بھی حج کے لیے جانے سے پہلے لوگ اپنے چھوٹوں اور بڑوں سے ملتے ہیں، ان سے رخصت ہوتے ہیں، اور رائے مشورہ کرتے ہیں، مگر سوچو کہ کتنے لوگ ہیں جو حج وزیارت کی راہ میں نکلنے والے مسافر کو اس قسم کی باتیں تلقین کرتے ہیں، اور کتنے ہیں جو طرح طرح کے سامان لانے کی فرمائش کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر بن محمد نے اپنے شاگرد امام ابوکثیر نصیر کشی کو جو وصیت فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدس سفر میں وداع کے وقت کیا کہنا

چاہیے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج بہت سے لوگوں کے دل سے حج وزیارت کی اہمیت و عظمت نکل گئی ہے، اور اس مبارک سفر کو بھی ہم ایک دنیاوی سفر سمجھنے لگے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی روح سے نوازے۔

ضرورت ہے کہ جو لوگ حج وزیارت کا ارادہ رکھتے ہیں، ان سے ملاقات کے وقت جو لوگ حج وزیارت سے مشرف ہو چکے ہیں، وہ اپنے تجربات و مشاہدات کو بہترین طریقہ پر بیان کر کے ان کو عزم وارادہ اور شوق دلائیں، اور ایسی باتیں بیان کریں جو ادائیگی حج وزیارت میں زیادہ سے زیادہ مفید ہوں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ

آپ کی ذات تعریف و تعارف سے مستغنی ہے، آپ حج کے لیے جاتے تھے تو شب و روز طلبِ آخرت اور تجارتِ اخروی کی فکر میں منہمک رہتے تھے، ابن ابی رداد کا بیان ہے کہ میں نے دس دن تک ابوحنیفہؒ کو خیال کر کے دیکھا تو میں نے نہ ان کو رات میں سوتے دیکھا اور نہ دن میں ایک لحظہ آرام کرتے پایا، بس ہمہ وقت طواف یا نماز یا تعلیم میں مصروف دیکھا، نیز وہ فرماتے ہیں کہ طواف کرنے، نفل پڑھنے اور مسائل بتانے میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ صابر (یعنی نہ اکتانے والا) میں نے کسی کو نہیں پایا، خارجہ کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر ایک رکعت میں چار شخصوں نے قرآن ختم کیا ہے، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ ہیں، ایک روایت میں ہے کہ امام

ابوحنیفہؒ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے اندر ایک پیر پر کھڑے ہو کر نصف قرآن اور دوسرے پیر پر نصف پڑھا۔

اس کے بعد یہ دعا کی کہ یارب! میں نے اپنی بساط کے موافق تجھ کو خوب پہچان لیا، لیکن تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکا، لہٰذا کمال معرفت کے عوض نقصان خدمت سے درگذر فرما، بیت اللہ کے ایک گوشے سے آواز آئی کہ تم نے اچھی طرح پہچان لیا اور ہماری عبادت کی، ہم نے تمہاری اور تمہارے سچے متبعین کی مغفرت فرمائی۔

ابو مطیع کہتے ہیں کہ میں رات کے جس حصہ میں بھی مطاف میں پہونچتا ہوں تو ابوحنیفہ اور سفیان کو طواف کرتے پایا، سفر حج میں سلف صالح کا ایک التزام یہ بھی تھا کہ وہ دوسرے شہروں کے اہل علم سے ملاقات کرتے تھے، اور ان سے علمی مذاکرات کرتے یا حدیثیں سنتے تھے، چنان چہ ''خیرات حسان'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ امام اوزاعی نے مکہ میں امام ابوحنیفہ سے ملاقات کی اور چند مسائل میں مذاکرہ کیا، جب الگ ہوئے تو امام عبد اللہ ابن المبارک سے فرمایا کہ مجھ کو اس شخص (ابوحنیفہؒ) کی کثرتِ علم اور وفورِ عقل پر رشک ہوتا ہے۔

نیز یہ بھی مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ مدینہ منورہ پہونچے تو امام مالکؒ سے ملنے گئے، امام مالک نے ان کو اونچی جگہ بٹھایا اور جب چلے آئے تو ان کی بڑی تعریف کی۔

اور انتقاء میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام محمد باقر کی بھی زیارت کی اور ان

سے چند مسائل پوچھے، جب چلے گئے تو امام باقرؒ نے فرمایا:

ماأحسن هديه وما أكثر فقهه.

ان کی چال ڈھال اور وقار کس قدر اچھا ہے، کتنے زیادہ فقیہ ہیں۔

ائمہ متقدمین کا یہ معمول بھی تھا کہ جب اس سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے اکابر سے اپنے لیے دعا کرنے کو کہتے یا کسی عالم کو سلام کہلواتے، چنان چہ حماد بن زید نے جب حج کا ارادہ کیا تو ایوب سختیانیؒ سے ملے اور الوداع کہتے ہوئے آئے، جب رخصت ہونے لگے تو ایوب نے کہا کہ میں نے سنا ہے فقیہِ اہل کوفہ ابوحنیفہ بھی حج کا ارادہ کررہے ہیں، لہٰذا جب تم ان سے ملاقات کرنا تو میرا اسلام عرض کرنا۔

(یہ تمام تصریحات ''اعیان الحجاج'' از علامہ ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی عم فضلہ مندرجہ البلاغ سے ماخوذ ہیں)

حضرت امام حافظ ابوعمر و محمد بن عبد البر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ ''جامع بیان العلم'' حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بچپن کے حج اور صحابی رسول کا واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۳ھ میں حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی، میں نے ایک شیخ کو دیکھا کہ لوگ ان کے پاس جمع ہیں، میں نے والد سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ والد نے جواب دیا یہ ایک آدمی ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے، ان کو عبد اللہ بن حارث بن جزء کے نام سے پکارا جاتا

ہے، میں نے والد سے پوچھا کہ ان کے پاس کیا چیز ہے کہ لوگ اس طرح ان کے پاس جمع ہیں، والد نے فرمایا کہ ان کے پاس وہ احادیث ہیں جن کو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا ہے، یہ سن کر میں نے اپنے والد سے کہا مجھے ان کے سامنے لے چلیے تا کہ میں بھی ان سے ان احادیث کو سن سکوں۔

چنان چہ میرے والد نے سامنے سے لوگوں کو ہٹایا یہاں تک میں ان سے قریب ہوا اور ان کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا:

فسمعته يقول قال رسول الله ﷺ من تفقه في دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لايحتسب.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرلے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قسم کے اندیشہ اور روزی کے بارے میں اس طرح کافی ہو جائے گا کہ اسے اس کی خبر تک نہ ہوگی۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ عمر و ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ محمد بن سعد واقدی (صاحب الطبقات الکبریٰ) نے ذکر کیا ہے کہ:

ان أبا حنيفة رأى انس بن مالك و عبد الله بن الحارث بن جزء. (جامع بيان العلم ج١ ص ٤٥)

ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالکؓ اور عبد اللہ بن حارث بن جزء کو دیکھا ہے۔

بچپن میں حرم پاک کی حاضری کی برکت تھی، کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان سے نبوی فیض پایا۔

والدین کے ساتھ ہوشیار بچوں کا حج میں جانا بھی ان کے لیے باعثِ خیر و برکت ہوتا ہے، بشرطیکہ والدین اور بچے اسلامی قلب و ذہن رکھتے ہوں، اور ان میں اخذِ فیض کی صلاحیت موجود ہو، حضرت ابراہیمؑ نے اس مقدس ماحول میں اپنے بچے اسماعیلؑ کو پروان چڑھایا، اور ان کو اپنے کعبہ کا معمار اور متولی بنایا۔

مشہور اسلامی سیاح اور جغرافیہ نویس امام مقدسی بشاریؒ نے اپنی کتاب ''احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم'' میں مکہ مکرمہ کا ذکر فرماتے ہوئے کعبۃ اللہ کی تعمیر و توسیع کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں نے قیروان (افریقہ) کے بعض مشائخ کی زبانی یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے حج کیا، اور مسجد حرام دیکھا کہ ضرورت کے لحاظ سے چھوٹی ہے، اور اس پر پراگندگی نمایاں ہے، اس کی عزت و حرمت کا لحاظ بہت کم کیا جاتا ہے، اعرابی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، یہ دیکھ کر منصور کو بہت تکلیف ہوئی، اور اس نے عزم کر لیا ہے کہ مسجد حرام کے آس پاس کے مکانات خرید کر مسجدِ حرام کو وسیع کرے گا، اور مسجد کو بنا کر شاندار بنائے گا، چنان چہ ابوجعفر منصور نے مکانوں کے مالکوں کو جمع کر کے بہت زیادہ مال اور قیمت کی رغبت دلائی، تا کہ یہ لوگ اپنے مکانات گراں داموں اس کے ہاتھ فروخت کر دیں، مگر انھوں نے اس بات سے انکار کر دیا، اور بیت

کے جوار چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ ہوئے، ابوجعفر منصور ان کے انکار سے بہت
آزردہ خاطر ہوا، کیوں کہ وہ ان کے مکانات کو جبراً غصب بھی نہیں کرسکتا تھا، اسی
فکر میں تین دن تک باہر نہ نکلا۔

اس سال امام ابوحنیفہ بھی حج کے لیے آئے تھے، مگر اب تک ان کا کوئی
خاص شہرہ نہ تھا، اور نہ عوام پر ان کی فقاہت اور اصابتِ رائے ظاہر ہوئی، بلکہ آپ
علمی اور فقہی حیثیت سے گم نام تھے، شدہ شدہ یہ بات آپ تک پہونچی اور لوگوں
نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، جب امام صاحب نے یہ قصہ سنا تو آپ ابوجعفر
منصور کے خیمہ کے پاس پہونچے جو ایک پہاڑی کے قریب تھا، دریافت کیا کہ تین
دن سے خلیفہ کیوں باہر نہیں نکلا ہے، لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ تو
بہت آسان کام ہے، اگر خلیفہ سے میری ملاقات ہوجائے تو اس کے سامنے بہت
آسان صورت بیان کرسکتا ہوں، درباریوں نے یہ بات خلیفہ تک پہونچائی، اور
اس نے امام صاحب کو حاضر کرنے کا حکم دیا، جب آپ خلیفہ کے پاس تشریف لے
گئے تو حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

خلیفہ منصور: اصل معاملہ آپ کو معلوم ہوچکا ہے، اس سلسلہ میں آپ کیا
حل تلاش فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ: امیر المومنین ان تمام لوگوں کو حاضر کرکے دریافت کریں کہ یہ
کعبہ تم لوگوں کے پاس آکر اترا ہے، یا خود تم لوگ کعبہ کے پاس آکر اترے ہو؟ اگر

وہ جواب دیں کہ کعبہ خود ہمارے پاس آیا ہے تو وہ جھوٹے ہوں گے، کیوں کہ کعبہ ہی کے پاس سے ساری زمین بچھائی اور پھیلائی گئی ہے، اور اگر وہ کہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے پاس آ کر آباد ہوئے ہیں، تو پھر جواب یہ ہے کہ اب کعبہ کے زائرین بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اور اس کا صحن تنگ ہو گیا ہے، اس لیے اب وہ اپنے صحن اور آس پاس کی زمین کا تم سے زیادہ حق دار ہے، لہٰذا تم لوگ اس کے صحن کو اس کی ضرورت کے لیے خالی کر دو۔

چنان چہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور نے تمام مکانات کے مالکوں کو جمع کر کے یہی سوال کیا تو ان کے ترجمان نے جو ہاشمی النسل تھا، جواب دیا کہ ہم خود کعبہ کے جوار میں آ کر آباد ہوئے تھے، یہ سن کر ابو جعفر منصور نے کہا اب آپ لوگ اس صحن کو واپس کر دیجیے، کیوں کہ اس کے زائرین بہت بڑھ گئے ہیں، اور کعبہ کو خود اس کی ضرورت پڑ گئی ہے، جب ان لوگوں نے یہ گفتگو سنی تو وہ لاجواب ہو کر اپنے مکانات کو فروخت کرنے پر راضی ہو گئے۔ (احسن التقاسیم طبع لیڈن ص ۷۵)

کعبہ مکرمہ کے مکانات کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، مگر امام ابو حنیفہ نے اپنے ابتدائی دور تفقہ میں جس خوبی سے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے اس معاملہ کو طے کیا، یہ ان کی فقاہت کا حق ہے، مسجدِ حرام کی توسیع و تجدید میں سنت محمدیہ کے اس معمار اعظم نے جو خدمت انجام دی ہے، اس سے آج تک تمام حجاج فیض اٹھاتے ہیں، اور صحن کعبہ کی برکتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔

امام وکیع بن جراح کوفیؒ

حضرت امام حافظ، محدث عراق ابوسفیان وکیع بن جراح ملیح کوفی متوفی ۱۹۷ھ رحمۃ اللہ علیہ علماء اسلام میں بہت ہی بڑے مرتبہ کے مالک ہیں، آپ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں، آپ کے والد عباسی خلافت میں بیت المال کے نگراں تھے، ہارون رشید نے آپ کو کوفہ کا قاضی بنانا چاہا، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا، صرف ماں کی وراثت سے آپ کو ایک لاکھ درہم ملے تھے، اس مالداری کے باوجود عالم یہ تھا کہ سفر اور حضر دونوں میں دن کو روزے رکھتے تھے، اور رات کو پوری پوری رات میں قرآن ختم کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک پر فتویٰ دیتے تھے، مسلم بن جنادہ کا بیان ہے کہ سات سال تک آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوں، اس درمیان میں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے تھوکا ہو، یا کنکری کو ہاتھ لگایا ہو یا بیٹھنے کے بعد ہلے ہوں، ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھتے تھے، اور کبھی اللہ کی قسم نہیں کھائی۔

آپ نہایت صحت مند اور موٹے تازے تھے، ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو فضیل بن عیاض نے دوستی کے طور پر کہا:

ماهذا السمن وأنت راهب العراق .

آپ تو ماشاء اللہ عراق کے زاہد و پارسا اور راہب ہیں، پھر یہ موٹاپا کیسا ہے؟

آپ نے اس سوال کا جو جواب دیا ہے سننے کے قابل ہے:

هذا من فرحي بالإسلام. (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۲)

یہ میرا موٹاپا دولت اسلام کے جوش کے باعث ہے۔

اس دنیا میں کوئی دولت وثروت پاکر پھولا نہیں سماتا، کوئی بال بچوں پر پھولا رہتا ہے، اور کوئی کسی اور خوشی میں موٹا ہوا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے پاک بندے دولت اسلام پاکر پھولے نہیں سماتے، اور ان کی روح اس طرح صحت مند، ہشاش بشاش اور توانا ہوتی ہے کہ جسم و جوارح پر تازگی اور بشاشت کا ظہور ہوتا ہے، اور دیکھنے والے کھلے طور سے اس کا احساس کرتے ہیں، یہ روحانی صحت مندی ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، جو دولت اسلام کے بعد ہر چیز سے بے نیاز ہوجاتے ہیں، ان کو عوام کی دولت وثروت کا خیال ہوتا ہے، نہ کسی کی چیز پر نظر پڑتی ہے، اور نہ ہی ان کو کسی سے کوئی سروکار ہوتا ہے، پس موٹے موٹے دنیا داروں، توند والے حریص فقیروں اور لالچی ملاؤں کا یہ موٹاپا اس لئے نہیں ہے کہ وہ اسلام وروحانیت کی دولت سے مالا مال ہیں، بلکہ وہ حرص وہوا کی کامیابی پر مسرور ہوتے ہیں، اور ان کی مادی خواہشیں موٹی ہوجاتی ہیں، خوب سمجھ لو اگر انسان میں دین و دیانت کی تروتازگی ہوگی تو اس کے چہرے بشرے پر زندگی کے آثار ہوں گے اور طہارت و تازگی اس کے جسم پر مسکراتی ہوگی۔

امام ہشام بن حسان بصریؒ

حضرت امام حافظ حدیث ابو عبداللہ ہشام بن حسان الازدی قردوسی بصری متوفی ۱۴۸ھ رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم دین اور عابد زاہد گزرے ہیں، علم و عمل کا خاص حصہ رکھتے تھے، خوف خدا میں یہاں تک روتے تھے کہ آپ کی صورت مبارک سے ہر وقت گریہ و بکا کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ اپنی والدہ کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں بے حد احتیاط فرماتے تھے اور کسی قیمت پر ان کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچنے دیتے تھے، حتیٰ کہ حج تک اس کے مقابلہ میں ملتوی کر دیتے تھے، اور جب ان کا وصال ہو گیا تو پھر ہمیشہ حج ادا فرماتے رہے۔

احضرت الی بابه الجمل والزاد والسفرة ليحج فشق على امي واخذها شبه الرعدة فبطل من اجلها فلما توفيت كان لا يدع الحج. (تذكرة الحفاظ ج۱ ص۱۵۴)

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حج کے سفر کے لیے اونٹ، زادِ راہ اور سامانِ سفر حاضر کیا گیا تو آپ کی والدہ پر آپ کی جدائی بہت ہی شاق گزری، اور وہ کانپنے لگیں، یہ دیکھ کر امام ہشام نے حج کا ارادہ ملتوی کر دیا، مگر والدہ کے انتقال کے بعد آپ کبھی حج نہیں چھوڑتے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بوڑھے والدین کی خدمت کرنا حج اور جہاد سے زیادہ ضروری اور باعث ثواب ہے، اس لیے حضرت امام ہشام اپنی والدہ کی

خاطر حج نہ کر سکے، اور جب ان کا وصال ہو گیا تو پھر ہر سال حج کے لیے جایا کرتے
تھے، اور کبھی ترک نہیں فرماتے تھے، اسی طرح جب تک والدہ زندہ رہیں، آپ جمعہ
کے دن روزہ نہیں رکھتے تھے، اور ان کی خواہش پر ہفتہ میں ایک دن ناغہ کرد
کرتے تھے، مگر ان کے انتقال کے بعد مسلسل روزہ رکھنے لگے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت اور ان دونوں تقاضوں کو سمجھ کر ان پر
عمل کرنا ایسے ہی بزرگوں سے سیکھنا چاہیے، جنھوں نے اپنے بوڑھے والدین کی
خاطر داری اور اپنی ذمہ داری کے پیش نظر باوجود دلی تقاضوں کے کیسے کیسے نیک کا
دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھتے تھے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ والدین کا بہانہ کر کے کوئی شخصیت حج فرض ہونے
کے باوجود نہ کرے تو گنہگار نہیں ہے، اگر والدین صحت مند ہوں اور ان کی دیکھ
بھال کا پورا پورا انتظام ہو تو پھر تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔

امام یحییٰ بن سلیم طائفیؒ

حضرت امام حافظ حدیث ابوزکریا یحییٰ بن سلیم قرشی طائفی متوفی ۱۹۵ھ
رحمۃ اللہ علیہ علم کے ساتھ زہد و عبادت میں بلند مرتبہ کے مالک تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

**كان يحيىٰ بن سليم فاضلاكنا نعده من الابدال وكان إذ
حمارا لايقول له اغدانما يقول لااله الاالله .**

(تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۹)۔

یحییٰ بن سلیم بہت فاضل تھے، ہم لوگ ان کا شمار ابدال میں کرتے تھے، اور جب گدھے پر سوار ہوتے تھے تو ہانکنے کے لیے چل نہیں کہتے تھے، بلکہ لا الہ الا اللہ فرمایا کرتے تھے، جسے سن کر آپ کا گدھا چلنے لگتا تھا۔

اتنا زبردست عالم دین اور ابدال زمانہ جوتا بنانے کا کام کرتا تھا، اسی وجہ سے آپ کی نسبت حذاء ہے، کیا ٹھکانا ہے ان بزرگوں کی دینی زندگی کا جنھوں نے اپنے سواری کے جانوروں تک کو لا الہ الا اللہ سے اس طرح مانوس کر دیا تھا کہ وہ اس جملہ کو سن کر چلنے لگتے تھے، اور عام بولی کے مقابلہ میں اس سے بہت زیادہ مانوس ہو گئے۔

آپ طائف شریف کے رہنے والے تھے، مگر وہاں سے آکر مکہ مکرمہ میں مستقل رہنے لگے، اسی لیے آپ کو ''نزیل حرم'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اگر مسلمان صحیح معنوں میں علم و عمل کی زندگی بسر کرنے لگیں تو عام مسلمانوں کو کلمہ پڑھانا اور سکھانا کیا معنی، جانوروں تک کو کلمہ پڑھا دیں، اور تمام دنیا ان کے حکم پر چلنے لگے۔

امام یحییٰ بن سعید انصاری مدنیؒ

حضرت شیخ الاسلام حافظ حدیث، امام ابو سعید یحییٰ بن سعید بن قیس بن عمرو انصاری نجاری مدنی متوفی ۱۴۳ھ رحمۃ اللہ علیہ پہلے مدینہ منورہ کے قاضی تھے، بعد

میں خلیفہ منصور کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوگئے، امام ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں یحییٰ بن سعید سے بڑا فقیہ نہیں چھوڑا ہے۔

آپ کی دینداری، علمی قابلیت، اور مقبولیت کا صحیح اندازہ.....یعقوب بن کاسب راوی کا بیان ہے:

حدثني بعض أهل العلم قال سمعت صائحا يصيح بمكة في أيام مروان بن محمد لايفتي الحاج الا يحيى بن سعيد و عبيد الله بن عمر و بن مالك بن أنس . (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۳۱)

ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ میں نے خود مروان بن محمد کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حجاج کو یحییٰ بن سعید اور عبید اللہ بن عمرو کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے۔

یعنی ان حضرات کے علم وفضل اور دیانت پر خلافت وقت کو اس قدر اعتماد تھا، اور مسائل حج ومناسک پر ان کی اس قدر نظر تھی کہ موسم حج میں باقاعدہ اعلان کیا جاتا تھا کہ حجاج کرام کے استفتاؤں کا جواب یہی دونوں حضرات دیا کریں۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دوسرے علماء، فضلاء پر کوئی ایسی پابندی تھی کہ وہ مسائل بیان ہی نہیں کرسکتے تھے، بلکہ ایام حج میں نظم وضبط کے پیش نظر یہ کام خاص طور سے ان دونوں حضرات کے سپرد کردیا گیا تھا۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ

حضرت امام حافظ شیخ الاسلام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری شافعی نووی متوفی ۶۷۶ھ رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی ہجری کے زبردست علمائے اسلام اور بزرگانِ دین میں سے ہیں، محرم ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے، ۶۴۹ھ میں دمشق آئے، اور رواحیہ کے مدرسہ میں اس طرح تعلیم حاصل کرنے لگے کہ مدرسہ ہی سے روٹی لیتے، اور مدرسہ ہی میں سوئے رہتے، مدرسہ کی روٹی کھا کر ساڑھے چار ماہ میں ''تنبیہ'' نامی کتاب کو حفظ کیا، اور سال کے باقی ایام میں شیخ کمال الدین بن احمد سے کتاب المہذب کا ایک چوتھائی حصہ پڑھ کر اسے بھی حفظ کیا، آپ روزانہ اپنے اساتذہ سے بارہ اسباق لیتے تھے، اور ہر سبق میں جو کتاب پڑھتے اس کی شرح وتعلیق، تشریح وتوضیح، اور لغات والفاظ کو ضبط کرتے جاتے، طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ طب پڑھنے کا خیال ہوا اور بوعلی ابن سینا کی کتاب القانون میں لگ گئے، مگر بیان فرماتے ہیں کہ دل پر ایک ظلمت سی چھائی رہی اور کئی دن تک دوسرے علمی کام نہ کرسکا، جب قانون کو فروخت کر ڈالا تو میرا دل صاف روشن ہوگیا۔

مدرسہ رواحیہ میں مہذب کا ربع حصہ حفظ کرنے کے بعد آپ کو سفر حج کی سعادت نصیب ہوئی، آپ نے اپنے والد کے ہمراہ یہ مقدس سفر اور اس کے فرائض ادا فرمائے۔

ثم حج مع أبيه وقام بالمدينة شهرا و نصفاًو مرض اكثر

الطريق . (تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ٢٥١)

کتاب المہذب کا ایک ربع حفظ کرنے کے بعد اپنے والد کے ہمراہ حج کیا اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، دمشق سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے مدینہ منورہ اور پھر واپسی میں ان کا اکثر راستہ بیماری میں گذرا۔

اس مبارک و متبرک سفر کی اکثر راہ میں بیماری کی ظاہری وجہ یہی تھی کہ مدرسہ رواجیہ کی روکھی سوکھی روٹی پر ساڑھے چار ماہ میں کتاب ''التنبیہ'' کو زبانی یاد کرڈالا، اس کے بعد کتاب المہذب کو بھی ایک چوتھائی یاد کرڈالا ، اسی محنت اور روکھی سوکھی غذا کے زمانہ میں یہ مقدس سفر درپیش آ گیا تھا۔

حج وزیارت کے سفر میں اور موسم حج میں غذا کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے، اور آب وہوا اور موسم کی مناسبت سے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خورد ونوش کو اس مبارک ومتبرک سفر کا مقصد بنا کر رات دن کھانے پینے ہی میں مشغول رہا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ راستہ اور ملک عرب کی آب وہوا کی مناسبت سے مناسب قسم کی غذا استعمال کی جائے ، اور اس میں بخل اور کنجوسی نہ کی جائے ، ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ طرح طرح کی بیماریاں پکڑیں گی اور مناسک کی ادائیگی میں مشکل پیدا ہوگی ، اکثر حجاج کو پیچش، اسہال اور گرمی سے جسم پر پھوڑے پھنسی کی شکایت ہو جاتی ہے، اس کا بڑا سبب وہاں کی آب وہوا کے مناسب غذا کا نہ استعمال کرنا ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی مفید اور اہم تصنیفات ہیں، ان میں ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین، بہت اہم اور بابرکت کتاب ہے، الحمد للہ کہ اس مبارک کتاب کے درس و مذاکرہ کا فیض ہم لوگوں کو فی الحال حاصل ہو رہا ہے، اور تادم تحریر یہ کتاب نصف ہو چکی ہے۔

امام یحییٰ بن معین بغدادیؒ

حضرت امام حدیث ناقد ابوزکریا یحییٰ بن معین بغدادی متوفی ۲۳۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے اسلام میں سے ہیں، جنھوں نے احادیث رسول اللہ ﷺ کے تمام تر سرمایہ کو کھنگال کر صاف فرمایا ہے، اور ان کی مساعی جمیلہ سے آج تک مسلمانوں کے رسول کے اقوال وافعال اور مشاہدات وواقعات اس طرح محفوظ ہیں کہ ان کے آئینہ میں سراپائے رسول کی زیارت کی جاسکتی ہے۔

آپ ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد بہت بڑے انشاء پرداز اور میر منشی تھے، انھوں نے دس لاکھ درہم ورثہ میں چھوڑا تھا، جسے امام ابن معین نے تحصیل علم میں خرچ کیا، ابن المدینی کا بیان ہے کہ اولادِ آدم میں جس قدر احادیث ابن معین نے لکھیں کسی نے نہیں لکھی۔

خود آپ کا قول ہے کہ جب تک ہم ایک حدیث کو پچاس مرتبہ نہیں لکھتے اس وقت تک اس کے معانی و مطالب سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے، نیز فرماتے ہیں: میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔

آپ کی وفات کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

توفی فی ذی القعدة غریباً بمدینة النبی صلی الله علیه وسلم سنة ثلاث و ثلاثین ومائتین .

(تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۷)

آپ مدینۃ النبی ﷺ میں ماہ ذوقعدہ ۲۳۳ھ میں غریب الوطنی کے عالم میں فوت ہوئے۔

اللہ کے رسول کے مقدس شہر میں اتنے زبردست عالم کی وفات ہوئی تو کیا مسافرت اورغریب الوطنی نے اسے بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیا؟ نہیں مدینۃ النبی میں مرنے والے کے استقبال کا حال بھی علامہ ذہبیؒ کی روایت میں سنیے:

جیش بن بشر ایک بہت ہی ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن معین کوخواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے جواب دیا، اللہ نے مجھے خوب خوب نوازا، تین سوحوروں سے نکاح کر دیا، اورلوگوں کے درمیان مجھے خاص جگہ دی۔

دیکھا آپ نے مدینۃ النبی میں مرنے والے عالم دین کا جنتی استقبال اور اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی، اس سے بڑھ کرکون سا مرنا کام آسکتا ہے؟

امام یعقوب بن حمیدؒ

حضرت امام حافظ، محدث یعقوب بن حمید بن کاسب متوفی ۲۴۱ھ رحمۃ

اللہ علیہ علمائے حجاز میں زبردست مقام کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حرمین شریفین میں سے ہر ایک کی برکتوں سے پورا پورا حصہ دیا تھا، مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، مگر بعد میں مکہ مکرمہ میں مستقل قیام فرمایا، اس لیے آپ:

عالم المدينة و نزيل مكة. (تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۷)

عالم مدینہ اور نزیل مکہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

جن بندوں کو حرمین شریفین میں علم و مشیخت کی سند مل جائے اور اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جگہوں میں قدر و منزلت دے، ان کی قسمت کا کیا کہنا؟ ان کی موت اور حیات پر جس قدر رشک کیا جائے کم ہے۔

ابو منصور یونس بن احمد وزیر بغدادیؒ

ابوالمظفر جلال الدین عبداللہ بن یونس بغدادی ازجی حنبلی متوفی ۵۹۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ابو منصور یونس بن احمد بن عبید اللہ بغدادی خلیفہ ناصر کی ماں کے وکیل تھے، علمائے دین کی خدمت کرنے میں پیش پیش تھے، اور ان پر بہت کچھ خرچ کرتے تھے، ساتھ ہی حدیث وفقہ کے زبردست عالم تھے۔

وحج فى آخر عمره فتمتع عملاً بالمذهب وعاد ولزم بيته ونابه ولده هذا. (طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۳۹۲)

آپ نے آخر عمر میں حج ادا کیا اور حنبلی فقہ پر عمل کیا، اور حج سے واپس آ کر گھر میں گوشہ نشیں ہو گئے، اور آپ کے صاحبزادے ابوالمظفر جلال الدین نے

آپ کی جگہ سنبھالی۔

حج وزیارت کے بعد اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو دنیا کے بکھیڑوں سے الگ ہی رہنا چاہیے، اور کام دھندے کو لڑکوں بچوں کے سپرد کردینا چاہیے، تاکہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجانے کے بعد پھر کسی قسم کے گناہ کی باری نہ آئے، لیکن یہ اسی وقت بہتر ہے کہ جب کہ حالات اس کی اجازت دیں اور کام سنبھالنے والے موجود ہوں۔

دیکھو وزیر ابومنصور یونس بغدادی نے حج کرنے کے بعد خلیفہ ناصر کی وزارت اسی وقت چھوڑ ی، جب کہ اپنے لڑکے ابومظفر جلال الدین کو یہ عہدہ دلوایا اور گھر کی بات گھر ہی میں رکھی۔

ہاں حج وزیارت کے بعد دنیاوی معاملات اور کاروبار میں اور بھی احتیاط برتنی چاہیے، اور اس میں ذرہ برابر کھوٹ نہ آنے دینی چاہیے، ورنہ اسلام کے ساتھ حج پر بھی حرف آئے گا، اور لوگ کہیں گے کہ حاجی گھر آکر پاجی ہوجاتے ہیں، جو لوگ حج کرنے کے بعد اس لیے غیر محتاط زندگی بسر کرنے لگتے ہیں کہ سب گناہ تو معاف ہی ہوگئے، اب ڈر کس بات کا؟ وہ سخت غلطی پر ہیں، ایسے لوگوں کے حج کی مقبولیت کا یقین نہیں۔

بناتِ حرم

طبقات الحجاج میں اگر بنات حرم رحمہن اللہ کے تذکرے نہ آتے تو یہ سلسلہ نامکمل رہ جاتا اور ہماری ماؤں، بہنوں کے سلسلے کی حج وزیارت سے متعلق باتیں رہ جاتیں، ذیل میں ان بناتِ حرم کا مختصر تذکرہ کیا جارہا ہے جنھوں نے حج وزیارت کی دولت سے دامن مقصود بھرا۔

ارجوان آرمینیہؒ

ارجوان کا لقب قرۃ العین تھا، آپ خلیفہ مقتدی باللہ کی ماں تھیں، آرمینیہ کی رہنے والی تھیں، انھوں نے اپنی حیات میں اپنے بیٹے مقتدی باللہ، پوتے مستظہر باللہ اور پڑ پوتے مسترشد باللہ کی خلافت دیکھی، اور مسترشد کی اولاد کو بھی دیکھا، ۵۱۲ھ میں فوت ہوئیں۔

آپ کے حال میں ابن جوزی نے لکھا ہے:

وکان لها برو معروف و حجت ثلاث حج ۔

(کتاب المنتظم ابن جوزی ج ۱ ص ۲۰۰ ، طبع حیدرآباد)

آپ کے بہت سے نیکی اور خیر کے کام ہیں، اور آپ نے تین حج ادا کیا۔

خلافتِ عباسیہ کے دورِ ادبار میں جب کہ اندر اور باہر ہر طرف دین و دیانت

کے خلاف حرکتیں عام تھیں، اور خلفائے بنو عباس نکبت و ہلاکت کی ابتدائی الجھ
میں مبتلا تھے، حرم سرا میں ایسی نیک اور صاحب دل ماں اور دادی کا وجود بسا غنیم
تھا، ایک کے بجائے تین تین حج ادا کرنا، ثابت کر رہا ہے، کہ قرۃ العین ارجوان د
و دیانت میں ثابت قدم تھیں، ظاہر ہے کہ بیٹے کی اس نیک ماں اور پوتوں کی
دیندار دادی نے ان کے خیر و فلاح کی کوشش کی ہوگی، اور اپنی نیک زندگی سے ا
فیض پہونچانے کی سبیل نکالی ہوگی، سچ تو یہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے گھرا
میں کسی ایک بوڑھی کا وجود بسا غنیمت ہوتا ہے۔

ام معزالدین صاحب موصلؒ

جن تین شہزادیوں نے ۵۷۹ھ میں حج ادا کیا، اور حرمین شریفین کو ا
عطیات اور خیرات سے مالا مال کیا، ان میں سلطان نورالدین زنگی کے بھائی با
کی بیوی اور شاہ موصل سلطان معزالدین کی ماں بھی شامل ہیں، علامہ محمد بن
اندلسیؒ نے زمانۂ حج میں ان کی سخاوت اور دیانت کا حال دیکھا ہے وہ کہتے ہیں:

ولهذه أفعال كثيرةِ من البر.

اس خاتون کے بہت سے نیک کام ہیں۔

اس خاتون نے خلیفہ عباسی کے مقرر کردہ امیر الحاج ابوالمکارم طاشؒ
کے ہمراہ حج ادا فرمایا، ابن جبیر کا بیان ہے کہ اس کی طرف سے بھی حجاج کے
پانی کا انتظام رہا کرتا تھا، اور جس سال خود حج کو نہ آتی تھی تو راستوں میں ا

سبلیں لگتی تھیں، وہ پانی لانے کے لیے ملک شام سے خاص قسم کے اونٹ روانہ کرتی تھی، اور مسجد حرام اور عرفات وغیرہ میں ایام حج میں رات دن اس کے اعمال خیر جاری رہتے تھے۔

علامہ ابن جبیرؒ نے جس سال حج ادا کیا، آپ بھی حج میں تھیں، اور دل کھول کر کارہائے خیر انجام دیتی تھیں، اس شہزادی کے آدمی اونٹوں پر پانی لے کر ایام حج میں پھرتے تھے، اور بلند آواز سے اس کا نام لے کر پانی کا اعلان کرتے تھے، تو لوگ اپنے اپنے برتنوں کو لیے دوڑتے اور پانی لیتے تھے۔

(رحلۃ ابن جبیر ص ۱۴۳، ۱۴۴ طبع مصر)

ام معز الدین خدا کی ان بندیوں سے ایک تھیں، جن کا دل اچھے اچھے دل والے مردوں کے لیے عبرت کا باعث تھا، اور جن بناتِ اسلام کے اپنے اعمال خیر سے حرمین شریفین کی فضا معمور رہا کرتی تھی، اور آفاق کے حجاج و زوّار، ان سے فیض پاتے تھے، اور دعائیں دیتے تھے، صدقاتِ جاریہ کا یہ نظارہ حرمین شریفین میں نیک نگاہوں کے لیے بڑا ہی خوش منظر ہوتا ہے۔

ام محمدؒ

ام محمد رحمۃ اللہ علیہا، حضرت شیخ ابو عبد اللہ محمد عفیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہیں، بڑی عابدہ فاضلہ اور خدا پرست بی بی تھیں، دارا شکوہ نے ''سفینۃ الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ حضرت ام محمدؒ اپنے صاحبزادے شیخ ابو عبد اللہ محمد کے ہمراہ

بحری راہ سے حجاز مقدس تشریف لے گئیں۔ قیامِ مکہ کے زمانہ میں رمضان شریف آیا
تو آخر رمضان میں بیٹے اور ماں نے شب قدر کی تلاش وتحری کے لیے شب بیداری
کی، بیٹے باہر مصروف مجاہدہ تھے، اور ماں گھر کے اندر تھیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت ام محمد پر شب قدر کے انوار و برکات کا فیضان ہوا اور
انھوں نے صاحبزادے کو پکارا کہ بیٹے محمد! تم وہاں شبِ قدر تلاش کر رہے ہو اور اس
کے انوار وتجلیات کا یہاں ظہور ہو رہا ہے، اس وقت شیخ ابوعبداللہ محمد عفیف الدین
نے اپنی والدہ ماجدہ کی حقیقی قدر پہچانی۔ (سفینۃ الاولیاء قلمی)

اسلام میں تقویٰ، استعدادِ نیکی اور صلاحیتِ مرد کی طرح عورت میں ہے.
اور اس باب میں دونوں صنفوں میں فرق نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی بے شمار
بیٹیاں علم وفضل کے سبب بہت سے مردوں پر سبقت لے گئی ہیں، اور بڑی بڑی
عالمہ، محدثہ، اور فقیہہ ہوئی ہیں، اور علمائے اسلام نے ان کی خدمت میں حاضر
دے کر علوم وفنون کی سند حاصل کی ہے۔

حضرت ام محمد کی صلاحیت اور استعداد پر اچھے اچھے صاحبِ دل قربان تھے
حرم مقدس کی پر نور فضا میں انھوں نے بہت کچھ دیکھا اور دکھایا۔

بنت وقوس صاحب اصبہانؒ

جس سال علامہ ابن جبیر اندلسی نے (۵۷۹ھ میں) حج کیا تھا، اسی سال
تین معزز خواتین اسلام میں اصبہان کے بادشاہ وقوس کی صاحبزادی نے بھی حج

فرمایا، علامہ ابن جبیرؒ لکھتے ہیں:

وهي أيضاً كبيرة القدر عظيمة الشان منافسة فى افعال البر .

(رحلة ابن جبيرؒ ص: ۱۴۱، ۱۴۴)

آپ بھی بہت بلند مرتبہ، شان وشوکت والی خاتون ہیں، نیک کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی ہیں۔

یہ شہزادی بھی دادو دہش اور شاہی کروفر میں عجیب شان رکھتی تھی، جس سال خود حج کو نہ آتی، اس سال اس کے اعمال خیر سے حج میں بڑی آسانی پیدا ہوتی تھی، مسجد حرام اور عرفات وغیرہ میں حجاج کی خدمت کے لیے اس کی طرف سے شاہی انتظامات ہوا کرتے تھے۔

اس شاہزادی نے بھی خلیفہ عباسی کے مقرر کردہ امیر الحاج ابوالمکارم طاشتکین کی معیت میں حج ادا کیا، اور خوب خوب صدقات وخیرات کی بارش کی۔

ایام حج میں ان کے آدمی اونٹوں پر پانی لے کر پھرتے تھے، اور بلند آواز سے حاجیوں کو پانی کے لیے بلاتے اور لوگ اپنے برتنوں کو لیکر دوڑتے اور پانی لیتے، پکارنے والے اس خاتون کے لیے مجمع میں دعائیہ کلمات کہتے تھے، اور اس کار خیر پر اجر وثواب کی دعا کرتے تھے۔

ایام حج میں مقامات مقدسہ پر خاتون اسلام کی دادو دہش کا یہ منظر کس قدر حسین وجمیل تھا، اور اس میں اخلاص وایثار کی کس قدر نازک قدریں تھیں؟ اسے

شہادت میں کر دی۔ یہ اپنی عزت و آبرو اور عصمت و ناموس کی حفاظت پر قربان ہو جاتے کا وہ عظیم کردار نصیب ہوا جسے زبان رسالت نے شہادت فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت کے پھول رکھے، جمیلہ بنت ناصر الدولہ کی مسرت یہ کہ اس بنت حرم نے اس شان کا حج ادا فرمانے کے بعد ہی اس شان کی موت پائی۔

حکیمہ مکیہ

آپ بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں، بیت اللہ شریف میں رہا کرتی تھیں، جس وقت بیت اللہ کا دروازہ کھلا ہوا دیکھتی تھیں تو بے اختیار چیخ جاتی تھیں، یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتی تھیں، ضروری کام کے سوا مسجد حرام کے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں، ایک مرتبہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا، آپ باہر تھیں، جب تشریف لائیں تو ان کے ساتھ بیٹھے والی ایک خاتون نے کہا حکیمہ! تیرے پروردگار کا گھر کھولا گیا ہے، اگر تم یہ منظر دیکھو کہ بیت اللہ کا طواف لوگ اس عالم میں کریں گے کہ اس کا دروازہ کھلا ہوگا، اور طواف کرنے والے اپنے مالک و مولا کی رحمت کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو تمہاری آنکھ ٹھنڈی ہو جائے گی۔

اس گفتگو کو سنتے ہی حکیمہ ایک چیخ مار کر تڑپنے لگیں حتیٰ کہ اسی عالم میں آپ اپنے مولا سے جا ملیں۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۵۵۱)

بیت اللہ شریف کے کھلتے وقت اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھل جاتے

ہیں، اور اللہ کے بندوں کی دلوں کی بندشیں کھل جاتی ہیں، بیت اللہ شریف کا داخلہ بڑے ثواب کا کام ہے، بشرطیکہ اس کے احترام میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہو۔

آج کل جو صورت ہوتی ہے، وہ سخت قسم کی مکروہ ہے، مردوں عورتوں میں سے ایک کا دوسرے پر گرنا، محرم و نامحرم کی تمیز کا اٹھ جانا، اور اس کے لیے رقم ادا کرنا بیت اللہ شریف کی عظمت کے سخت منافی ہے، ان صورتوں سے پرہیز کرنا چاہیے، جن حضرات کو ان حالات سے بچنے کی وجہ سے داخلہ کی سعادت نہ ملے وہ حضرت حکیمہ رحمۃ اللہ علیہا کا دل پیدا کرکے باہر ہی سے سب کچھ حاصل کرلیں، مومن و متقی کا دل تو ہر خیر کا خزانہ عامرہ ہوتا ہے، اور اس پر براہِ راست اللہ تعالیٰ کے فیضان کی بارش ہوتی ہے۔

حفصہ بن سیرین بصریہؒ

حضرت حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا، امام ابن سیرین کی بہن تھیں، بڑی عابدہ فاضلہ خاتون تھیں، آپ اپنی مسجد میں تشریف لے جاتیں تو ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پڑھنے کے بعد جب سورج چڑھ آتا تو چاشت وغیرہ کی نماز پڑھ کر نکلتی تھیں، پھر ظہر کے وقت مسجد میں چلی جاتی تھیں۔

مہدی بن میمون کا بیان ہے کہ آپ نے تیس سال تک اپنی مسجد میں اس طرح گذارے کہ صرف ضروری کام اور قیلولہ کے لیے باہر آتیں۔

ہشام راوی کا بیان ہے:

كان لها كفن معد فاذا حجت واحرمت لبسته ، وكانت اذا
كانت العشر الاواخر من رمضان قامت فلبسته.

(صفة الصفوة ص ١٦)

انھوں نے اپنے لیے ایک کفن تیار کر رکھا تھا، جب حج کو جاتیں اور احرام
باندھتیں تو اسی کفن کو پہن لیا کرتیں، پھر جب رمضان کا عشرہ اخیرہ آتا تو اس کفن کو
پہن کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہوا کرتی تھیں۔

حضرت حفصہ بنت سیرین نے اپنے کفن کے لیے جس کپڑے کا انتخاب
فرمایا تھا اس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بار بار احرام میں استعمال ہوتا تھا، اور ہر سال
رمضان کے عشرہ اخیر میں پہنا جاتا تھا، اس احرام اور عشرہ رمضان کی جہاں فضیلت
معلوم ہوتی ہے وہاں حضرت حفصہ کی ان دونوں سے والہانہ محبت بھی معلوم ہوتی ہے۔

جامۂ احرام کی قدر و قیمت کا جو اندازہ اس بنتِ اسلام نے فرمایا ہے
ہماری ماؤں اور بہنوں کے لیے بلکہ باپ دادوں کے لیے معیار ہونا چاہیے، ا
دینی اعمال و شعائر سے ہمارے دلوں کو ایسا ہی لگاؤ ہونا چاہیے۔

خاتون بنت امیر مسعودؒ

علامہ محمد ابن جبیر اندلسیؒ نے اپنے سفر نامہ میں ذکر کیا ہے کہ جس سا
(۵۷۹ھ) انھوں نے فریضۂ حج ادا کیا تین اہم خواتینِ اسلام نے بھی حج ادا ک
اور ان میں سے ایک دادب، ارمن وغیرہ کے بادشاہ امیر مسعود کی صاحبزا

خاتون بنت امیر مسعود تھی، وہ لکھتے ہیں:

یہ خاتون اپنے باپ کے بہت بڑے بادشاہ ہونے کی وجہ سے بڑی قدر و منزلت رکھتی ہے، اس کی طرف سے حاجیوں کے راستوں میں بہت سے اعمالِ خیر جاری ہیں، اس کے تیس اونٹ صرف اس لیے ہیں کہ بیاسوں کے لیے پانی لائیں، اسی مقدار میں حجاج کے زادِ راہ اور کھانے وغیرہ کے انتظام کے لیے اونٹ ہیں، اس کی عمر پچیس سال کی ہے، جب وہ حج کے لیے چلی تو سیکڑوں اونٹ پر کھانے، کپڑے اور داد و دہش کے لیے قسم قسم کے سامان لادے گئے، مکہ مکرمہ سے ادائیگی حج کے بعد جب خاتون مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئی تو اس کا شاہی قافلہ راتوں کو اس طرح چلتا تھا کہ اس کے رکاب میں لوگ مشعلیں لے کر آگے آگے چلتے تھے، اور رات کی ظلمت میں ان روشنیوں کا عجیب دل فریب سماں پیدا ہوتا تھا۔

(رحلہ ابن جبیر ص ۱۴۲)

مدینہ منورہ میں اس خاتونِ اسلام کا واقعہ علامہ ابن جبیر یوں بیان کرتے ہیں کہ یہاں پر ہم نے اس کی شہرت وعزت کا یہ واقعہ دیکھا کہ خاتون بنت امیر مسعود ۶ محرم الحرام ۵۸۰ھ کو جمعرات کے دن شام کے وقت مدینہ منورہ پہونچی، اس وقت وہ اپنی باندیوں اور شریف زادیوں کے محملوں کی جھرمٹ میں اپنے محمل کے اندر تھی، علماء اور قراء اس کے آگے آگے تھے، غلام اور رومی فوجی اپنے اپنے ہاتھوں میں گرز لیے ہوئے اس کے اردگرد تھے، اور سامنے سے لوگوں کو ہٹا رہے

تھے، یہاں تک کہ وہ اسی حال میں مسجد نبوی شریف کے دروازہ تک پہونچی، اور نیچے ہوئے فرش پر اتر کر بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا، خدام اور ملازمین اس کی دعا کے کلمات کو بلند آواز سے ادا کرتے تھے، پھر وہ روضۂ جنت میں گئی، جہاں اس طرح نماز پڑھی کہ لوگ اس پر گرتے جارہے تھے، اور گرز سے ہٹائے جارہے تھے، پھر منبر کے قریب حوض میں نماز پڑھی اور روضۂ پاک کی مغربی سمت میں اس مقام پر بیٹھی، جسے مہبطِ جبرئیل کہا جاتا ہے، اس پر پردہ ڈالا گیا، خدام اور دربان پردہ کے پیچھے اس کے سر پر کھڑے ہوئے تھے، اور وہ اندر سے اپنا حکم ان کو سنایا کرتی تھی، جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئی تھی تو اس کے ساتھ صدقہ کے سامان کے دو بڑے بڑے انبار مسجد میں لائے گئے، ان کو وہ صدقہ کرتی رہی اور رات تک اسی مقام پر مقیم رہی، رات گئے شیخ صدر الدین اصفہانی ؒ کا وعظ سنا، پورا وعظ سوز وگداز اور تاثیر وتاثر سے معمور تھا، اور جب مجلسِ وعظ ختم ہوئی تو خاتون بھی اس جگہ سے اٹھی۔

(رحلۃ ابن جبیر ص ۱۵۴، ۱۵۵)

علامہ ابن جبیر اندلسی ؒ نے اپنے انداز میں خاتون بنت امیر مسعود کے حج زیارت کی کہانی بڑے دل پسند الفاظ میں سنائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بیٹیاں دینی کاموں اور اسلامی شعائر پر اپنے کو فدا کیے رہتی ہیں، اور ان کی نیک خواہشیں دین کے کاموں میں ہمیشہ آگے آگے ہوتی ہیں۔

حضرت رابعہ بصریہؒ

حضرت ام الخیر رابعہ بنت اسماعیل عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا آل عتیک کی باندی ہیں، آپ ان بناتِ اسلام میں سے ایک ہیں جن کی ذات پر اسلام کو ہمیشہ فخر رہے گا، آپ اپنے زمانہ کے اعیانِ امتِ محمدیہ میں سے تھیں، زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں اپنے دور کی امام تھیں، وقت کے بڑے صلحاء اور عباد وعلماء حضرات آپ کی خدمت میں استفادہ کے لیے جاتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۳۵ھ اور بعض روایت کے بناء پر ۱۸۵ھ میں ہوئی، آپ کے حالات میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، جس میں آپ کے مناقب وفضائل اور حالات وکرامات کا تذکرہ موجود ہے۔

آپ کے حج میں جاتے ہوئے راستہ میں رہ جانے اور ایک اجنبی کے ساتھ ہر بات کے جواب قرآنی آیات سے دینے کا واقعہ بہت مشہور اور طویل ہے۔

صرف اسی واقعہ سے آپ کی نجابت وعفت اور کرامت وخداترسی کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے، اور عورتوں کے لیے سفرِ حج اور دوسرے اسفار کے آداب کی روشنی ملتی ہے،، واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کے لیے پردہ اور عفت وعصمت کی نگرانی اس کی زندگی کا حسین ترین فریضہ ہے، اور اس کے بغیر مسلمان عورت کی نازک زندگی بے کیف ہوجاتی ہے۔

افسوس کہ آج کل حج میں جانے والی بہت سی عورتیں پردہ کا خیال نہیں کرتی

ہیں، اور نیکی کے پورے سفر میں گناہ کماتی ہیں۔

زبیدہ بنت جعفرؒ

''خاتون ملت'' حضرت ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابی جعفر منصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب ابن ہاشم رحمۃ اللہ علیہا، خلیفہ عباسی ہارون رشید کی بیوی اور محمد الامین کی ماں ہیں ۱۶۵ھ میں آپ سے ہارون رشید کی شادی ہوئی اور جمادی الاول ۲۱۶ھ کو بغداد میں وفات ہوئی۔

آپ بڑی عالمہ، فاضلہ، خداترس، اور صاحبِ دل خاتونِ اسلام تھیں زبیدہ کے پاس ایک سوایسی باندیاں تھیں جو قرآن کی حافظہ تھیں، اور ان میں روزانہ ہر ایک قرآن کا دسواں حصہ سنایا کرتی تھی، راتوں کو آپ کے محل سے قرآن کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی طرح آتی تھی۔

آپ کا اصلی نام ''امۃ العزیز'' ہے مگر آپ کی خوبصورتی اور حسن و جمال کی وجہ سے آپ کے دادا ابو جعفر منصور نے زبیدہ کا لقب دیدیا، بعد میں آپ اسی لقب سے مشہور ہوئیں، علامہ ابن خلکان کا بیان ہے:

كان لها معروف كثير و فعل خير وقعتها في حج وما اعتمر ته في مشهورة .

ان کے لیے بہت سے صدقات وخیرات اور تبرعات تھے، اور بہت سے نیک کام تھے، حج اور عمرہ کے راستے میں ان کا جو واقعہ پیش آیا وہ مشہور ہے۔

امام ابن جوزی کا بیان ہے کہ آپ نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر اہل مکہ کو ایسے حال میں سیراب کیا کہ ایک ایک دینار کا ایک مرتبہ پینے کا پانی ملا کرتا تھا، آپ نے پہاڑوں اور چٹانوں کو کاٹ کاٹ کر حرم میں پانی بافراط پہونچایا، اور ساتھ ہی ایک عمدہ سا باغ بنوایا۔

جب انھوں نے ''نہر زبیدہ'' کھدوانے کا اروہ ظاہر کیا تو ان کے وکیل نے کہا اس پر آپ کا بہت زیادہ مال صرف ہوگا، اس کے جواب میں اس خاتونِ جنت نے یہ جواب دیا:

اعملها ولو كانت ضربة فاس بدينار .

(تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۰۸)

یہ کام کرو، اگر چہ کدال اور پھاوڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار (پانچ روپیہ) خرچ ہو۔

حاتم کی قبر پر لات مارنے والی شہزادی کی خدمت میں جب نہر کے اتمام کے بعد اخراجات کا حساب کتاب پیش کیا گیا اور وکیل نے خرچ کا حساب سمجھانا چاہا تو یہ کہا:

تركنا الحساب ليوم الحساب .

ہم نے آج کے اس حساب کو یوم حساب کے لیے چھوڑ دیا۔

اور تمام متعلقہ کاغذات کو لے کر محل کے نیچے بہتے ہوئے دریائے دجلہ کی

نذر کر دیا۔

اس خاتون کا فیض آج بھی مکہ، منیٰ، عرفات اور دوسرے مقاماتِ مقدسہ پر جاری ہے، اور سارے عالم کے لوگ حج کے موسم میں ''نہر زبیدہ'' کی برکت سے فیض پاتے ہیں۔

اب سعودی حکومت نے اس نہر کو بہت ہی مکمل بنادیا ہے، اور ساتھ ہی ''عین عزیزیہ'' کو جاری کر کے مکہ مکرمہ میں پانی کی قلت دور کر دی ہے، عین زبیدہ کا ایک مستقل ادارہ ہے، جو اس کے تمام متعلقہ امور کی نگرانی کرتا ہے، زبیدہ کے بعد کئی حکومتوں نے اس میں اضافہ کیا، اور بے شمار دولت صرف کر کے اس کی مرمت اور توسیع کی، اس میں ہندوستان کے بعض میمن تاجروں نے بھی اپنی دولت کا بڑا حصہ صرف کر کے اس بین الملی خیر میں اپنا نام لکھایا۔

زبیدہ کی طرح اللہ تعالیٰ ان تمام حکومتوں اور افراد کو اس کی بہترین جزاء دے۔

شوانہ اُبلّیہؒ

حضرت شوانہ رحمۃ اللہ علیہا شہر اُبلّہ کی رہنے والی بڑی فاضلہ اور زاہد خاتون تھیں، حضرت فضیل بن عیاض ان کے پاس دعا کی درخواست لے کر جایا کرتے تھے، ابراہیم بن عبد الملک کا بیان ہے کہ شوانہ اور ان کے شوہر دونوں مکہ مکرمہ گئے، دونوں طواف میں مصروف رہتے، جب شوہر تھک کر بیٹھ جاتے تو شوانہ

بھی ان کے پیچھے بیٹھ جاتیں، اور جب وہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے کہتے کہ میں تیری محبت کا پیاسا ہوں، اور میری سیرابی نہیں ہوتی تو حضرت شوانہ فارسی زبان میں فرماتیں:

انبت لكل داءٍ دواء فی الجبال و دواء المحبين فی الجبال لم ينبت. (صفة الصفوة ج٤ ص ٣٩)

پہاڑوں میں ہر مرض کی دوا اور جڑی بوٹی اُگی ہے، مگر عاشقوں کی دوا پہاڑوں میں نہیں اُگی۔

دیکھو میاں بیوی دونوں ہی عاشق خدا تھے، مگر بیوی شوہر کو تسلی آمیز کلمات میں معرفتِ خداوندی کی باتیں کس اچھے انداز میں بتا رہی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ نیک عورتیں اپنے شوہروں کے لیے بہترین رفیقِ حیات ہوتی ہیں، اور جہاں مردوں کی ہمتیں تھک جاتی ہیں وہاں ان عورتوں کے عزائم کام کرتے ہیں۔

آج بھی دیکھا جاتا ہے عورتیں طواف کرنے اور دوسرے مناسک کی ادائیگی میں عام طور سے مردوں سے پیش پیش نظر آتی ہیں، اور ان کی وارفتگی اور فدائیت کی شان عجیب ہوتی ہے۔

عائشہ مکیہؒ

ابو عبیدہ حدیث ولغت کے امام مانے جاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوتا تو اکثر کعبہ کے مقابل بیٹھا رہتا تھا، اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ پیر

پھیلا کر لیٹ جاتا تھا، ایک دن میرے پاس عائشہ مکیہ آئیں، اور فرمایا کہ اے اللہ
کے بندے! لوگ کہتے ہیں کہ آپ عالم ہیں، آپ میری ایک بات مان لیجیے:

لاتجالسه الا بالادب لايمحو اسمك من ديوان القرب .

اس کے پاس ادب سے بیٹھیے (ادب کا لحاظ نہ کرنے سے) ایسا نہ ہو کہ
آپ کا نام مقربین کے دفتر سے خارج کردے۔

عائشہ بڑی عبادت گذار خاتون اور فضیل بن عیاضؒ کی صحبت یافتہ تھیں۔

(صفۃ الصفوۃ)

حضرت عائشہ مکیہ رحمہا اللہ تعالیٰ قرب الٰہی کی جن حدود میں پہونچ چکی
تھیں اس کا اندازہ ان کے اس کلمہ سے ہوسکتا ہے، اور حرم محترم کی عظمت وحرمت کا
جو معیار انھوں نے قائم فرمایا تھا، اس کا علم ان کی اس گفتگو سے ہوسکتا ہے۔

حضرت عائشہ کی اس ہدایت میں ان مردوں کے لیے بڑی نصیحت ہے، جو
حرم پاک میں بے احتیاطی سے اٹھتے بیٹھتے ہیں اور احترام کی پرواہ نہیں کرتے۔

جب تک بناتِ اسلام میں ارشاد وتبلیغ کا یہ جذبہ رہا کہ بڑے بڑے
مردوں کو ٹوک دیا کرتی تھیں، تب تک ہمارے گھر اور ہمارے باہر ہر جگہ دین
ایمان کی فضا قائم رہی، اور جب سے ان خواتین نے مردوں سے احتسابی نظر اٹھا
گہوارہ سے لے کر بازار تک غیر ذمہ دارانہ فضا بن گئی۔

حضرت عثامہ شامیہؒ

آپ ملک شام کی بڑی عابدہ فاضلہ خاتون اسلام تھیں، آنکھ کی ظاہری روشنی ختم ہوگئی تھی، مگر دل معرفتِ خداوندی کے نور سے جگمگا رہا تھا۔

سعید بن عبدالعزیز راوی کا بیان ہے کہ:

مانعلم أحد حنث في مشي فمشي الاعثامة فانها حنثت الى مكة فانفقت خمس مائة دينار . (صفة الصفوة ج ٤ ص ٢٧٠)

ہم کسی ایسے مرد کو نہیں جانتے جس نے پیدل چلنے کی قسم پوری کی ہو، البتہ عثامہ نے مکہ مکرمہ تک پیدل چل کر قسم پوری کی، پھر بھی پانچ سو دینار (پچیس سو روپئے) خرچ کیے۔

کہاں ملک شام اور کہاں حجاز مقدس؟ مگر حضرت عثامہ رحمۃ اللہ علیہا نے بادیۃ العرب کے ریگستانوں اور احقاف حجر کے ڈاکوؤں سے گذرتی ہوئی بیت اللہ شریف تک کا پیدل سفر کیا، اور اللہ کے گھر تک پاپیادہ چلنے کی قسم پوری فرمائی۔

مرد اپنے سینوں پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اس خاتون میں عزم وارادہ کی کس قدر پختگی اور اللہ و رسول کی کتنی شیفتگی تھی، خدا ہی بہتر جانتا ہے، کہ اس عابدہ نے کس کس طرح پانچ سو دینار کی خطیر رقم جمع کی ہوگی اور کس حوصلہ مندی اور پاک جذبہ سے ان کو راہِ حج میں خرچ کیا ہوگا؟

اگر آج ہم تم ہوائی جہازوں پر سفر حج کر کے دولت خرچ کرتے ہیں، تو کل

ہماری ماؤں اور بہنوں نے پا پیادہ چل کر دولت لٹائی ہے، اور جوارِ رحمت کے فقراء
مساکین کی خبر گیری کے لیے اپنے سے بے خبری کا مظاہرہ فرمایا ہے، کوئی حد بھی ہے
ان بناتِ اسلام کی اللہ و رسول کی راہ میں وارفتگی کی؟

حضرت فاطمہ نیسا پوریہؒ

حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا خراسان کی بڑی عاقلہ، فاضلہ اور عابدہ خاتون
تھیں، قرآنی علوم میں بڑی مہارت رکھتی تھیں، نیسا پور سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ
میں اللہ کے جوار میں مستقل رہتی تھیں، اس اثناء میں کبھی کبھی بیت المقدس بھی
جاتیں، پھر مکہ مکرمہ واپس آجاتیں۔

**وكانت مجاورة بمكة وربما دخلت الى بيت المقدس ثم
رجعت الى مكة.**

آپ مکہ میں مستقل مقیم تھیں، اور کبھی کبھی بیت المقدس کی زیارت کے
لیے جاتیں پھر مکہ واپس آجاتیں۔

اللہ کی اس بندی کے دل میں اللہ کے گھر کی کس قدر محبت تھی کہ اپنا ملک
خراسان چھوڑ کر مکہ مکرمہ آئیں، مگر اللہ کے دوسرے شعائر اور محترم مقامات کی تڑپ
رہ رہ کر بیت المقدس لے جایا کرتی تھی اور پھر چین نہ آتا تو مکہ مکرمہ واپس
آجاتیں، حرم محترم کی اس بے قرار روح کو سکون و قرار اسی آمد و رفت میں آتا تھا۔
قیام مکہ کے زمانہ میں آپ عمرہ بہت زیادہ ادا فرماتی تھیں، اور ان کی

قراری کو اس راہ میں ہمیشہ کے لیے یوں قرار آیا کہ:

ماتت بمكة في طريق العمرة سنة ثلاث و عشرين ومائتين .

(صفة الصفوة ج ٤ ص ١٠٣، ١٠٤)

آپ عمرہ کے راستہ میں مکہ مکرمہ میں ۲۲۳ھ میں فوت ہوئیں۔

بے قراری اور قرار کا فلسفہ اربابِ دل کے یہاں کہاں آکر سلجھتا ہے؟ اور وہ اپنے لیے چین کہاں پاتے ہیں؟ تم آؤ، اسے دیکھنا ہو تو اے مردو! حضرت فاطمہ نیساپوریہ کی موت وحیات کی کشمکش سے نجات کو دیکھ لو، اور اپنے اندر ایسی تڑپ پیدا کرو جس کا انجام ایسا ہی خوش گوار ہو۔

کریمہ بنت احمد مروزیہؒ

حضرت کریمہ مَرو کے اک گاؤں کشمیہن کی رہنے والی بڑی فاضلہ، عالمہ اور محدثہ خاتون تھیں، ساتھ ہی بڑی صالحہ اور بزرگ تھیں۔

ابن جوزی نے ۴۶۳ھ کے واقعات میں لکھا ہے:

وقرأ عليها الا ئمة كالخطيب وابن المطلب وأبى طالب الزينبى ، توفيت بمكة في هذه السنة .(المنتظم ج٨ ص ٢٧٠)

آپ سے بہت سے ائمہ جیسے خطیب بغدادی اور بن عبد المطلب اور ابو طالب زینبی نے روایت کی ہے، آپ نے ۴۶۳ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

نیز امام ابویعلی محمد بن حسین سراج الدین ہمدانی متوفی ۴۸۱ھ کے حالات

میں ہے:

سمع صحيح البخاري من كريمة بنت أحمد بن محمد بن أبي حاتم المروزية بمكة. (المنتظم ج۹ ص ۴۶)

انھوں نے مکہ مکرمہ میں کریمہ بنت احمد بن محمد بن ابو حاتم مروزیہ سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔

کہاں خراسان کا شہر مرو، کہاں مکہ مکرمہ کی مقدس فضا، مگر اس خاتون اسلام کو علم دین کی امانت اور اللہ ورسول کی محبت نے زمین کی دوری ختم کر کے اس ارض پاک میں پہونچا دیا جہاں پہونچ کر اس کے علم وفضل کے جوہر کھلے اور وقت کے بڑے بڑے علماء ومحدثین اور فقہاء نے اس کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، او احادیث رسول کی اس سے روایت کی۔

اسلام نے عورتوں کو یہ مرتبہ دیا ہے کہ مرد ان سے روایت کرنے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے، اور اللہ کا حرم ان کے وجود پر ناز کرتا تھا، اے حج وزیارت کو جانے والی اسلام کی بیٹیو! تلاش کرو آج تم میں کریمہ جیسی بہن موجود ہے؟

حضرت لبابہ مقدسیہ

حضرت لبابہ رحمۃ اللہ علیہا بیت المقدس میں رہتی تھیں، زہد وتقویٰ اور فضل میں بڑے مرتبہ کی بی بی تھیں، ایک مرتبہ ایک آدمی نے حج کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایام حج میں کیا دعا کروں؟ تو آ

سے فرمایا:

فقالت سل الله تعالی ان یرضی عنک و یبلغک منزل الراضین عنه وان یجعل ذکرک فیما بین اولیائه۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۲۴)

تم اللہ سے دو چیزیں مانگو (۱) وہ تم سے راضی ہو جائے، اور تم کو ان لوگوں کی منزل میں پہنچا دے، جو اللہ سے راضی ہیں، (۲) اور تمہارا نام اپنے اولیاء کی فہرست میں داخل کرے۔

حج کو جانے والے مرد کو حضرت لبابہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو بات بتائی ہے، اور اس موقع پر جن دو باتوں کی دعا کرنے کی تلقین کی ہے، وہ بتا رہی ہیں کہ ان بنت اسلام مقام قرب و ولایت سے کس قدر قریب تھی، اور اس کے تعلق مع اللہ کا کیا حال تھا۔

واقعہ یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ہم راضی ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ بہتری بہتر ہے، اور اگر اصل خداوندی سے ہمارا نام بھی کہیں اس کے پاک بندوں کی فہرست میں آ جائے تو بیڑا پار ہے۔

فلاح و نجاح کے گر جن بنات اسلام نے ہمیں بتائے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں میں جنت کے پھول بھر دے، اور ان کو جنت کی سیج اور مسہری پر کر دے

کروٹ رحمت سے نوازے۔

حرہ مریم خواہر ابوالحسن مرینی سلطان مراکش

سلطان ابوالحسن علی بن عثمان بن یعقوب مرینی سلطان مراکش بڑا خدا ترس اور دین دار بادشاہ گذرا ہے، اس کی پوری زندگی فرنگیوں سے جہاد اور اللہ کے کلمہ کے بلند کرنے میں بسر ہوئی، اس سلطان نے اپنے ہاتھ سے تین مصاحف لکھ کر بیت اللہ، مسجدِ نبوی، اور بیت المقدس میں ایک ایک نسخہ وقف کیا، اور ان کے ساتھ بڑے بڑے اوقاف مقرر کیے، اس کی بہن حرہ بڑی شان کی مسلم خاتون تھی، اس نے بھی جس اسلامی شان اور دینی کروفر سے حج ادا کیا ہے، اسلام کی تاریخ میں ایک شاہکار ہے۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں ۷۳۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ۱۲؍ رمضان کو صاحب فاس (مراکش کے سلطان) ابوالحسن مرینی کی بہن حج کے ارادے سے مدینہ منورہ پہونچی، سلطان ابوالحسن مرینی نے اسے بڑے انتظام واہتمام سے روانہ کیا تھا، حرہ مریم کے پاس بے انتہا ہدایا وتحائف تھے، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ شاہی انتظام کے ماتحت اس کے سامان واسباب کو لے جانے کے لیے اونٹوں کے علاوہ صرف گدھوں کی تیس قطاریں تھیں، نیز چار سو گھوڑے، دو سو اونٹنی، ایک سو اونٹ اور دو سو خچر اور ان تمام جانوروں کی لگامیں اور رکابیں سونے چاندی کے تاروں سے منڈھی ہوئی تھیں، اور بعض بعض کی پوری لگام اور رکاب

سونے کی تھی، ان کی کل تعداد بیالیس تھی، ان میں دو رکابیں خالص سونے کی تھیں، مزید یہ کہ ان میں جواہر ٹنکے ہوئے تھے، اور ان میں سے تیس باز تھیں، تلواروں میں ایک ایسی تلوار تھی، جس کی نیام اور قبضہ سونے اور جواہر سے مرصع تھے، نیز دو سو تھان، بہترین قسم کے کپڑوں کے تھے۔

جب اس خاتون کی آمد کی اطلاع مدینہ منورہ میں پہنچی، تو مسند ار نے مدینہ منورہ کے باہر نکل کر مسجد فتح کے قریب مقام قرافہ میں اس شاہی قافلہ کا استقبال کیا، جو بہت سے آدمیوں پر مشتمل تھا، اس دن تمام امراء کو ان کی حسب حیثیت شاہی تحفے تحائف تقسیم ہوئے، یہاں تک کہ سوائے جواہر اور قیمتی موتیوں کے کچھ باقی نہ رہا، اس دن کے تمام تحائف وہدایا کا اندازہ لگایا تو سب کی قیمت ایک لاکھ دینار (تقریباً پانچ لاکھ روپے) نکلی، اس کے بعد حرہ مریم تمام اہل کارواں کو لے کر میدان میں نکلی، ان ایام میں اس کے مطبخ کے لیے روزانہ یہ خرچ مقرر ہوا، ہر روز صبح وشام بکری، مرغی، شکر، مٹھائی، اور میوہ جات کی اتنی مقدار جو تمام قافلہ کے لیے کافی ہو، بلکہ بچ جائے، روزانہ تیس بکری، آدھا اردب (ایک بڑا پیمانہ) چاول، ایک قنطار کا انار، چوتھائی قنطار کی شکر، آٹھ شمعی فانوس اور کھانے کے کچی خوانچے کا اوسط پڑا، سفر میں کھانے پینے کے خرچ کے لیے مبلغ ۷۵ ہزار درہم حکومت کی طرف سے دیے گئے، اور سامان واسباب کی بار برداری کی مزدوری کے لیے ساٹھ ہزار درہم الگ دیے گئے، نیز جتنے لوگ مریم کے ہمراہ آئے تھے، ان میں سے ہر ایک کو

ان کے درجات کے مطابق حتیٰ کہ گھوڑوں کے سائیسوں کو خلعت عطا ہوئی، سب کو ملا کر کل ۲۲۰ خلعتیں عطا کی گئیں، مریم کے ساتھ ان تمام سامان واسباب کے علاوہ کپڑے کی بھاری مقدار روانہ کی گئی، آخر میں مریم سے یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے بعد جس چیز کی ضرورت پڑے فوراً لکھے اور کسی چیز کی محتاج نہ رہے۔

سلطان مراکش ابوالحسن مرینی کا منشا اس ساز وسامان اور شاہی انتظام سے یہ تھا کہ وہ اپنی بہن اور اس کے ساتھ حج کرنے والوں کی عزت واحترام کرے۔

جب سارا سامان مکمل ہو گیا، اور مریم سفر حج پر چلنے کو تیار ہوئی تو سلطان نے امیر لنشور؟ امیر افتفا؟ کو حکم دیا کہ وہ مریم کی شان اور ضرورت کے مطابق مزید سامان کریں، چنان چہ ان دونوں نے شاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سقوں اور شمع برادروں کا انتظام کیا، اور سفر حج کے پورے راستہ تک کے لیے طرح طرح کی مٹھائیاں، شکر، آٹا، اور مقبسمات؟ مہیا کیا، اور تمام سامانوں کو اٹھانے اور لادنے کے لیے مزدور بلائے۔

سلطان ابوالحسن مرینی نے اپنی بہن مریم کے ساتھ سفر کرنے کے لیے جلال الدین کو بلایا جو تمام ساز وسامان کے متولی تھے، اور کہا کہ وہ مریم کو اس کے مخصوص محمل میں تنہا بیٹھائیں، اور اس کا محمل آگے آگے رہے، اور اس پورے سفر میں مریم جس چیز کا حکم کرے فوراً اس کا انتظام کر کے مہیا کریں، نیز سلطان نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے امیروں کے پاس لکھا کہ مریم کی خدمت میں کوئی کسر نہ

رہنے پائے۔ (بحوالہ المنتخب ص ۲۳، ۲۴ طبع کلکتہ ۱۸۶۷ء)

اس پوری تفصیل میں ایک شاہی خاندان کے بھائی بہن کی خدا پرستی اور خداترسی سے جو سبق پایا جاتا ہے، اس میں ہر مسلمان کے لیے امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، دینی اور ایمانی تازگی موجود ہے، خاص طور سے مالدار گھرانوں کے لیے اس واقعہ میں نصیحت وعبرت کی فراوانی ہے، ایسے امراء وسلاطین کی شان دوبالا ہوتی ہے، اور آج بھی اسلام ایسے امیروں اور رئیسوں کی تلاش میں ہے، جو اس کی راہ میں کام آئیں۔

حضرت نقیش بنت سالم مکیہؒ

حضرت نقیش بنت سالم مکہ مکرمہ میں رہا کرتی تھیں، بڑے جذب وذوق کی خاتون اسلام تھیں، ایک مرتبہ ان کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا گیا:

یا سید الانام رحلت بی السقة ، وهذا مقام العائذ بعفوك من سخطك و برحمتك من غضبك يا حبيب الاوابين ، يا ذاالمن والآلا ء ، زدني بالثقة منك ، وصلة واجعل تراى منك وعتق رتبتى واقر رعينى برضاك .

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ موقف (میدان عرفات) میں حضرت نقیش کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

بهظتنى الآثام ، يا سيد الأنام ، كحلت عينى بملمول

والحزن ، فوعزتك لانعمت ، بضحك أبداً حتىٰ أعلم أين قراری والی این تصیر داری .

جب آپ نے دیکھا کہ موقف کے تمام حجاج اپنے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے پھیلائے ہوئے ہیں تو کہا:

یارب اقامهم هذاالمقام خوف النار ، یا قرة عینی وعیون الأبرار ، یلتمسون نائلك ، ویرجون فضلك .

جب تمام لوگ عرفات سے مزدلفہ کے لیے چلنے لگے تو حضرت نقیش نے چیخ کر کہا:

انصرف الناس ، ولم اشعر قلبی منك الیاس.

(صفة الصفوة ج ۲ ص ۱۰۵)

عربی زبان کے جاننے والے ان درد بھری دعاؤں اور کرب میں ڈوبی ہوئی آہوں کو اگر اہلِ دل ہیں تو سمجھ سکتے ہیں، اور حضرت نقیش بنت سالم رحمۃ اللہ علیہا کی تڑپ کو معلوم کر سکتے ہیں۔

حج و زیارت کو جانے والی خواتین اسلام میں جو ذوق وشوق اور تڑپ کا عالم پایا جاتا ہے، حضرت نقیش رحمۃ اللہ علیہا کا یہ واقعہ اس کے سمجھنے کے لیے ایک مثال ہے۔

عابداتِ قُدس

بیت المقدس میں ایسی چند عالمہ، فاضلہ اور عابدہ عورتیں تھیں جو مدتوں حج

کرتی رہیں، ان کا دلچسپ اور نصیحت آمیز واقعہ ایک راوی ابوجعفر سیاح کی زبانی سنیے۔ان کا بیان ہے کہ:

میں نے بیت المقدس میں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا، وہ کہتی تھی کہ میں نے بارہ حج پیدل کیے ہیں، اوران میں سے کسی میں سواری نہیں کی، ہر حج میں چار درہم کی ایک ٹوکری خرید لیتی تھی، جس میں میرا توشۂ سفر آتے جاتے رہا کرتا تھا۔

میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ بیت المقدس میں آپ جیسی اور بھی عابدات اور فاضلات ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہاں اور بھی عورتیں ہیں جو ایسا ہی کیا کرتی ہیں، جب ہم حج سے واپس ہوتی ہیں تو روئی کاتنے کے سامان کو مسجد میں اٹھالاتی ہیں، اور سوائے خاص بات اور ضرورت کے مسجد سے باہر نہیں نکلتی ہیں، میں نے دریافت کیا کتنی مدت سے آپ خواتین اس عالم میں گذر بسر کرتی ہیں، فرمایا کہ تقریباً دس سال سے، میں نے کہا آپ لوگوں میں سب سے عبادت گذار کون ہے؟ فرمایا: قریش کی ایک عورت ہے، جسے آج تک ہم نے کسی سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ وہ ہمیشہ نمازیں، قیام، رکوع اور سجدے میں رہا کرتی ہے، اور اس کے گھر والے اس کی ضروریات کو لاکر مسجد میں حاضر کردیا کرتے ہیں۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۲۲۵)

بیت المقدس کی ان عابدات کی کہانی کا ورق ورق ہماری ماؤں اور بہنوں کے لیے نصیحت وعبرت کا دفتر ہے، اللہ کے گھر میں رہنا، پاک کمائی کرنا، اور پھر

سال بہ سال اللہ کے گھر کے لیے اس بے سروسامانی اور ذوق وشوق سے نکل پڑتا
رہا ہے کہ ان حضرات کی رگ و پے میں دین و دیانت کا خون دوڑ رہا تھا، اور یا
حوصلگی، اولو العزمی اور فداکاری میں اپنا جواب آپ تھیں، عورتیں کیا اچھے
ان کی پاک زندگی سے سبق لے سکتے ہیں۔

ماخذ ومراجع

۱ الدرر الکامنہ
۲ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ
۳ تذکرۃ الحفاظ
۴ طبقات مقابلہ
۵ معجم الادباء
۶ طبقات الحنابلہ طبع مصر
۷ مناقب الامام احمد بن حنبل
۸ تاریخ جرجان
۹ تاریخ ابن خلکان
۱۰ صفۃ الصفوۃ
۱۱ طُبقات کبریٰ
۱۲ مقدمہ اخلاق العلماء
۱۳ احکام القرآن طبع مصر
۱۴ کتاب المنتظم طبع حیدرآباد
۱۵ الدرر الکافیہ
۱۶ اعیان الحجاج
۱۷ جامع بیان العلم
۱۸ رحلہ ابن جبیر طبع مصر
۱۹ سفینۃ الاولیاء قلمی
۲۰ شفاء العزام باخبار بلد الحرام طبع مصر
۲۱ المنتخب طبع کلکتہ

تصانیف مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

(۱) ائمہ اربعہ
(۲) اسلامی نظام زندگی
(۳) اسلامی شادی
(۴) اسلام اور مسلمان
(۵) اسلام میں قربانی کی حقیقت اور صفاتِ مومن
(۶) اسلامی ہند کی عظمت رفتہ
(۷) افادات حسن بصری
(۸) امام جوزی خود نوشت سوانح
(۹) امثال العرب عربی
(۱۰) آثار واخبار
(۱۱) بنات اسلام کی علمی و دینی خدمات
(۱۲) تاریخ اسماء الثقات تصحیح وتعلیق عربی
(۱۳) تذکرہ علماء مبارک پور
(۱۴) تدوین سیر ومغازی
(۱۵) تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں
(۱۶) تدوین حدیث
(۱۷) تاریخ مبارک پور
(۱۸) جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول تصحیح وتعلیق عربی
(۱۹) جواہر القرآن
(۲۰) حج کے بعد
(۲۱) الحکومات العربیہ فی الہند عربی
(۲۲) خیر القرون کی درسگاہیں اوران کا نظامِ تعلیم
(۲۳) الخطبات والرسائل العربیہ عربی
(۲۴) خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات
(۲۵) خیر الزادفی شرح بانت سعاد عربی
(۲۶) خلافتِ راشدہ اور ہندوستان
(۲۷) خلافتِ امیہ اور ہندوستان
(۲۸) خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان
(۲۹) دیوان احمد تصحیح وتعلیق عربی
(۳۰) دیارِ پورب کے علمی خانوادے
(۳۱) دعاء ماثورہ
(۳۲) دیارِ پورب میں علم اور علماء
(۳۳) داغ فراق
(۳۴) رجال السند والہند الی القرن السابع عربی
(۳۵) سیرت رسول خود حضور کی زبان مبارک سے
(۳۶) الصالحات
(۳۷) طبقات الحج
(۳۸) الطبابۃ عند العرب قبل انتشار الطب الیونانی عربی
(۳۹) عرب وہند عہد رسالت میں
(۴۰) علماء اسلام کے قصص واحوال
(۴۱) علی وحسین
(۴۲) العرب والہند فی عہد الرسالۃ عربی
(۴۳) علماء اسلام کی خونین داستانیں
(۴۴) العقد الثمین فی فتوح الہند ومن ورد فیہا من الصحابۃ التابعین عربی
(۴۵) علماء اسلام کے القاب وخطابات
(۴۶) عہد نبوی ﷺ کی درسگاہیں اوران کا نظام تعلیم
(۴۷) قاضی اطہر مبارک پوری کے سفرنامے
(۴۸) قاعدہ بغدادی سے صحیح بخاری تک
(۴۹) کاروانِ حیات خود نوشت سوانح
(۵۰) معارف القرآن
(۵۱) مرآۃ العلم عربی
(۵۲) مسئلہ خلق قرآن اوراس کی سیاسی حیثیت
(۵۳) منتخب التفاسیر
(۵۴) مسلمانوں کے ہر طبقہ اور پیشہ میں علم اور علماء
(۵۵) مئے طہور دیوان قاضی اطہر مبارک پوری
(۵۶) مآثر ومعارف
(۵۷) مطالعات وتعلیقات
(۵۸) محمد کے زمانہ کا ہندوستان مع ہندوستان صحابہ کے زمانہ میں
(۵۹) مکتوبات امام احمد بن حنبلؒ ترجمہ
(۶۰) مسلمان
(۶۱) مقالات قاضی اطہر
(۶۲) نسخہ شفاء الجواب الکافی کا اردو ترجمہ
(۶۳) الہند فی عہد العباسیین عربی
(۶۴) ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں
(۶۵) ہندوستان کی قدیم شخصیات
(۶۶) ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت